

# افکار محب

طبع آزاد

مولوی محب حسین صاحب معلم نسو

۱۳۴۴ هجری

در مطبع چشتیه پریس چکته بانا طبع گرد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وِیْبَ اچہ

زمانے کی ناقدر دانیوں اور آنکھوں کی نابینائی سے یہ صہم ارادہ دلیس ہوا  
 کہ اب کوئی تعینف ملک کے سامنے پیش نہ کر دیکھا اور اپنے وقت کو یاد الہی  
 قیمتی شغل میں گزار دے۔ مگر اذہ اللہ غالب ہوتا ہے پھر میں کیونکر اپنے ارادہ  
 میں مستقل رہتا۔ اس اثنا میں نواب بیدار جنگ بہ در سے ملاقات ہوئی اور انھیں  
 دیران کا مسودہ دیکھایا۔ نواب صاحب مہر وے کام کو بند کیا اور فرمایا کہ اس سے قوم و ملک  
 بہت فائدہ ہے پھر غنیمت کے ساتھ اس حکم دو شاذ کی تکمیل پھر فرض تھی اور میں نے الامور سے  
 مقولہ پر عمل کیا۔ اور نواب صاحب نے اخراجات طبع کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اس لئے قوم و ملک کو  
 فائدہ اس کتاب سے حاصل ہونگے۔ انکا شکریہ صاحب مہر وے کے لئے ہوگا۔ فائدہ کا  
 اتنا کہنا ضرور ہے کہ ملک ابھی اعلیٰ تھا کہ اس کے لئے تیار نہیں اور ہندوستان میں بہت سی تہذیب  
 پیدا ہوئے ہی کتاب خانوں کے گورستان میں دفن ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزاروں  
 پیدا ہوئے ہی دایا کی غفلت اور ان کے دودھ نہ پلانے سے ملک عدم کو واپس ہو جاتا  
 ان بچوں کی نہ تو قبروں کا نشان تھا ہے اور نہ ان پر درود و سلام بھیجا جاتا  
 یہی حال اس زمانے کے مصنفین کا ہے کہ وہ انتہائی درجہ کی کس پرسی میں  
 ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شاہ خادم ملک  
 محب حسین

## قصیدہ درج عالی جناب و آحاد یا جناب و مردم سر شہزادہ

ایک میرے مدح کی تسبیح سے رنگ  
فرقت سے لڑتے ہیں لڑائی ہر دم  
نہی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم  
ولت حق کا ہے وہ رعبین سے ظاہر  
ویدال میں توحید کے مثل حیدر  
مریخ لرزتا ہے وہ ہے رعب داب  
رلت دجاہ میں ہے فقر و درع کی خواہش  
من اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی ارم  
قتب بینی و تدبیر میں ہنس و فریہ  
یہ ارض تو کیا ساتوں فلک چھانے  
دروان کے ہے وہ فلفلی احوال چشم  
وہ توکل وہ تجرود وہ بھروسہ حق پر  
سن اخلاق سے درپہ ہے خلقت کا ہجوم  
با سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرق ملت  
غیرۃ ہو کبھی شہ کی تو برسوں تاخیر  
صد کون و مکان ارض و سما دشت و جبل  
سرخ دیکھ کے افلاک پہ کہتے ہیں ملک  
عجب شان عاثر ہے کہ دیکھی نہ سنی  
حدید سے مخاطب ہیں یہاں عام رنگ  
نیخ لا اور لانا اللہ کی نیکر وہ تنگ  
فی الحقیقت وہ ہیں دریا حقیقت کے تنگ  
دیکھ کر نکل دیکھتے ہیں بباہاں میں تنگ  
ایک ہی داریں کرتے ہیں ددنی کو چورنگ  
دبتے ہیں شیر نریاں دیکھ کے شور و دنگ  
نوجوانی میں ہے تحصیل بزرگی کی انگ  
کام دیتے نہیں کچھ ان کو شیر و خدنگ  
صلح میں تیز روی اور لڑائی میں درنگ  
دل میں پیدا ہوا گریہ و سیاحت کی تنگ  
اسطرح جیسے کہ بچتا ہے کوئی بچ کر بھنگ  
دشت پر حوال میں بجا ہر کی تھنگ  
شمع پر جیسے کہ اطراف سے گرتے ہیں پتنگ  
بے تعصب ہے وہ دل جیسے کہ آب ہر رنگ  
خیر کے کرنے میں کرتے نہیں دم بھر بھی درنگ  
وسعت ہمت عالی کے مقابل میں ہے تنگ  
بڑھ گئی جرح چہا دم سے بھی کیا ارض تنگ  
وہ چہر کھٹ وہ سہری وہ پانی و پتنگ

ایک میرے مدح کی تسبیح سے رنگ  
فرقت سے لڑتے ہیں لڑائی ہر دم  
نہی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم  
ولت حق کا ہے وہ رعبین سے ظاہر  
ویدال میں توحید کے مثل حیدر  
مریخ لرزتا ہے وہ ہے رعب داب  
رلت دجاہ میں ہے فقر و درع کی خواہش  
من اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی ارم  
قتب بینی و تدبیر میں ہنس و فریہ  
یہ ارض تو کیا ساتوں فلک چھانے  
دروان کے ہے وہ فلفلی احوال چشم  
وہ توکل وہ تجرود وہ بھروسہ حق پر  
سن اخلاق سے درپہ ہے خلقت کا ہجوم  
با سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرق ملت  
غیرۃ ہو کبھی شہ کی تو برسوں تاخیر  
صد کون و مکان ارض و سما دشت و جبل  
سرخ دیکھ کے افلاک پہ کہتے ہیں ملک  
عجب شان عاثر ہے کہ دیکھی نہ سنی



فخر بخشی سے برابر ہے طبیعت ایسی :  
 نہ حسد اور نہ عداوت نہ کسی سے کینہ  
 اس امیری پہ فاقی کا بھی جسکا ہے عجب  
 ظاہر اٹھاٹھ امیری کے فقیری اندر  
 دین و دنیا کے وہ رکھتا ہے مساوی پلے  
 خشک گردون کی بھی کیا اصل ہے اس کے لگے  
 رات دن مختلف ابوان میں گھوڑے جوڑے  
 ان کے گھوڑے سے بڑھیں دوڑیں کیا اپنی بجا  
 کو بچھلی لکے ذرا دیر میں تھوڑے ہو جائے  
 نظر مھر جوڑے جائے کسی پر اون کی  
 صید گمہ میں جو کبھی جاتے ہیں وہ بہر شکار

عار شہرت سے ہے اور نام سے اونچو نہ  
 آئینہ دل کا ہے وہ صاف نہیں نام کو رنگ  
 کلبہ فخر پر قربان ہے تاج و اورنگ  
 رکھتے ہیں سپہ قدیم چوم کے دریش سنگ  
 دن کو ہے کاب جہان شب کو دلف کی ترنگ  
 کھکشان آن ہے رہوار فلک یہ کائنات  
 گاہے شکی ہے سواری میں کبھی اسپہ سرنگ  
 باد و برق و شورشید فلک میں یون لنگ  
 جہر و الفت کی لگاتے ہیں دلون میں دوسرنگ  
 سنگ پارس ہو ذرا دیر میں پارہ سنگ  
 سر کبل دوڑتے آتے ہیں خود آہود کنگ

علم عرفان کی اشاعت میں محبت دی جو مدد  
 تو دشمن میں بھی بہا فیض کا ایک دوسرا لنگ

## مُباہیات

بہترین دور چنانچہ اچھا یا جنگ بھادور نام جنگ کا سرکار کا مقام نیکند و نعل  
 میں حامد یا جنگ ناظم بن کے طوبی کی طرح پیٹھ پھڑے ہیں تن کے  
 بیکندہ ہے بیکندہ قدم سے اونچے اور تیرہ سو چوبیس تین فصلی سن کے

ایضاً

وہ رعب ہے انکا کہ رزتے ہیں جنگ وہ عدل ہے انکا کہ عدل بھی ہو جنگ  
 کیونچہ رعب رشک چین ہو جنگ ہیں ناظم صحرائے دکن حامد جنگ  
 درج حمید النساء خاتم دختر نواب حیدر جنگ بھادور نام جنگات ملک سرکار کا  
 پشتون سے شجاعت کی ہیں رکن اعظم لیتے ہیں بہادر بھی اب وجد کے قدم  
 مردوں سے فن جنگ میں بہتر سے ہیں ہے فخر دکن آج حمیدہ خانم  
 گر آج یہاں خولہ ازور ہوتی ۛ ۛ خود اور شجاعت حمیدہ دیتی  
 کیونچہ کرے شیر نستان کو شکار سردار ملک کی بہادر پوتی  
 بتقیرب یازو ہم شریف بمقام نسیم بیگم ۱۳۳۲ باننا دورہ جناب جاہد یا جنگ بھادور  
 ناظم جنگات ملک سرکار کے

میں حامد یا جنگ دورہ یہ یہاں اور ساتھ ہیں نسیم بھی سہ فرزندوں  
 سن تیرہ سو چالیس پہ ہیں تین حجت کیا یازو ہم کی فاتحہ کا ہے سال

ایضاً

برانی سے ہے شیر کم ز نسیم بیگم کیمن خوش ہوں اس اندر سے غوث اعظم  
 دعوتیں ہیں جنگ کے قلی بھی اور میٹ کھانی ہے عزم و نیت اسے بھر کے بیٹ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## وِیْبَ اچہ

زمانے کی ناقدر دانیوں اور آنکھوں کی نابینائی سے یہ صمم ارادہ دلیس ہو کہ اب کوئی تصنیف سبک کے سامنے پیش نہ کر دیکھا اور اپنے وقت کو یاد الہی قیمتی شغل میں گزار دوں گنا۔ مگر ارادۃ اللہ غالب ہوتا ہے پھر میں کیونکر اپنے ارادہ میں مستقل رہتا۔ اس اثنا میں نواب میراج گنج علیہ در سے ملاقات ہوئی اور انھیں دیوان کا مسودہ دیکھا یا۔ نواب صاحب مہر وح نے حکم کر پند کیا اور فرمایا کہ اس سے قوم و ملک بہت فائدہ ہے جو پوچھنے کے سانچے اس حکم دوستانہ کی تفصیل مجھ پر فرض تھی اور میں نے المامور کو منقولہ پر عمل کیا۔ اور نواب صاحب نے اخراجات طبع کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اس لئے قوم و ملک کو فائدہ اس کتاب سے حاصل ہونگے۔ انکا شکریہ صاحب مہر وح کے لئے ہوگا۔ خاتمہ آنا لکھنا ضرور ہے کہ ملک ابھی اعلیٰ خیالات کے لئے تیار نہیں اور ہندوستان میں مہرتبی تصنیف پیدا ہوتے ہی کتاب خانوں کے گورستان میں دفن ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزار دین پیدا ہوتے ہی دایا کی غفلت اور مان کے دو دھڑ پلانے سے ملک عدم کو واپس ہو جاتا ان بچوں کی نہ تو قبروں کا نشان ملتا ہے اور نہ ان پر درود و سلام پہنچا جاتا یہی حال اس زمانہ کے مصنفین کا ہے کہ وہ انتہائی درجہ کی کس پرسی پر ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خاتمہ خادم ملک محب حسین

## قصیدہ درج عالی جناب آغا حامد یا جناب دہلوی سرسبز جنگلات

ہر ایک میرے مدح کی تسبیح سے رنگ  
 مافوق سے لڑتے ہیں لڑائی ہر دم  
 یہ نہتی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم  
 سولت حق کا ہے وہ عجبین سے ظاہر  
 رمیدہاں ہیں توحید کے مثل حیدر  
 لہریں لرزتا ہے وہ ہے رعب داب  
 دولت و جاہ میں ہے فقر و درج کی خواہش  
 سن اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی ارم  
 اقتبائی و تدبیر میں ہیں فسہ و فریہ  
 رُہ ارض تو کیا ساتوں فلک چھانے  
 دروآن کے ہے وہ فلسفی احوال چشم  
 نہ توکل نہ تجرود نہ عجب و نہ حق پر  
 سن اخلاق سے درپہ ہے یقین کا ہجوم  
 یا سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرقت  
 ضرورہ ہر کبھی شہ کی تو برون تاخیر  
 صد کون و مکاں ارض و سما دشت و جبل  
 سرخ ویکھ کے اخلاک پہ کہتے ہیں ملک  
 عجب شان عمار ہے کہ دیکھی نہ سنی  
 حیدر سے مخاطب ہیں یہاں حامد جنگ  
 تیغ لا اور لالا اللہ کی لیکر وہ تنگ  
 فی الحقیقت وہ ہیں دریا حقیقت کے تنگ  
 دیکھ کر شکل دیکھتے ہیں بیاباں میں جنگ  
 ایک ہی داریں کرتے ہیں دہلی کو چورنگ  
 دہلی میں شیرازیاں دیکھ کے شور و ہنگ  
 نوجوانی میں ہے تحصیل بزرگی کی انگ  
 کام دیتے نہیں کچھ ان کو شہر و خدنگ  
 صلح میں تیز روی اور لڑائی میں درنگ  
 دل میں پیدا ہوا گریہ و ساحت کی تنگ  
 اس طرح جیسے کہ بجتا ہے کوئی پنی کرنگ  
 دشت بر حوال میں جا کر گئی تھانگ  
 شمع پر جیسے کہ اطراف سے گرتے ہیں تنگ  
 بے تعصب ہے وہ دل جیسے کہ آب بیرنگ  
 خیر کے کرنے میں کرتے نہیں دم بھر بھی درنگ  
 وسعت ہمت عالی کے مقابل میں ہے تنگ  
 بڑھ گئی چرخ چہا دم سے بھی کیا ارض تنگ  
 دہ چہر کھٹ وہ سہری وہ تپائی دہ تنگ

ہر ایک میرے مدح کی تسبیح سے رنگ  
 مافوق سے لڑتے ہیں لڑائی ہر دم  
 یہ نہتی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم  
 سولت حق کا ہے وہ عجبین سے ظاہر  
 رمیدہاں ہیں توحید کے مثل حیدر  
 لہریں لرزتا ہے وہ ہے رعب داب  
 دولت و جاہ میں ہے فقر و درج کی خواہش  
 سن اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی ارم  
 اقتبائی و تدبیر میں ہیں فسہ و فریہ  
 رُہ ارض تو کیا ساتوں فلک چھانے  
 دروآن کے ہے وہ فلسفی احوال چشم  
 نہ توکل نہ تجرود نہ عجب و نہ حق پر  
 سن اخلاق سے درپہ ہے یقین کا ہجوم  
 یا سخاوت ہے کہ جس میں نہیں فرقت  
 ضرورہ ہر کبھی شہ کی تو برون تاخیر  
 صد کون و مکاں ارض و سما دشت و جبل  
 سرخ ویکھ کے اخلاک پہ کہتے ہیں ملک  
 عجب شان عمار ہے کہ دیکھی نہ سنی

غمزدہی سے برابر ہے طبیعت ایسی :  
 نہ حمد اور نہ عداوت نہ کسی سے کینہ  
 اس امیری پہ فاقہ کی گاہی چسکا ہے عجب  
 ظاہر اٹھاٹھ امیری کے فقیر کی اندر  
 دین و دنیا کے وہ رکھتا ہے مساوی پلے  
 خنگ گردن کی بھی کیا اصل ہے اس کے لگے  
 رات دن مختلف ابوان ہیں گھوڑے جوڑے  
 ان کے گھوڑے سے بڑھیں دو طبع کیا ان کی  
 کوہی لٹکے ذرا دیر میں تھوڑے ہو جائے  
 نظر مھر جوڑے جاے کسی پر اون کی  
 صید کہہ میں جو کبھی جاتے ہیں وہ بہر شکار

علم عرفان کی اشاعت میں عجب عجب جو مدد  
 تو دکن میں بھی بہا فیض کا ایک دوسرا انگ

## مَـبـاعِیات

بتقریب چنانہوا چکا تھا در ناظم جنگ اسرار کا بمقام نیکندہ و نخل  
 میں حامد یار جنگ ناظم بن کے طوبی کی طرح پیٹھ پھڑے ہیں تن کے  
 نیکندہ ہے بکنٹھ قدم سے اونچے اور تیرہ سو چوبیس ہیں فضلی سن کے

ایضاً

وہ رعب ہے انکا کہ رزتے ہیں گنگ وہ عدل ہے انکا کہ عدل بھی چونک  
 کیونکر محبت رشک چین چو نخل ہیں ناظم صحرائے دکن حامد جنگ  
 درج حمید الشاہ خانم دختر نواب جگدیار جنگ بجا و ناظم جنگلات ملک سرکار کا  
 پشتون سے شجاعت کی ہیں رکن اعظم لیتے ہیں بہادر بھی اب وجد کے قدم  
 مردوں سے فن جنگ میں بہتر ہے بن ہے فخر دکن آج حمیدہ خانم  
 گر آج یہاں خولہ ازور ہوتی ہے خود داد شجاعت حمیدہ دیتی  
 کیونکر نہ کرے شیر نستان کو شکار سراسر ملک کی بہادر پوتی  
 بتقریب یازدہم شریف بمقام نرسیم مٹھ ۳۳ آگاہنا دورہ خانب جا بیدار جنگ بہادر  
 ناظم جنگلات ملک سرکار کا

میں حامد یار جنگ دورہ یہاں اور ساتھ میں بیگم بھی معہ فرزنداں  
 سن تیرہ سو چالیس پہ ہیں تین محبت کیا یازدہم کی فاکس کا ہے سماں

ایضاً

برانی سے ہے شیر کم نرسیم پٹھ بھوٹ میں جنگ کے قلی بھی اور میٹ  
 کیدن خوش بہوں اس نذر سے غوث اعظم کھائی ہے عزیزوں اسے بھر کے پیٹ

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## رویفالف

بدھو دیکھو اُدھر منہ ہے سامے تاسمکتا  
 تجھے غائب سمجھتے ہیں ہیں ہے نور اکھنیں  
 فقط اللہ واقف تھا حقیقت سے تری اُم  
 شجری سے نہ کچھ الٹی انا انہی کی حلائی  
 نہیں ترے سوا عالم میں کوئی ظاہر و باطن  
 مہمیز کوں ہے تیرا کہ عقل فلسفی ڈھونڈھے  
 فضیل باہر نہ ہی کچھ نہ میز دل غایت تھے  
 یہ شیرینی ہے جن عشق میں ہے ہی غافل  
 بقیہ اکھنیں آتی ہیں الہی صبارت کی  
 تری نیز گچیاں ہم دیکھتے ہیں چشم ظاہر سے

وہ نابینا ہے جو دیکھے نہ چہرہ مرد مک تیرا  
 ظور حسن و اُم ہے زمیں سے تا فلک تیرا  
 بھلا کیا جانتے خود مرتبہ جن ملک تیرا  
 کلام ہر لسان دہر ہے لاریب شک تیرا  
 پتہ پایا نہ کوران جہاں نے آج تک تیرا  
 نہ جن و فضل تیری ہے نہ کوئی شترک تیرا  
 بہت میں ہو گیا ہے فضل جن پر یک بیک تیرا  
 مزہ دیتے نہیں جیتک ان میں ملک تیرا  
 نہ دیکھے جلوۂ الوار جیتک مرد مک تیرا  
 جہاں ہے آسمان خانہ زمیں سے تا فلک تیرا

ترے رتبہ کو سمجھے وہ محبت جو غرق الفت ہو  
 یہ جوہر میں کئی نہیں اور دربان ہی ملک تیرا

صاحبِ لولاک، شانِ کبیرا  
 شکلِ آدم میں ہے جانِ کبیرا  
 ہے زمین و آسمانِ کبیرا  
 ان کا نیزہ ہے نشانِ کبیرا  
 در ہے ان کا آستانِ کبیرا  
 جانِ احمد اور جانِ کبیرا  
 کل یوم جب ہے شانِ کبیرا  
 ہے مکان و لامکانِ کبیرا  
 میں موحّد حسانِ کبیرا

یہ محمد حبیب و جانِ کبیرا  
 باطنِ انکا حق ہے ظاہرِ انکا خلق  
 فرشتہ و گنبدِ روضہ اقدس کا وہ  
 اُرمیتِ اذرمیتِ گفتِ حق  
 سجدہ گاہِ عالم ملک ملک  
 ایک ہی پہاڑ میں کیا فرق ہے  
 کیوں نہ ہم دیکھیں انھیں ہر شاخیں  
 روضہ اقدس کی بھی کیا شان ہے  
 غیر حق جو انکو سمجھیں غیر ہیں۔

ہے محبت میں محبت کچھ تو مزا  
 عشق ہے جب جسم و جانِ کبیرا

ہے پیرِ مغانِ سلام تیرا  
 ہر نام صنم ہے نام تیرا  
 اک جا نہیں بچھیتا م تیرا  
 بے صوت و صد اکلام تیرا  
 ہر فرشتہ ترا ہے بام تیرا  
 ہے بانگِ گدِ اسلام تیرا  
 ہر خطبہ دلِ پیام تیرا  
 ہے شاہ و گدِ اسلام تیرا  
 جنت میں ہے پھر تو گام تیرا  
 ہر صوت و سخنِ کلام تیرا

یہ بزمِ تری ہے جسام تیرا  
 اللہ و خدا ہے اسیمِ اعظم  
 عالم کی ہزاروں منزلیں ہیں  
 سستا ہول میں گوشتِ دل کی قہر  
 کچھ دیر و حرم نہیں ہے خصوص  
 گرا اپنی غرض کی دوستی ہے  
 ہر تارِ نفس ہے تارِ برقی  
 اے عشقِ خدا بجائے تجھ سے  
 رکھا سہرِ نقس پر قدم جب  
 تو ہی ہے کلیمِ اور ساجد



تو ہی تو ہے جانِ جملہ عالم      ہر شے کا ہے اسم نام تیرا  
 تیرے ہی تو مختلف ہیں اسماء      جاری ہے زبانِ پسند تیرا  
 رحمت میں ہیں غرقِ ارضِ افلاک      ہے رحم و کرم جو عمام تیرا  
 ہوتے ہیں کبھی کو رنج و راحت      ہر دل میں جو ہے مقام تیرا  
 بے بیخ کے کیا لے محبت گنج  
 یہ تو ہے خیالِ حُسام تیرا

مسجد میں خدا خدا نہ کرنا      ہاں سجدہٴ بیتِ اقصا نہ کرنا  
 مرزا نہیں، عشق میں ہے جینا      اس درد کی کچھ درد اٹھ کرنا  
 برتاؤ خدا کی خلق کے ساتھ      اچھا کرنا، بُرا نہ کرنا  
 ہے شرم و جفا خدا سے لازم      کرنا بندوں سے یا نہ کرنا  
 پایا دریا ر خاک ہو کر      اس درد سے جدا جہا نہ کرنا  
 ہم میں بھی ہے وقتِ تحسُّل      تم و ارب بھی خطا نہ کرنا  
 دشمن پر بھی اپنے وقتِ قابو      کرنا ہی کرم و جفا نہ کرنا  
 منظور ہے گرفتارے مطلق      اللہ سے بھی دعا نہ کرنا  
 سہنا بخوشی ہزار تکلیف      یاروں کو مگر حفا نہ کرنا  
 یہ رسمِ قدیم ہے بتوں کی      دل لیکے کبھی وفا نہ کرنا

النت میں محبت ہے لاکھ گفت  
 خود آرزو سے بلا نہ کرنا

زاہد نے جہاں کا خواب دیکھا      مستوں نے اسے حجاب دیکھا  
 جب آتشِ عشق میں جلے ہم      دوزخ کا نہ پھر عذاب دیکھا  
 کیا اس نے جہاں کے خیر دیکھے      جس نے نہ تو اعتبار دیکھا

ہے ایک بنائے جملہ اعداد  
حاصل کو مثال مار و کثر دم  
ہیں ذات و صفات اس کے دائم  
بہر می سے خدا کے دوستوں کا  
انہما جو دوئی کا دل سے پردہ  
زقت میں کٹی جو عسّ ساری  
یہ عشق ہے ایک راہ پیدہ  
سمجھے کہ سفر ہے غرقِ رحمت  
ثابت ہوا بمیشال ہودہ  
دیکھی نہ کبھی حسرتانی دل  
مرنے پہ کھلا کہ سمنے ہی کر  
جز وہم دوئی کے اور کس نے

کثرت کا نہ کچھ حساب دیکھا  
کھاتے ہوئے پیچ و تاب دیکھا  
دنیا کو مگر سراسر دیکھا  
جاتے نہ کبھی شباب دیکھا  
ذرہ میں بھی آفتاب دیکھا  
دو رخ میں بجلے عذاب دیکھا  
ہر راہ میں پیچ و تاب دیکھا  
جب برق کو زیر آب دیکھا  
ہر شے کو جلا جواب دیکھا  
سوار یہ تن خراب دیکھا  
دینا کا عجیب خواب دیکھا  
دریا سے الگ جاب دیکھا

تب آنی سمجھ میں پہنچے کاری  
جب دلوں کو محبت کا آب دیکھا

شمع پہ گر کے کھلا حال جو جلجلیکا  
داغِ حسرت میں ہمیشہ تروتازہ ہیں  
جا کے کیا کچھ نگاہ بیتِ حرم میں کیا ہے  
مئے پئے جا کہ غم دھڑے ہو جا نجات  
دیکھتے خود کو میں جن خلق کے آئینہ میں  
دلِ مجلِ جائے جو دنیا پہ تو کر عشقِ صنم  
تیرے عشاق ہیں ہر در و جہاں آزاد

عین کیا حق یقین علم ہے پردہ آکا  
اگر کسے تانکو نہیں خوف ہی مہجھانیکا  
راستہ لیجے کسیدھا ہے وہ تہانہ کا  
دور گردوں میں عجب دہے پیمانہ کا  
بار اٹھاتے ہیں وہی خوش کلاہیکا  
حیلہ یہ خوب اس طفل کے بھلا نیکا  
نہ خیال بخو ہے جینے کا نہ مرجانیکا

کچھ بھی سراسر حقیقت کہ نہیں جنکو خبر  
 عشق دینا ہے اسے اسکو جو خدا  
 بستیان بسکے اجر جاتی ہیں روزِ بہا  
 پنج سے پیر مو پیر سے پھر مرج ہوا  
 اپنے ہی دم سے لڑتا ہے بھی ملتا ہے  
 بت پرستی ہی سے ہوتا ہے خدا کا دید  
 بعد مر نیکی میں سب از دو کوئی باہر  
 کچھ چھپانے بھی سراسر حقیقت ہے  
 شرک کو چھوڑ کہ اس ہم دہی کو گز

ڈرائیں تو جہنم میں ہے گرجا نیکا  
 ایک ہی حال ہے ہشیا کا دیوتا  
 حال عبرت دزد کچھ تو دیرا نیکا  
 ہے یہی سلسلہ آئینا یہاں جا نیکا  
 کچھ عجب حال ہے اس عقل کے دیوانیکا  
 شیخ کرتا ہے طواف آکے جو تھانیکا  
 دفن ہوتے ہی کھلا بھید ہر اک نیکا  
 نام بزم انا الحق ہے دیوانیکا  
 حق کی جانب تو کبھی راہ نہیں پانیکا

وہ جو الفت کے مزے بنے اور اپن  
 شیخ جنت بھی حوروں سے نہیں پانیکا

ہے یہ سماں بہار کا لطف ہر لالہ زار کا  
 اچھی شلخ میں ہاں خار بھی گل بھی ہریاں  
 حرم غضب کے چھوڑ کر پنجہ لطف موڑ دے  
 عشق کی وہ شراب ہے جس کا آفتاب ہے  
 جتنے مراقبات میں راہ ترقیات ہیں  
 دم کو سمجھ کہ ہے وہ کیا بال کسی کی زلف کا  
 سینہ سپر تھا جو شب رکھتے تھے سپر جنگو  
 روز سزا ہے اور جزا در میں کوئی مبتلا  
 جسکی خودی ہوئی فنا اوس کو ملی یہاں بقا  
 روزِ است یاد کر ذات احد پر تھی نظر

وقت وصال یار کا مستی پامیدار  
 مرتبہ ایک ہے کہاں بگ کا گل کا خار  
 زہر کا دانت توڑ دو ڈر نہیں پھر تو مار  
 مست نہیں خراب ہے نام نہیں خمار  
 نقد معاملات ہیں نام نہیں ادھار  
 سب کے تنوں میں کب بندھا سلسلہ ایک تار  
 صبح کو ہے زمین آب حال تو دیکھ مار  
 گھر ہے کہیں ہشت سا دن ہے ہی شمار  
 چرخِ خنم سے بڑھ گیا مرتبہ اس چار  
 اپنی خودی سے درگزر وقت یہی ہے کار

لوجہاں میں ہے یہاں گماؤ خین گے چنوں  
 انے میں گو جہاں اجد ا یک ہی چل دیں  
 یرو حرم سے در گذر و گونا خدا کا گھر  
 ل میں خدا کو یاد کر روک بدن کے چنوں

دل و محبت خدا کا گھر دیر و حرم سے خوشتر

گرد و طواف اسی کے کر جج ہے یہی کبار کلمہ

نہ تھا احمد پیار خدا سے جدا کہا اس کو خدا تو پہنوا  
 میں سمجھا و راہی عدو کے بشکر خدا تو اصل اور جہاں تو  
 ہوی مرتے ہی ظلمت تہ عیان تھا نور کا جس میں راہی ان  
 ہے اپنی خودی میں اٹھ پھر ہوی جہاں میں عمر و زہر  
 یاد لے سچے خودی کو لانا اے پیچیدہ آپ ہے خدا  
 عمری سے کی جو جہاں نہ نظر ہوی ہم کو ذریعہ کی خبر  
 دی عمر نزار و دعا میں بسر کئے دیر و حرم کے طواف کر  
 نیر حرم سے گئی کئی جہاں کوئی اس کی نظر میں نہ آجلا  
 نہیں اپنے خیال راہنا اثر نہیں آجلی کل کی کی خبر  
 صفی ذکر کی پھر گئی کئی کہ بغیر زبان ہے کلام جلی  
 رو کو ذریعہ غایب میں خیر تری چال میں لکھیں دفتر  
 ری تیر گئے خدائی قسم کے قتل بہت آہو حرم  
 تھا قتال و دل حین میں اگر مرے حال ہوتی کر مئی

ہوی عشق میں عمر محبت جو بسر راہیم کا ہوشن جانکی خبر

ہی رچہ اسی کے ہماری نظر کبھی شغل من از دوہا ہوا

حال ہے باد و برق ساں خاطر سبقر ار کا  
 یہ بین عیان ثابتہ دیکھ مٹا نار کا  
 ذکر اوی کا درو کر وقت ہی وصل رکا  
 برج حد سے ہونہ سر ایک بھی پھر صفا کا

مری دل نے یہ جوش جو نہیں کوئی دوسرا اس کے لہو ہوا  
 کئے مکرو ذریعہ ہزار مگر کوئی عید خدا سے جدا ہوا  
 کئی ہر گناہوں میں صفت یہاں گمراہینہ دل کا صفا ہوا  
 کہا تونے آگے یہ وقت سحر کوئی فرض خدا کا ادا ہوا  
 رہا اسکا وجود نہ اس کا جفا ہوی سور و حرم خطا ہوا  
 رہا پھر تو نظیر نہ خیر نہ شر ہوا صبر میں وہ برا ہوا  
 ہر عشق کا دل پہ ذرا نہ اثر جو خودی میں تھا ہوا  
 کوا لکھنا ہ ہزار خطا کسی ایک سے وہ خطا ہوا  
 ہوی خیر میں سے اسی کی بسر و حرم قائل حکم قضا ہوا  
 ہوی باہل پنے کوئی نہ کی جو یہ ہوا یہ کلام ہوا  
 کئے توان قرار ہزار مگر کوئی ایک بھی عفو قضا ہوا  
 ہوا پھر کچھ کے تیر ستم کوئی ایک نشا نہ خطا ہوا  
 گئے رات کو آپ قریب گھر مجھے برسے پائی خطا ہوا

خیال خام ہے سرین یہ خود نمائی کا  
خدا کی ست کہو کس طرح ہو قلوب مع  
خدا و خلق جدا کب میں بات ہے اتنی  
مطابقت نہیں کچھ قول فعل میں باہم  
ہزار رنگ و آواز ہر سامنے وہ شوق  
خلعے دمی جوانی تو ہو گلو پہنہ نثار  
کمال عشق ہی ہے کہ زشت و خوب ایک  
محال ہے عمل خیر رائیگاں ہو بھی  
غلطی ہی اتحاد فانی تھی مہر سے جو عید  
جنون نہیں کہ دنیا کی سمت ہوں مال  
پھر نہ ٹھوکر کھل تائیں در بدر صد شکر

خودی کو چھوڑ دو مالک تو خدائی کا  
یہاں خیال ہے ہر شخص کو خدائی کا  
کہ وہم پڑ گیا ہے خلق کو جدائی کا  
زبان کرتے ہیں عوی وہ آشنائی کا  
غضب کا شوق ہے پر وہ محبت مائی کا  
یہی توفیق ہے کچھ صمت آزمائی کا  
اثر نہ دل پہ ہو تیرے کسی برائی کا  
شر برا نہیں کیا کبھی بھلائی کا  
گلا نہیں ہے میں اس سے ہونائی کا  
یقین ہے اس زن بد خو کی فحاشی کا  
ہوا جو شوق ترے در کی جہہ سائی کا

محبت سمجھ نہیں سکتا ہے عشق کو وہ بھی  
مزد نہ چکھتا ہو جس نے کہ آشنائی کا

کل کا الگ جو یار ہے میرا  
زیست میں نیستی سے کام رہا  
جس کو کہتے ہیں ہر روز جزا  
نفس کجواہ ہے رہنا طریقی  
جب سے چھوڑی ہے غیرت مینے  
کشرش عشق ہر دو جانب ہے  
اپنے دل پر نہیں ہے جب قابو  
ما سوا سے نہیں مجھے مطلب

سب پر پھر اقتدار ہے میرا  
بے نشانی مزار ہے میرا  
وہ بھی ادنیٰ شرار ہے میرا  
راتہ پچھدار ہے میرا  
جس کو دیکھو وہ یار ہے میرا  
ان کو بھی انتظار ہے میرا  
کہ پھر اختیار ہے میرا  
لاالہ شاعر ہے میرا

شغلے اور خدمت ساقی      بس ہی روزگار ہے میرا  
 اختلاف خواص و لعن عوام      اک یہی اشتہار ہے میرا  
 خاکری کا بیٹھے یہ عروج      آسا پھر غبار ہے میرا

کی محبت جھٹ جھٹ جو دینا ہے

غم سے سینہ فگار ہے میرا

پیش نظر ہے دلبر و الشمس و الضحا  
 ہے آفتابِ وحدت پر تو فگن دلو پز  
 رخسار مہر تاباں چین چین جبین  
 دنا ان لبے تیرے اسی ماہر و مجل میں  
 جلوس دکھاری ہیں سنگ شجر تیرے  
 تیرا ہی تو ہی چہرہ آنکھیں ہیں جسے خیر  
 جب آفتاب وحدت چمکا تو پھر یہ کثرت  
 ہے کثرتِ بجلی دیدار رخ سے مانع  
 چمکا جو سیر دل میں وہ آفتابِ وحدت  
 آئے ظہیر ہر اندر خورشید ماہ و اختر  
 پر طرہ کل میں علیہا ناز کہ یار کا رخ  
 وہ خواب میں جو ایسے بچھا میں درخش  
 صورت جو اس کی دیکھی قرآن سارا جلو  
 گرتے ہی برق وحدت تھا طہور اکمل  
 اس ایک مہر و ش کی ساری بجلیاں ہیں  
 سورج جو بوجھے ہیں کیا میں ہی آئی

ہر شے ہے مہر انور و الشمس و الضحا  
 روشن ہیں جسم کے گھر و الشمس و الضحا  
 قطرے عرق کے اختر و الشمس و الضحا  
 الماس و لعل گوہر و الشمس و الضحا  
 آتش شرار و اختر و الشمس و الضحا  
 خورشید روز محشر و الشمس و الضحا  
 ہے شبنم گل تر و الشمس و الضحا  
 خیرہ ہے دیدہ سرو و الشمس و الضحا  
 دیکھا جہاں کو اندر و الشمس و الضحا  
 کھلتے ہیں دل کے جیب و الشمس و الضحا  
 پردے سے ابے ہا مہر و الشمس و الضحا  
 آیا ہے مہر سر پر و الشمس و الضحا  
 صورت ہی ہے از بر و الشمس و الضحا  
 موسیٰ گرے زمین پر و الشمس و الضحا  
 کیا عرض کیا یہ جوہر و الشمس و الضحا  
 یہ بھی ہے رو و دلبر و الشمس و الضحا

تا بجائی لحد کی کیا سکرے محب کو  
دل میں ہے بیکہ دلبر و لاشعرا

جلوہ گاہ ازلی ہے یہ مکان دنیا  
ناز و انداز کرشمے ہیں کہاں حوریں  
ہے اسی عالم ناسوت میں تکمیل صفات  
عیش و شادی و غم و رنج ہر سب یکساں  
رنج و شادی و غم و غمیں گزر جاتے ہیں  
کچھ تپہ ہی نہیں چلتا ہے کدھر جاتی ہے  
کیا بھرا جائیگا بھرے یہ قعر و رنج  
غیرت چھوڑ کر مل جائے غم و رنج  
غضب و شہوت و لذات جہاں ہیں رنج  
جان و نیکی ہے عرفان خداوند جہاں  
جا کے ویرانوں میں گرتے ہوئے تاروں  
روز افزوں ہے ترقی پر شباب عاشق  
شاد دیا نے کہیں بجتے ہیں کہیں ماتم ہے  
آدمی چیز ہے کیا صید فرشتے بھی ہو  
ہر در کانٹہ کانٹہ شد کی مثل  
رہ کے دنیا میں ہوے آہ گرفتار بلا  
دیکھ پتھار کا میز و پیہ امید کن نہ جا

کل یوم مہم جو فی شان و شان دنیا  
دل فریبی میں ہیں ہمیشہ تباہ دنیا  
بدگمانی سے ہے جنت پر گمان دنیا  
بے ثباتی ہے یہی ایک نشان دنیا  
سیل دریائے فنا سے گزران دنیا  
بے نشانی ہے فقط ایک نشان دنیا  
خواہشیں چھوڑ کہ ہو بندہ ہاں دنیا  
عین دنیا ہی میں ہے تجھ کو خان دنیا  
ہے مگر ذکر خدا ایک جنان دنیا  
ہے غلط یہ کہ زور و مال ہے جان دنیا  
سن ذرا کان لگا کر تو بیکان دنیا  
اگر بڑھوں سے بھی بدتر ہے جوان دنیا  
نغمہ عیش ہیں یہ آہ و فغان دنیا  
حرم شہوت ہے غضب تیر و کمان دنیا  
سب کو اپنا ہی سا کر لیتی ہے کان دنیا  
قابل رحم ہیں آفت زدگان دنیا  
زہر آلود ہے اندر سے یہ خوان دنیا

بیٹھے عزالت میں محبت چھوڑ کے دنیا کی ہوں  
کہ یہی ہمدرد توکل ہے جنان دنیا

مرتبہ خاک سمجھتے ملکِ جان تیرا  
جس طرف دیکھے اُترتا ہے تیرا ذکرِ اعلیٰ  
بیشاں تا ہی تو ہی اور تو ہی کہتا ہے خدا  
جس کی جی چاہتا ہے اسکو بنا تا ہے خدا  
تو نہ سجدہ کرے گریبت کو تو سچو محبوب  
تجھ میں ہیں بندہ واللہ کی شانیں تو  
حور و غلمان و ملک تیری یہ خادیں  
جتنے اوصافِ خدائیں ہیں وہ تجھے ہیں  
تیرے انوارِ جمالی و جلالی میں  
جو ترے دل کا تقاضہ کر دہی ہو سنا  
تیرے رخسار میں ہر دونوں شد و اقام  
عالمِ فرق میں وحدت کو نہ تو سمجھے گا  
دارِ دنیا میں آتا ہے تو کیا لاتا ہے  
بیٹھ جاتا ہے جو تو اس پر توکل کر کے  
عشق کو چھوڑ کے دنیا میں جھینس جاتا ہے  
زن و فرزند سے رکھتا ہی اُمید افزا ہے

یار سے کہے جد جو ہے تجھے فکرِ حال

ہے یہ وہی و خیالی محبتِ اراں تیرا

خدا کے گھر میں یہ طوفِ صنم کیا  
دنا سی دیر کی شادی و نکاح کیا  
یہ حادث کیا ہے یہ ستر قدم کیا

کہیں کیا رنگِ اسود ہے حرم کیا  
خدا کی سمت پھر دنیا سے مخدوم کیا  
خود اپنے دل سے جسم و روح کو چھو



کوئی موجود ہوتا ہے عدم کیا  
 سمجھ دل میں کہ ہے لوح و قلم کیا  
 خدا جانے کیا کیسے ستم کیا  
 یہ تن کیا ہے یہ جاں کیا جو دیم کیا  
 کیا ہے اس نے قرآن میں قلم کیا  
 کرینگے خراج دینا رد و رم کیا  
 تو بچھو دیکھینگا تو سسیرا رم کیا  
 بلا لا لگی جھوٹو پیر ستم کیا  
 نہ سمجھے جو ستم کیا ہے کرم کیا  
 ہمیں سے پوچھتے ہیں وہ جنم کیا  
 پیالہ گل کا کیا اور جام جم کیا  
 اثر اپنا کریگا اپنے ستم کیا

اضافی ہے قنائے عالم دھر  
 شکم میں ماں کے کھینچا نقش تیرا  
 نہیں بیوجہ گھبراہٹ یہ دل کی  
 کبھی اسپر بھی کی ہے فکر تو نے  
 ہوا معلوم رخ کے خال و خط سے  
 خودی والے خدا کے راستہ میں  
 رہنگی بند گریہ دل کی کھین  
 خدا جانے کہ آخر کار ایک دن  
 کہے کیا اس سے کوئی حال اپنا  
 نہیں قرآن میں پڑھتے خسر اور خیر  
 چھٹی جب خود نمائی کہہ دوخت  
 جو سمجھے ہیں حقیقت سب کی ایک

محبت اس سخت دل سے کیا محبت

جو کہتا ہو کرم کیا ہے ستم کیا

اٹھنا نہیں ہے سہل دہلی کے جہاں  
 جلوہ سہرا یک سمت ہے اس بے نقاب  
 موقع ملے نہیں بھی اگر انتخا ب  
 کیا حوصلہ کسی کو سوال جواب  
 پڑتا سیاہ سر پہ ہے نور آفتاب  
 بحر محیط عین ہے موج و جواب  
 پڑھتے دہی سبق توہم الکتاب

دیکھنا نہ کر چشم نے رخ آفتاب کا  
 آنکھوں کا ہے تصور کہ دیکھیں نہ دئے یا  
 تیرے سوانہ لینگے کسی اور شے کو نام  
 عاشق سے آکے پوچھیں گے کیا منکر و خیر  
 کہ دل میں سوتے جاگتے اس مہر و نگر یاد  
 بندے ہیں اور حق میں نہیں غیرت کوئی  
 کرتے ہیں یاد روئے کتابی کو جو دوام

دینا کا مال و جاہ ہے وہو کا سراب کا  
کیا خام سے مقابلہ پختہ کباب کا  
ابا و ادلیا سے ہے خطہ دوا آب کا  
نا اہل مستحق نہیں ہرگز خطاب کا  
شکل گرہ سے سامنا نہر و غاب کا  
طاعت میں گر خیال ہے مجھ کو آب کا  
پڑ جائے شیخ کو بھی جو چکا شراب کا  
فیض قدم ہے یہ ترے خانہ خراب کا  
پاتا دہی ہے مرتبہ علیٰ جناب کا

وہ خاک رسی علی مرتضیٰ کہاں  
رشتہ بہت ہیں نام محسب بو تراب کا

کافی ہے درد نام خدا سے کریم کا  
سالک یہاں وہی ہے رہ مستقیم کا  
ہو باب اس جہاں میں خست یتیم کا  
حکمت بغیر فعل کہاں ہے حکیم کا  
ورنہ ہے ایک علم ہزاروں علیم کا  
انساں میں وصف ہے یہ خدا کریم کا  
منظر جہاں میں ہے وہ خدا کریم کا  
دیکھ آئینہ میں عکس حادث و قدیم کا  
مطلب کھلا ہوا ہے الف لام میم کا  
انساں ایک نام ہے ذہن سلیم کا

آتا نظر ہے دور سے پانی نگر ہے خاک  
بے سوز عشق لطف نہیں ذوق و شوق میں  
بحیر میں معرفت کی یہ گنگا جن نہیں  
دیوانہ تیرے عاشق شیا اکا ہے خطاب  
لطف و کرم تو یار کے ہوتے ہیں لایزب  
یہ بھی ہے ایک نفس رستی جی بھی ہو  
سجدہ کو چھوڑ کر درمیانہ پر پارے  
بگل بن بھی جو جا تو ہو جائے رشک خلد  
ہوتا ہے انکار سے جو خاک کو کئے یار

بنت کا شوق اور نہ دل ہے جسیم کا  
بکڑا ہے جسے خاتم پیغمبران کا لحد  
گر آخرت میں چاہتا ہے حور اور قصو  
جسکو سمجھتا ہے غلط وہ بھی ہے صحیح  
حادث کی اور قدیم کی بنت سے فرق ہے  
رحم و کرم سے جن و ملک سے بھی بڑھ گیا  
اہل کرم کیوں نہ کرامت نصیب ہو  
عالم ادھر ہے اور ادھر ہو کا ہے سماں  
اشد و لوج اور محمد کے ہیں حروف  
سیرت میں جانور ہو تو صورت کیا حصو

ہے قحط ہر زمانہ میں مردِ منہ سیم  
 پہنچا یہ حال تیرے مسیح و کلیم  
 یہ شکر واقعی ہے خدا کے فیض  
 دامن بیکڑ جہاں میں خدا کے ندیم  
 عاشق ہوا ہے کس زن بد خو عقیم  
 پھل پہلے تلخ بعد میں شیریں ہے نیم

نام نعم میں جہاں میں محبت موردِ خدا

راہِ نجات نام ہے طبعِ سلیم کا

سب جا دی ہے فرق مگر ہے نگاہ کا  
 قیدی ہر سر لکھتے ہیں دنیا کی چاک کا  
 رتبہ سو ہے تلخ سے دلِ گناہ کا  
 غافل ہی دعوں تو ہے بیکری کا  
 ہے خوف مشکلات میں لیسکن بنا کا  
 دامن بیکڑ فقیر خراب دہنا کا  
 دل میں گداز ضرور ہے کچھ اشتباہ کا  
 طالبِ خدا پرست نہیں ال و جاہ کا  
 یارب کھانا منہ مجھے روزِ سیاہ کا  
 رہبر ملے اگر نہ کوئی تجھ کو راہ کا  
 فعل ہے گواہ یہاں درِ دُعا کا  
 تیرے گدائے در پہ ہے سراپا دُعا کا  
 دل میں تیری خیال بھی ہے گر گناہ کا

کثرت سے ہر مقام میں لاکھوں پہننا سمجھ  
 تیرے سوا انسانہ کیا غیر سے کلام  
 نصرت ملے تو اس میں سے کچھ راہِ حق  
 محبت سے اہل حرص کی ہر سیر چاہیے  
 ہوتی جو عقل لذت دین کو چھوڑتا  
 ہوتا ہے ناگوار بھی عادت سے خوشگوار

جھگڑا ہے دیرو کعبہ میں عبدِ والد کا  
 آزاد وہ ہے حرصِ غیب سے جو چھٹا  
 پابند حرصِ تارکِ حرص ہوا کو دیکھ  
 سیشین گن کی مثل میں آ جا خرچ سے  
 ناگردہ کا پہل سمجھتے میں عیشی یار  
 ویرانہ میں لیٹا کوئی گنجِ لازمِ ازل  
 جہنمِ قتل کے مطابق کیا ہو  
 دل ایک اس میں کی محبت سے کیا  
 وہ دن نہ آئے پھر کہ جو وہ رو رہو  
 چل نقش پا کو دیکھ کے لمبا یگسا رنگ  
 دل میں ہو در و در تو ہوں تو الچ اثر  
 دیکھیں تری گلی کے فقیر دُعا مَر تبہ  
 مجرم ہے تو خدا کا اگر خلق کا نہیں

پستی گرین کے پائے میں اہل صفاء و مرج  
یوسفؑ کے حال پوچھ لے معراج فدا کا  
جاگین تو اس کی یاد دہو سوئیں تو اس کا فکر  
یہ ہے وظیفہ عشق میں شام دیکھا کا  
ذکر خدا سے پڑتی ہر دلیر شواہج و زنج  
گو یا ہم مقابلہ ہے ستمش ماہ کا  
سرکش محبت غور سے رخسارِ گل میں ہے

پامالیوں سے کچھ بھی نہ بگڑا لگیا ہوا

خیال سے نہ دل میں ماسوا کا  
بتوں سے پاک کر تو گھر خدا کا  
ہزاروں سرگئے اس جستجو میں  
نہ نہ منکر کبھی جن و ملک سے  
یقین کر کے ہو اللہ احکام پر  
دکھا یا مجنہ ہم نے عصا کا  
ہو اہانت سے اپنی خود خطا دار  
و گرنہ تھا کہاں غافل خطا کا  
دیا جو چاہا کس کا حق و ناحق  
نہ پوچھو حال کچھ اس کی عطا کا  
ترزی تہ بیر سے ہوتا دہی ہے  
ارادہ ہے جو پہلے سے قصا کا  
سلطہ تجھ پہ ہے چنگیز و تار  
نتیجہ دیکھ تو جو رجسنا کا  
مضامین تو وہی ہیں شاعری میں  
اثر ہے مختلف طرز و ادا کا  
شفا کا دقت آجاتا ہے جدم  
تو بھونکیں کام کرتی ہیں دوا کا  
کیا کر خلق کی حاجت روائی  
ہنیں کتاب ہے کام حاجت روا کا  
ترا ہی شوق کرتا رہی ہے  
ہنیں ملتا ہے جب رہنما کا  
نہ چھوڑی غیریت دنیا کو چھوڑا  
نہ سمجھا راز تو نے الفت کا  
لگانہ تم سے بیگانہ جہاں سے  
وہ ہے دنیا میں مستوجب کا  
کیا افتائے راز عشق جس نے  
یقین بگو ہے دنیا بی وفا ہے  
پھر اس پر عشق ہے اس بی وفا کا

یہی دنیا ہے تیری آخرت بھی یہیں دن ایک کار و زحمت کا

محبت کعبہ میں جا کر کھپس نہ پایا

ملا بختا نہ سے رستہ خدا کا

طاووف بتکدہ سے شوق تیری دست کی زیا  
محمدؐ پر ہوا ہے خامہ کیمیل وحدت  
کیا کرتا ہے یوں تو مدعی دعویٰ مالیت  
نہیں ہے خاص کوئی جبہ و جامہ ولایت  
وہی خدق ہے عشق مجازی حقیقت  
خیال غلام ہے سیر میں بڑائی اور شہرت  
عجب سودا ہے دنیا دار کو عبت کا ذلت  
کوئی بھوکا ہے دولت کا کوئی سیاح حکمت  
کیا کرتے زبان شکر ہیں ناش کرد دولت  
یہی نکتہ خلاصہ ہے تمامی علم و حکمت  
نقیں ہو نہیں سکتا کوئی دولت اور مدت  
خدا کو یاد کر نپسے خود ان کے مصیبت کو  
خودی کو چھوڑ دیا ہے قرآنی ریاضت کا  
بڑی شکل ہے آخر توڑنا ہر رسم عادت کا  
مرزہ ملنے لگیگا بھگو جلوت میں بھگی خلوت کا

محبت تو تیرا روں جاوے تو میں انہاں

پتہ تھا نہیں ہوئے سے بھی اہل محبت کا

بتوں کی محبت سے کیا ہو گیا میں بندہ سے دم میں خدا ہو گیا

خدا کے گھر میں جی لگتا نہیں اہل محبت کا  
مقام عیسیٰ و موسیٰ توحید صفائی تھا  
دکھا کے معجزے لائے شریعت الہی  
ولی وہ ہے کہ بھاگے حب دنیا جسکے تاسر  
وہی ہے ذات حق معشوق عالم ظاہر و خفی  
بڑا کس سے ہے تو اور کس سے چھوٹا ثابت  
خیال ذلت و عزت گھڑے میں ہم نے لاکھوں  
عذاب سخت کا آخر کو چھینکے مزا ایکٹن  
جو ہے دولت تو گھیریں جھڑکے صند و قوسیں  
وہی موجود ہے اور ماسوا اس کے نہیں کوئی  
کئے جا ذکر اس کا دل کل دن اہی جائیگا  
بجز اس کے نہیں طاقت کسی میں حل مشکل کی  
خدا ملتا نہیں فی الاذ کے کانٹو پنہ سونے سے  
ذکر عادت کسی شے کی کہ ہوگا تو غلام اسکا  
اکسی دیکھ ہر جا شہر ہو یا دشت مجنوں ہو

دبا قرصِ حسد جو اللہ کو  
سمجھتا ہے غیر خدا خلق کو  
خیالِ دوئی ہے یہ اصل فنا  
نہیں تیرے مستوں سے کچھ پائیں  
خوشی سے بھاری ہمیں ہے غرض  
رہ آزاد جس کے ملائک کسفر  
دماغی خلل ہے یہ ہوسم دوئی  
وہ بندہ کیا جس نے خود کو فنا  
ہوا تجھ سے جو آشنا میری با  
نہ رکھی نظر اس کے رخسار پر  
ترا عشق ہے ہر مرض کی دوا  
کیا اس سے منوب ہر فعل کو  
کیا دوجب ماسوا کا خیال  
ہواست چا دید عالم میں ہ  
دھرے رہ گئے سارے علم و ہنر

تو سودا اصل سے بھی سوا ہو گیا  
یہی وہم تجھ کو بلا ہو گیا  
بھٹا جو کیا وہ بُرا ہو گیا  
جو تھا ناروا وہ ردا ہو گیا  
بلا سے زمانہ خفا ہو گیا  
گرفتار حرص و ہوا ہو گیا  
ارے تجھ کو زاہد یہ کیا ہو گیا  
خداوند ارض و سما ہو گیا  
وہ عالم سے نا آشنا ہو گیا  
یہ گلزار وحشت سلا ہو گیا  
مرادِ میسری دوا ہو گیا  
تو میں جرم سے بے خطا ہو گیا  
تو ہر فرض مجھ سے ادا ہو گیا  
جو جہتی میں تیری فنا ہو گیا  
کسی پر جو فضل خدا ہو گیا

محب خود کو پاتا نہیں میں کہیں  
وہ باقی رہا میں فنا ہو گیا

حشر ہو جائیگا دیدارِ خدا کا ہو گا  
ورنہ تو کو چہ دلدار میں رسوا ہو گا  
میں شکایت جو کروں شکوہ بجا ہو گا  
جز خدا کے نہ کوئی وقت پہ اپنا ہو گا

درجِ غیرت حق کا یہ پردہ ہو گا  
یکہ مجنوں نہ بن عشق کے اسرار چھپا  
وہ جو کرتا ہے مرے حق میں وہی بہتر ہے  
بجھتا ہے کہ دینا مرے کلام آئے گی

سارا عالم تری نظروں میں تماشا ہوگا  
یہ وہ بیمار نہیں ہے کہ جو اچھا ہوگا  
ایک ناپید جو ہو دو سرا پیدا ہوگا  
کو نسا راز ہے دنیا میں جو اچھا ہوگا  
آپ خود زردی رخسار سے فنا ہوگا  
جب نہ میں تو ہو تو اللہ بھی تنہا ہوگا  
قطرہ سمجھے ہیں جسے عین وہ دریا ہوگا  
گنج پنہاں کوئی دیرانہ میں پایا ہوگا  
تو کسی چیز پر دنیا کی جو شیدا ہوگا  
جب یہ عالم نہ رہا سوچ تو بھر کیا ہوگا  
عاشقی کا نہ مسلم بھی دعویٰ ہوگا  
ہوگی مسجد کبھی دیراں جو کلیا ہوگا

غیر اللہ کے قائل ہیں جہاں حج محبت

آخرت میں انھیں اللہ سے پردہ ہوگا

سرور دو جہاں احوال ہے غفلت شکار  
سماں ہر آن ہے ابن باغ میں فصل ہمار  
نہ سمجھا تو نے رتبہ نفس سرکش خاکسار  
یہی کاٹا تو تھا باعث دلوں کی بھاری  
خلل پیدا ہوا ہے ترے سر میں گر عمار  
اگر قابو نہیں اقرار کر بے اختیار  
کیا راز نہاں افتاب بڑا ہوا آہ و زاری

پردہ غیرت خلق کو آنکھوں سے اڑھا  
مرض عشق ہے تکلیف سیما نہ کریں  
ختم ہوتے نہیں اللہ کے اسما و صفات  
تخم آتا ہے چھپانے سے زین کے باہر  
عشق کا راز چھپانے سے کہیں چھپتا ہے  
جتنی رونق ہے جہاں میں دہلی کے قنصل  
سارے اوصاف خدائی کے پیراں میں عیاں  
انہیں جو بہتر ہے رستہ میں دینا ہے الگ  
طلب حق سے تجھے باز وہ رکھیگی ضرور  
جسکو کہتا ہے عدم وہ بھی تو عین وجود  
ہو نہ جنگ کہ فنا عاشق شیدا کا جو  
خاک تفریہ میں ہے لطف جو تشبیہ میں

بیان ممکن نہیں مسان حق کی ہوتاری  
جو خاں ستاں نفس بد سے چھوٹے روح میں آئے  
غبار راہ ہو کر سر نہ چشم فلک ہوتا  
جو نکلا خار حوص آزدل میں پر گئی تہذیب  
کسی دن فیل مست نفس کے زیر قدم ہوگا  
اگر غبار ہے تو دلہہ قابو کیوں نہیں تیرا  
چھپانا عشق کا آسان نہیں یہ کام مشکل ہے

اگر حاکم سے بھاگیں مجھ میں خود سے کہا بھائی  
کہاں کئی دین و دنیا اور کہاں کئی دوزخ و  
وہ آئینہ میں پتے خال خط پر غور کرتے ہیں  
حیات و موت و دہلے ترانہ کے برابر ہیں  
گٹھائیں غم کی چھا جائیں تو دل کو شاد و ہر دم  
سمجھتے ہیں برا اعمال کو کب اہل نفس اپنے  
غم دنیا و دین چاہتا ہے گر نجات اپنی  
انجینگے یہ حجاب ظاہری و باطنی کب تک  
اسی کا ذکر کرتے ہیں اسی کی فکر کتھے ہیں

دو پیر بار پڑتا ہے گنہ کی شرمساری کا  
دریخانہ ہے اور شغل ہے بادہ خواری کا  
ہوا ہے شوق جیسے یار کو مضنون نگاری کا  
بہی کہتا ہے تختہ سیکڑوں مردم شناری کا  
کہ فضل گل نتیجہ ہے فلک کی اشکباری کا  
نکلنا سخت مشکل تار و دوزخ سے ہزاری کا  
تو خدمت کرم روضوں کی عمل کر غمگساری کا  
ریگہا تا قیامت سلسلہ امید واری کا  
کوئی رستہ نکل آئیگا خود مطلب آری کا

محبت سے محب لوگوں کے دل میں گھرنا اپنا  
خیال خام ہے بچہ مکان کی پائیداری کا

آساں ہے کوہ پر شجر نار دیکھنا  
جلوہ اسی کا عالم ہستی میں ہر طرف  
ہیاری جہاں یہ عذاب الیم ہے  
اہل غصہ کی صحبت و الفت سوز آ  
عالم تمام آئینہ خانہ ہے یار کا  
مئے نے بجلا دیا غم جا نکاہ روزگار  
اس بزم میں میر بھی ہر اور فقیر بھی  
جب واقعات و ہر من غمی ہر کلام بجا  
ہر آن اس جہاں کا بدلتا ہی رنگ و رنگ  
کیا وجد و قصہ شیخ کا جلو میں اعتبار

مشکل گر ہے صورت دلدار دیکھنا  
ہر رنگ ہر لباس میں ہر بار دیکھنا  
چھوٹے نہ جام ہاتھ سے نیچو رکھنا  
چل جائے دل لگی میں نہ ٹھوڑ دیکھنا  
ہر شے میں عکس صورت دلدار دیکھنا  
لطف و سرور و مستی سرشار دیکھنا  
خانہ میں کون کون کوں میں ہر شیا دیکھنا  
بیکار ہے فضول ہے اجار دیکھنا  
شغل ہے ایک حال کو دوبار دیکھنا  
خلوت میں ہر نفس حالت بیمار دیکھنا



سیکھا ہے ہمنے زلیت میں مر سکا قاتل  
 آسان نہیں ہے عالم خواب میں  
 ہوتے ہیں جل کے آتش شکرِ حیدر  
 چہرہ دل کے رنگ نایاں ہیں طر  
 دنیا ترودات کا گھر آخرت تباہ  
 حق کی طرف ہو وہ تو یہ باطل کی سمت  
 تار کی قبور میں انوار دیکھنا  
 ہر صورت خیال کے آثار دیکھنا  
 انجام کارفتہ اشعار دیکھنا  
 روشن جلیں میں صورت اجار دیکھنا  
 اہل جہاں کی حالت ادبار دیکھنا  
 صوفی کے اہل نفس کے کردار دیکھنا

ارحش ظاہری میں جو آئے غل محب  
 آنکھوں سے دل کے صورت دلدار دیکھنا

فرض کعبہ میں بھی ادا نہوا  
 کیا خدا کو کبھی وہ پائیگا  
 کچھ نہ حاصل ہوا محبت سے  
 دیر و کعبہ میں جب تجھے دیکھا  
 جب میں سمجھا کہ سب اوتھریں  
 مجھ کو دیکھنا نہ آئے دنیا میں  
 رخ نظر کا رہا جو اس کی طرف  
 ہر مرض کی دوا تھے عشقِ حقیقی  
 خاکسار و نہ تھی نہ جنگی لنگاہ  
 اس کی رحمت سے تو نہوا رہا  
 کفر و اسلام ایک ہو جاتے  
 عمر بھر زہد سے خودی نہ گئی  
 عمر بھر غیریت کا وہ رسم رہا  
 کی عبادت بھی بیغرض نہ بھی  
 گرد ہاں نہ و نہایت نہوا  
 بت سے جو شخص آشنا نہوا  
 دل کو جب دل سے لیتا نہوا  
 میں پرستار آیا نہوا  
 پھر کسی سے بھی میں خفا نہوا  
 عیب سریشاق کچھ وفا نہوا  
 پھر نشانہ کبھی خط نہوا  
 در و اچھا ہوا برا نہوا  
 راہِ ہمدرد کا نقش پا نہوا  
 سونکہ کر خنیل کیا ہرا نہوا  
 کعبہ و دیوار ایک چلا نہوا  
 ایک دم یا بوجہ میں فنا نہوا  
 خود فنا اور خود بھرتا نہوا  
 عمر بھر نفس سے بے نیاز نہوا

راست جبکہ ہوئی ہے فکر و زباں جو کہا میں نے وہ خطا ہوا  
 چھوڑ عبدوالہ کا دسوا اس اس عبادت سے تو خدا ہوا  
 شاہ کو بھی محبت یہ ہے افسوس  
 کہ دربار کا گدا ہوا

بیک خودی تھی قرب خدا سے میں دور تھا  
 ذرہ میں آفتاب دکھائی دیا مجھے  
 بس نے کہا تھا برکاتِ اعلیٰ خیال کر  
 چنچا خودی سے کون خدا تک بتا مجھے  
 نیا مقام فرق ہے پہچان کی جگہ  
 رہنے کے بعد بھی ترے عاشق چھپے ہے  
 سنتے ہی لالہ کی آواز جی اٹھے  
 روئے اٹھے زینتِ قیامت بھی ہو گئی  
 لباس پر نگاہ نہ کی اور خنزف لئے  
 ابد و بع کو چھوڑ کے جب پی شرابِ عشق  
 ہے موت ایک خواب کہ ڈرتے ہیں جس لوگ  
 رے شہید ناز پہ مر مر کے یہ کھلا۔  
 سے شرابِ عشق کر بس ایک جام میں  
 نیکی کشمکش سے فراغت موی لغیب  
 فان زندگی میں نظر تھی جو اسکی سمت  
 کیا کیا نہ اس نے ظلم کئے مجھ پر محبت  
 ہر حال میں صبور تھا میں اور شکور تھا

بیخود ہوا جو خود سے تو پیش حضور تھا  
 دل میں جو میرے علم حقیقت کا نور تھا  
 فرحوں کے دماغ میں کس کا غور تھا  
 سمجھا قریب جتنا وہ اتنا ہی دور تھا  
 آنا یہاں تلاش میں اُس کی ضرورت تھا  
 مرقہ نہ تھا کہیں نہ نشانِ قبور تھا  
 گویا عوب کی کشت میں انفلخ صور تھا  
 میں نشہ شرابِ محبت میں چور تھا  
 اے نفس کو چشمِ یہ تیرا مقصود تھا  
 ہر باغِ مجھ کو جنتِ حورو مقصود تھا  
 بعد از نماز راز کھلا وہ سرور تھا  
 یوم وصال و عصر میں یومِ نشور تھا  
 دنیا و دین کا ہوش نہ اپنا شعور تھا  
 شادی میں میں شکر تھا غم میں صبر تھا  
 دم بھر میں بھر شادی و غم سے عبور تھا

آئی کہاں سے نے کی ہے آواز دیکھ  
 دنیا کی نعمتوں پہ ہے کیا ناز دیکھنا  
 اس مرغ فکر و عقل کی پرواز دیکھنا  
 کوئی چھپا ہوا کہیں غماز دیکھنا  
 کرتا ہے کیا شکار یہ شہباز دیکھنا  
 اعمال و فکر و ذکر کے انداز دیکھنا  
 انجام دیکھنا انہیں آغناز دیکھنا  
 جلجلائے خود نہ سجدہ میں غماز دیکھنا  
 آئے نہ لب پہ راز یہ ہمارا دیکھنا  
 ہر دم ہے سوئے نار یہ درواز دیکھنا  
 اکثر کلام حقائق شہباز دیکھنا  
 باطن کا ہر لباس میں کچھ راز دیکھنا  
 خلوت میں کار حضرت و ساز دیکھنا  
 عاشق کا تیرے دہریں اعزاز دیکھنا  
 انداز مرغ زمزمہ پرداز دیکھنا

بے جان ہے چوب و تارتن سا دیکھنا  
 انجام ذوق نفس میں یہ تلخ مکیا  
 آخر مقام عرش سے لاہوت تک گیا  
 ڈر ڈر کے کرہ ہا ہوں میں فنا کا رشتہ  
 ہے سید گاہ عالم بالامت مسلم فکر  
 اپنی زباں سے آپ کو فرشتہ کہیں کیا  
 جیسا عمل کا بیج ہے ویسا ہی اسٹیکل  
 غمازی و حد سے نہ بھڑکا بدی کی لگ  
 انجام کار حضرت منصور کیا ہوا  
 دے صفحہ میں طفل نفس کے پتان ذکر و  
 عرفاں کا شوق گر ہے تو پھر غور و فکر سے  
 مدت کے غور و فکر سے آیا ہمیں بھی ہے  
 مرشد کو دیں فیرب وہ مکار ہے مرید  
 تکتا اسی کی رخ کو ہے عالم بصداب  
 آواز دیر ہا ہے انا الحق کی نخل پر

جاتا ہوں بال عشق سے تاسا محبت

اس باز دست شاہ کی پرواز دیکھنا

کیا کفر کیا ہمیں گرت کو خدا جانا  
 عالم کو جدا جانا اور حق کو جدا جانا  
 یہ شیخ تو کافر ہے گرتی کے سوا جانا  
 کافر کو برا سمجھے مومن کو بھلا جانا

عالم کو فنا جانا اور حق کو بقا جانا  
 توحید کا دعویٰ ہے اور سرور و شہ  
 کعبہ سے ہے کیا رغبت تیخانہ سے کیا نفرت  
 کیا شرک حقیقی ہے سمجھے نہ درواخت

ہوتی نہیں سیری کچھ اس طلبت کو  
آغاز میں ہوتے ہیں انداز یہی اس کے  
پاتے ہیں بہت اپنے اغراض و ماکم  
فاعل نہ سمجھی سمجھانے تو کسی شے کو  
کیا علم پڑھے تو نے کیا زہد و ریاضت کی  
امراض یہ فاعل کو بیدار جو کرتے ہیں  
وعدہ و پند نہ جاہر گز عادت ہی یہ جہوئی  
خرخانہ میں بیٹھے ہیں لیکن یہ خبر کیا ہے  
کیا راز تباہ ہے سمجھے تو کوئی اس کو  
جب عشق میں ہم ڈوبے اور ہو کے فنا  
کہتا ہے یہی سب سے خود اپنی جھٹ کر  
ظالم تو گرا کرتے ہیں اور نیک بناتے ہیں

مرنے سے محبت پہلے اس عشق میں جل جا  
اشعار سے دنیا میں کچھ آگ لگا جانا

ان بتوں میں بتائیں کیا دیکھا  
دور دل سے ہوا جو وہم خودی  
ہمیں معشوق تھے ہمیں عاشق  
جب خودی مٹ گئی تو وصل ہوا  
حق کے اسماء تمام حسنیہ ہیں  
جز ترے عاشقوں کے اور کس کا  
ساتھ ہے نشر اور دن ہے حشر

ظاہر و باطن خدا دیکھ  
آپ کو میں نے خود خدا دیکھا  
عاشقی میں یہ ماجرا دیکھا  
رگ میں زلیت کا مزا دیکھا  
جکو دیکھا اسے بھلا دیکھ  
بحرم ناقابل سزا دیکھ  
روز یوم سزا حبسزا دیکھ

یار دنیا کے تیرے دوست نہیں  
اہل دنیا کا ہے مزاج دی  
عاشقی و لگی سمجھتے تھے  
اہل دل کے قدم میں یہ اثر  
ترک دینا ہے نسخہ راحت  
جب دیا دوسروں کو رزق اکا  
یا حضور می نماز پیش بت  
عیش دنیا بھی بے سے دشمن  
یہ چلا بتکدہ سے سوئے حرم

ہجر کا غم ہی جب محب زما  
یار کو آپ سے ملا دیکھا

خوب ہوتا جو میں مجنون بنا یا جاتا  
نار و نغمہ میں گہنگار نہ جلتے ہرگز  
رنگ چہرہ کا چھپانے کا چھپتا ہے  
مجلس غلط کی بکو اس سے بہتر تھا  
حرص سے خوب بجا ورنہ لگتا انا  
چونکتے حضرت موسیٰ نہ بد تک غش سے  
بڑھ بھی جائیں کسی سلامت سے اٹھا کر  
ہوتے دنیا میں یہ آگہ خلی کے فنون  
کیا ملا عمر و رازی سے بحر حشر و آب  
ہوتا ہرگز نہ کبھی خوف و غم دیاں کا گھر

کمنب عشق میں طغلی سے پڑھایا جاتا  
آتش عشق سے گر نقش جہیزا جاتا  
ہم سے کیا راز محبت کا چھپایا جاتا  
قصہ لیلیٰ و مجنون ہی سنایا جاتا  
سیکڑوں سال نہ دوچار کھایا جاتا  
طوبہ پر چہرہ انور جو دکھایا جاتا  
نقش اقل نہیں مہینہ سے مٹایا جاتا  
قتلہ روز قیامت نہ اٹھایا جاتا  
کاش آتے ہی یہاں سے میں چلا جاتا  
دل صد چاک خدا سے جو لگایا جاتا

آبِ بگل میں ہی سب عرف تری عمر غز  
 جتو شہر ہے دینا ہی میں ملتا ہے خدا  
 دہر میں سمع شب افزہ ز جہان ہو جاتا  
 حرم و دیر کے جھگڑو سنے امان بھاتی  
 راہِ تسلیم پر چلتا نہیں خو و نفسِ غبی  
 سیکھ پھر اسے تو ہر کام میں ثابت تہی

خوب ہوتا کہ جو گھر دل میں بنایا جاتا  
 دھونڈتا دل سے تو وہ دل ہی ملتا  
 آتشِ عشق میں گردل کو جلا یا جاتا  
 دل کسی کی جو محبت میں لگایا جاتا  
 خوب ہوتا جو ریاضت سے گلایا جاتا  
 اپنی جا سے تو نہیں کوہ ہٹایا جاتا

کامیابی نہیں ہوتی قتلوں کو محبت

آب پر نقش نہیں کوئی بجایا ہوتا

جو پوچھے کوئی بت کیا ہے حرم کیا  
 محبت کا نہ جھٹکا سلسلہ ہو  
 عدم میں عین و دالِ مہم تو ہے  
 ہوا مشکل سے گرا ہل قلم بھی  
 ہم دل میں شرابِ عشق گر ہو  
 ولایتِ روزِ محشر پیٹ ہے گور  
 غزب ہی میں بھی ہوتی ہے سخاوت  
 جدھر بھاگے او دھرمِ دامنِ قضا ہے  
 مراد و جہاں دیدار حق ہے  
 زبانِ نرم سے آہن بھی ہے موم  
 کہاں جاتی ہے تیرے ساتھ دینا  
 خدا کا راستہ تو بخود ہی ہے  
 خدا سے جو نہیں ڈرتے ہیں آنکھو  
 خود اپنے آپ کو ہر رنگ میں بکھو

خدا ہی ہے کہیں گے اور ہم کیا  
 کسی کی یاد آئے و مبدم کیا  
 وجود سے بھی ہوتا ہے عدم کیا  
 خطِ تقدیر کاٹے گی قلم کیا  
 تو پھر تختِ سلیمانِ جامِ جم کیا  
 نہیں یہ قبر سے اوٹھنا جسم کیا  
 تری ہمت ہے دینا رو درم کیا  
 تری تدبیر و دینا رو درم کیا  
 ہوائے حور و غلمانِ دائم کیا  
 زبان کے سامنے تیغ و دودم کیا  
 زمیں سے اُٹھو کے نقشِ قدم کیا  
 نماز و روزہ و طوافِ حرم کیا  
 خلافِ وعدہ کیا قول و قسم کیا  
 تصورِ شیخ کا کیا جس دم کیا

ہو اوجہ عین شے جاننا رہا جو ضرورتاً ہے خود کو آپ سم کیا

زبان عشق خاموشی محب ہے

یہ راز عشق ہوتے ہیں رقم کیا

گر سامنے زائد کے بے پردہ وہ آجاتا  
وہ نقشہ محشرِ گر خود سامنے آجاتا  
اچھا ہوا زائد وہ غائب جو رہا ورنہ  
جھگڑا ہی نہیں ہوتا اشارتِ نفی کا  
محمود سمجھتا اگر تشبیہ کے کچھ معنی  
یہ غیریت ظاہر سب عشق سے سجاتی  
اک دل میں نہ تھا ممکن دو نو کا پہننا  
یہ دست و قلم دو نون محکوم نہیں تیرے  
اس عقل سے کاقل نے کیا مجید تراپا  
گر فرق مراتب کو منظور سمجھ لیستہ  
تدبیر سمجھ کیا ہے تقدیر کی چالیں ہیں  
ہوتی جو زبان میری تفسیر مرے دل کی  
سب میل ملاپ اپنے دم سے ہیں فیض کے  
حق سے کہ جو ہیں غافل مردِ مہین ہی زندہ  
حق بات تھی پردے میں صورت سے کہ گدازا  
کیا ذیت ہماری ہے مرتبہ پیش ہم بیتے  
عاشق کو کہی ہم نے فریب تو نہیں دیکھا  
اشعار محب تیرے دیتے ہیں پتے لکھ لکھا

انکار وہ کر جاتا ایساں چلا جاتا  
ایساں سے کہو بار و زائد سے رہا جاتا  
مسجد کو گر آجاتا مصحف کو جلا جاتا  
پیلے ہی بنوں کو گر اللہ کہا جاتا  
مسجد کو گر آجاتا بتخانہ بسا جاتا  
وہ مجھ میں سما جاتا میں اس میں جاتا  
آتی جو مرے دل میں دینا تو خدا جاتا  
کہتا نہ وہ گردل کو خط کیونکہ لکھا جاتا  
گر جنت بھی وہ کرتی کب اس سے اور جاتا  
کیا دارِ عین میں حق خود کو کہا جاتا  
ہر راہ سے یہ راہ و خود سوئے قضاہ  
واعظانہ مرا کہنا بالائے ہو احب  
کب اہل تجر سے ہے دل سے ملا جاتا  
آگاہ خدا ہوتا مردوں کو جلا جاتا  
بیج بات کے کہنے میں جتن سے نکلا جاتا  
اس عشق میں مرجاتے انکا تو نکلا جاتا  
گر شیخ میں عشق آتا من تن کو نکلا جاتا

ہوتا جو ہمیں اس جاوہ بات کو پاجاتا

کہا زباں سے بغیر عمل تو قال ہوا  
 وہی تو نور ہے خورشید و ماؤش  
 نہ جاکتا بول پادہ کثرت مدارس  
 لے نہ دین نہ دینا سوائے حرص  
 تمام عمر کتا ہیں پڑھیں بغیر عمل  
 گٹھا جو یادیں سکی تو شام عید صوم  
 جہاں کیشی بخالی نہیں معیت سے  
 اسی کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی یہ انکا  
 جہاں میں کے رہ حق سے جو کمال  
 سر دل میں جکے رہا زلف یار کا سودا  
 جہاں کہتے ہیں جبکو وہ ہے طلحہ خیال  
 خدا کو نشان جلالی نہیں پسند آتی  
 کہا جو چھوٹ تو اللہ ہو گیا ناخوش  
 گرا جو ایک تو دنیا میں دو سرا اٹھا  
 لباس وضع شریفانہ پہ نہ جاہر گز  
 میں اٹھ سالہ ہوں لیکن بچہ عمر دس کی قرب

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو تجھ کو محب

جو انشا عید سے محتاج سے سوال ہوا

خدا خلق دونوں ہیں جدا کیا  
 بغیر بت حضور ہی غیر ممکن  
 سوا اوس کے نہیں کوئی تو لایا  
 کریں ہم فرض مسجد میں لایا



نہیں ہوتی ہے پھر حاجت روا کیا  
 اشرسم کا نہیں کرتی دوا کیا  
 بجائے موت سے اب دوا کیا  
 کیا کرتا ہے اور وکلا گلا کیا  
 شجر کہنہ نہیں ہوتا سینا کیا  
 نہیں یہ آرزوئے دل دعا کیا  
 ملا جب وہ تو عالم میں رخصا کیا  
 جو وقت آئے تو رکنتی ہے قصا کیا  
 زمانہ کی عداوت کا کھلا کیا  
 زمیں پر سر گر گزرنے سے ملا کیا  
 بتائے راستہ پھر رہنما کیا  
 وہ ہو گا خلق کا پھر آشنا کیا  
 کیا کرتے ہیں مومن بھی ریا کیا  
 جو یہ مٹجائے پھر جرم و خطا کیا

جہاں کو چھوڑ کر بیٹھے ہیں جب ہم  
 قضا بجا رکھی آتی ہے جدم  
 دوا ہوتی ہے سم حکم قضا سے  
 کیا دنیا میں جو تو نے وہ پایا  
 ہے بعد مرگ بھی پھر زندگانی  
 خموشی خود سوال جانور ہے  
 وہی تو جان ہے دونوں جہاں کی  
 دھرمی رستے دوائیں اور پرہیز  
 شکایت کیجئے اپنے عمل کی  
 خودی کو چھوڑتا تو خود کو پاتا  
 نہ رکھیں پاؤں گرفتشی قدم پر  
 خدا سے کی نہ جس نے آشنا کی  
 ریاکاری اصول کا فری ہے  
 خودی تیری ہی اصل پر خطا ہے

محبت بعد از فنا اس بیوفا کو

ہماری یاد آئے گی وفا کیا

سب سے پہلے لازمی ہے مارنا اس کا  
 توڑنا آسان نہیں ہے آہنی دیوار کا  
 دار خالی ہی نہیں جاتا ہے اس تلوار کا  
 ہو گیا منصور مستوجب سزا کے دار کا  
 ہے ہوا لاشانی لقب شیر کے ہی تو بیار کا

نفس مارہ ہے رہیں کو چہ دلدار کا  
 نفس کش فرما دسا ہو کوہ کن اس راہیں  
 ہر بلا میں لا الہ اور الا ہو پڑھو  
 عاشقی میں دیکھو کیا جرم ہے افتائے راز  
 یہ جنون عشق ہے امراض دینا کی وا

صحف ناطق ہے گویا میرے کچھ اسرار  
ہو گیا منصور حق کہنے سے سرور دار  
کیا بھر لگا عمر بھر تجھ سے دہاں اس غار  
پوچھ ابراہیم ہے احوال پر دنا  
دور کرنا سخت مشکل ہے دلوں کے خار  
غنجہ دل ہو گیا ہے زخم ہر سو خار  
زاد تو بتائے کچھ اللہ کو کیا جانا  
کعبہ میں یہی زاد کو ایک بار دکھا جانا  
لذات کی خواہش میں یہ زہر نہ کھا جانا  
تخانہ کے جانے میں کعبہ کو بچا جانا  
گنجینہ مخفی کو دیرانہ میں پانا جانا  
کچھ قبر میں دم لیکر پھر سیٹ میں آ جانا  
کیا دم کا چکر ہے دھوکا نہ تو کھا جانا  
آتا ہے تو خود رونا جاتا تو رولا جانا  
اس خاؤ ویران کو آبا و سنا جانا  
جانا نہ اسے اچھا اس کو نہ بُرا جانا

اسرار محبت سے ہو گا نہ محبت وقف

مشتوق کو عاشق سے گر تو نے جدا جانا

جو دیکھا رنگیا ننھ لیکے خود سیما پناسا  
نہ دیکھا ناز کے اصحاب نے بھی خواب پناسا  
مہذب تو دکھائے کوئی اصطرلاب پناسا

میں کہوں اپنی حقیقت سے کیا لے زاد  
اہل دیں کی حق پرستی کی حقیقت کھل گئی  
ترک خواہش واقعی حرم ہو سکا ہے علاج  
آتش و زنج بھی گلزارِ جان ہے عشقِ نیا  
اہل دنیا کو نظر آتے ہیں داغ اپنے بھی گل  
اس چین میں خوب کیا تیرا جو آتشے محبت  
ہم عشق کے بندوں اس بات کو خدا جانا  
بتخانہ میں دیکھی ہے صورت تو تری دائم  
شیرینی دنیا میں کچھ زہر بھی شال ہے  
اس عشق کے رستہ میں ویرانہ بھی ملتا ہے  
اجڑے ہوئے دل پر بھی ہر اک کی نصیحت  
مرکز نہیں جانا آنا نہ کسی جا سے  
میں قبر و شکم اس جا جاتے ہیں یہاں کے  
ہے رنج کا گھر دینا بج اس کی محبت سے  
آیا ہے جو دنیا میں کر خلق کی کچھ بدست  
میں تو ہے جو ہم چھوٹے اور حق نظر جی

کہاں ہے دونوں عالم میں مل بیٹا اپنا  
کبھی کو دیکھتے ہیں جاگئے ہیں اور سچوٹیں  
ہمارا عشق لاتا ہے خبر سات آسمانوں مثلی

بتوں کی ابروؤں نے گوشہ اندیکھا جھک کر  
وہ عین ذات ہے سدا کرتا بس کے اندر یہا  
سمائے ہر دو عالم ایک مٹی کے پیا میں  
محب کچھ ہمسے پوچھو اشک جگر یاد کی قیمت  
مرئیے پہلے نیزہ حرمِ ہوائے مارا  
بتخانہ میں تڑاسکو جاتے ہی منے دھکا  
حکمِ قضا کو ہر دم پیش نظر جو رکھتا  
آزاد ہو چکے تھے پھر زلف بیچنا یا  
بیرے مریض غم کو محنت سے کیا غصے  
سیات ہو گئے سب حنا سے تبدیل  
جب عاشقی میں مکر رہنے حیات پائی  
بجھے خودی کے کرتب سر پر بٹا اکی  
نازک مزاج گل میں آج ہنسی کرنا  
ہر حادثہ کو دم میں اٹھ ہو کی رو سے

بچھینے میں ابھی محبت ہر ہر آن خود نمائی

پرودہ سے اس صنم نے آنکھیں دکھائے مارا

زمانہ ہے یہ آشنائی کا جھوٹا  
جو بندے میں عشق حرمِ غصہ کے  
گیا شیخ کعبہ کو محسوس کر توں سے  
انا الحق کہے اور خود کو بھی لکھے  
یہ چھوڑا ہے دینا نے کچھ منہ لٹکا کر  
ہے بھائی سے برتاؤ بھائی کا جھوٹا  
دھرتے میں دعویٰ خدائی کا جھوٹا  
طریقہ ہے یہ رہنمائی کا جھوٹا  
دعویٰ میں ہے دعویٰ خدائی کا جھوٹا  
پیالہ نہ پانی پارسانی کا جھوٹا

نہیں بیغرض تو تو الزام تیرا  
یہ دنیا پہ ہے بیوفائی کا جھوٹا  
جو پہنچا ہے در کا نشان کچھ تباہ  
دگر نہ ہی دعویٰ رسانی کا جھوٹا  
گداؤں کی تجھ میں نہیں خاکساری  
مرقعہ ہے بریں گدائی کا جھوٹا

خدا سے نہیں شرم جسکو محب ہے  
خیال اوسکو ہے جگ ہمنائی کا جھوٹا

حق جانناں نے ہمیں روز ازل میں مارا  
ہم نے بھی تیر بلا قلب اجل میں مارا  
رد و عالم کے متاعوں کی ترک گھر  
ایک الماس محبت کو غسل میں مارا  
کو دنیا میں لگانے پر شاں خیال  
سنگ کیا خانہ زنبور غسل میں مارا  
دک سے پیاس سے ہم نے بھی ہزاروں دھبے  
نفیس کش کو بہت دشت و جیل میں مارا  
نہ سرکش سے تو میں رستم و سہراب بھی تیرے  
یہ ترافضل تھا جو دیو کو بیل میں مارا  
شمن نفس تو برسوں میں نہیں مرتا ہے  
کس نے دنیا میں کہو آج میں کل میں مارا  
را بیا محبت تو نہ مرتا برسوں  
اشٹاری نے تری آج میں کل میں مارا  
اوتے حامد دہر سے پیدا یہ ہوئے  
ہم نے نالہ کو جو شب برج حل میں مارا  
رت جب آئی تو دم بھر کی بھی مہلت ملی  
آرزوئی ہمیں سکر و غسل میں مارا  
جو پٹروں میں گئے سو بار غریبوں کے گھر  
پاؤں ہم نے نہ کبھی قصر و محل میں مارا

متوکل ہو سے تدبیر کے چکر سے چھٹے

قیسہ فقر محب پائے جل میں مارا

ہے دنیا میں جو طالب نہیں یدار کا  
ہے وہی نظروں میں لیکن دہم ہے اغیار کا  
ہری غفلت ان آنکھوں پر بھی کیا اندیشہ  
دیکھتے تو یمن تعین آتا نہیں دلدار کا  
سے و علماں و حوران بہشتی مال و جاہ  
تو نہیں گ پاس تو سامانجہ ہوا بار کا  
ل و دولت حسن صحت پر عبث ہے جگہ نماز  
چھاؤں ہے بدلی کی یہ سایہ ہے یاد یوار کا

ہر نفس آتے ہیں دل میں غیب اسرار ہو  
 زشتی و خوبی میں دونوں گلشن ہستی کے رنگ  
 تارک ثبوت حسینوں کے گلے کا ہار ہے  
 کی عبادت تو بہت سمجھے نہ مکر نفس کچھ  
 چشم بلبل ہو تو دیکھے جلوہ ہائے حسن گل  
 تاباں خورشید وحدت ہر محل میں ہے

کچھ عجب بیماری دینا بھی آفت محبت  
 حال غافل سے بھی بدتر ہے یہاں شیار کا

گر اسباب سر زمین عشق میں اول قدم ہوا  
 بڑے کیا خاک میدان حقیقت میں قدم ہوا  
 حقیقت خاک کے پتے کی کیا اہل زمین میں  
 مزد کچھ برہنہ پائی کا پیدا دشت الفت میں  
 کہیں ہستی بھی ہوتی نیست ہے کچھ غور کر دیں  
 برنگ شمع راتوں کو جب لاہو بزم الفت میں  
 رجم میں کچی بدلیں صورتیں کیا ایک لطف سے  
 تری در کی گدائی سے ملاوہ رتبہ اعلیٰ  
 خدا و خلق دونوں میری ہستی میں سماں  
 کہا تک لے گیا یہ عشق مجھ کو کوئی کیا سمجھے

مجھے لجا بیجا جنت میں یا دوزخ کی آتش میں

محبت اس زندگی میں غضب میرا کرم میرا

برساوہ ابرہہ خدا کے لطیف کا  
 اچھا سما ہے دل کی بیج و زلف کا

ارض و سما سے بارانہ اٹھ سکا  
اپنی خودی کو چھوڑ کر مٹیا کی غیرت  
رہتی نہیں دلوں میں خلف کے سلف کی یا  
کیا خاندان نسل پر کرتا ہے یہ غرور  
دل میں مزید نفس سے میں غیر پر شکم  
تن پروری سے آئینہ دل نمی ہو یا  
قد سگراں کوہ ثبات قدم سے ہے  
آفت زد و سختی غیر مالک کے کر مدد

دیکھا یہ زور اپنے عہد خف کا  
اس انجمن میں دخل نہیں حریف کا  
اگلوں کو گر خیال نہیں ہے رولیف کا  
اعمال میں رذیل کے فلفلہ شریف کا  
حلق و دہاں بھر گیا ابد تک قیف کا  
پڑتا ہے شمع عقل یہ پر تو کثیف کا  
کیا اعتبار خلق میں وزن خفیف کا  
محدود کر نہ ملک میں چند رلیف کا

ہوتی محبت ہے سبک ظرافت بہشت  
لیکن ہے بار تیغ کی رت ظریف کا

مختط ہے حسن حقیقی کے خریداروں کا  
جو تری راہ میں ہو جاتے ہیں گھل کر گئے  
اپنے سسوں کو پڑا لے وہ خود آپ شراب  
یہ گلی میں ہیں فیو شاہ کے یا بر سر گور  
سب خریدار اسی ایک کے ہیں شاہ و لدا  
قطب عالم ہے توئی دیکھو ذرا تو دل میں  
نفلک ہی کی ہیں کچھ اور تہ زمین کی خبریں  
چار غصہ تھے رسالت کے یہ چاروں اصحاب  
یوں تو ہونے میں زبانوں سے بہت دودگر  
دروندی سے جہاں میں ہے وجوہ صحت  
مرض عشق سے جاتا ہے خون دینا

مول ذرہ کے برابر نہیں مہ یاروں کا  
سر پہ رکھتے ہیں قدم پھول انھیں خاروں کا  
زاہد و قرب فرایض ہے یہ میخواروں کا  
حال شادی دغنی ایک ہے ان ہاروں کا  
دہی یوسف ہے یہاں حسن کے بازاروں کا  
نما بتوں کا تو ہی مرکز تو ہی میاروں کا  
ہے وجود اور عدم ایک ان اخباروں کا  
تھامزاج ایک حقیقت میں گر چاروں کا  
امتحان روز مصیبت ہے مگر یاروں کا  
سر پہ احسان میما کے ہے جیادوں کا  
سر پہ رکھتے ہیں قدم سب ترے بیماروں کا

نارافروختہ عشق ہے گلزارِ خلیل  
خوف کیا دل میں محبِ لالہ کے انگار بکھا

جودل دیا ہے تو الفت بھی اے خدا دینا  
حرم سے دیر کا رستہ ہیں بتا دینا  
مجھے آسج وہ بیہوش کن دوا دینا  
تو اُس کے مٹھکے رخسار کی ہو دینا  
دعا جودے بھی تو ورویش یہ دعا دینا  
کہیں تو جان کا دینا کہیں دعا دینا  
ہیں تو جاں کا دینا اسے دغا دینا  
بجائے دفن کے لاشہ مرا جلا دینا  
جوائے صبح قیامت ہمیں جگا دینا  
بٹھانا اسکو ہمیں شرم سے اٹھا دینا  
جو دوسرا ہو کوئی اور تو بست دینا

صنم کی یاد سے سارا جہاں بھلا دینا  
طریق عشق تیاں راہبر سکھا دینا  
نہ اپنی یاد رہے اور نہ سدھ پر اپنی  
نہ چونکے عشق سے گر مبتلائے درد فرا  
الہی طالب دیدار کو نہ رکھ محسوسم  
جو کچھ وہ شوخ کرے سب جس غیبی ناز  
یہ مہر و قہر بھی کس کی جو ہو گیا آسماں  
گداز سوز محبت ہوں آتشیں رخ کا  
ہم اسکی یاد میں سوتے ہیں یاد بھلا دینا  
یہ خوب آپ نے سیکھی ہے آجکل تنہا  
بچھے دیا ہے جودل دوسرے کو کیا دینگے

کیا تھا وعدہ جو روز ازل محبت کا  
وہ اس چمن میں محبت یاد انھیں دلا دینا

دل میں لیکن خدا کا گھر دیکھا  
کس نے شمشاد میں خمر دیکھا  
نظر غور سے جدھر دیکھا  
سوزش دل کا یہ اثر دیکھا  
تیری الفت کا ایک درد دیکھا  
مٹھکے ہوئے ہوئے خمر دیکھا

نہ حرم میں نہ عرش پر دیکھا  
مہر کی سرو قاتوں سے امید  
انتہا عالموں کی کچھ نہ ملی  
عاشقوں پر ہے خلق پروانہ  
جس دنیا سے بھاگنے کے لئے  
شمسِ وحدت ہوا جو طلیع

فخر شاہاں ہے ان کی پاہوی تیرے قدموں پہ جتنا سر دیکھا  
ایک جلوے نے کر دیا بیہوش کس کو موسیٰ نے طور پر دیکھا  
گر پڑے غش سے طور پر موسیٰ جب سے بھر کے اک نظر دیکھا  
جس کو کچھ بھی خبر ہوئی اس کی اس کو دینا سے بے خبر دیکھا

جب خودی مٹ گئی تو خود کو محبت

ذریے ذریے میں جلوہ گر دیکھا

بیکر شراب عشق میں فرزانہ بنگیا سمجھے غلط ہیں لوگ کہ دیوتا بنگیا  
مستی کا بعد مرگ یہ باقی رہا اثر میں خاک ہو کے ساغر و پیمانہ بنگیا  
پاہوی صہم کی رہی مر کے بھی ہیں میں سنگ آستانہ جانا نہ بنگیا  
بیت الحرم کی طرح سے جو دل تھا ہو کھر عشق بتاں کے فیض سے بتجا بنگیا  
دل ایک اور اس میں نہرا رہی حشر کعبہ جو تھا خدا کا وہ بتخانہ بنگیا  
وہ دیکھتا ہے طور کی ہر دم تجلیا جو شمع روئے یار کا پروانہ بنگیا  
گذرا تھا حال دل پہ جو درد فراموشی وہ اہل دل کی واسطے افسانہ بنگیا  
خلوت میں وہ لگانا تھا اللہ کے رنگ دیکھا جو محکومِ بزم میں بیگانہ بنگیا  
بویا زمین دلیں تیرے عشق کا جو بخ صد خرمِ حیات وہ اک دُعا بنگیا  
دل میں جو اس پر کل تصورِ ہلام اجڑا ہوا مکان پر سی خانہ بنگیا

آباد دل ہوا جو محبت اسکی یاد سے

ریشمِ بخانِ دُخلد وہ دیرانہ بنگیا

ہو گیا آہ وہ چو شیشِ دل قابلِ تھنڈا حشر تک ہو گا نہ افسوس یہ سہل تھا  
غم و شادی جہاں سے تو بڑھی او طیش دہم یاد سے تیری یہ ہوا دل تھا  
رخ جہان کا تو جلوہ ہے ہر کجا لیکن گرم ہے مہر فلک اور یہ کمال تھا



خاکساری سے بچھا آتش ختم و شہوت  
 لرئی عشق کی تاثیر تو دیکھا اے لیلی  
 اتنے پردوں پر بھی وہ تابِ خجائے  
 دیکھ لے چہرہ خورشید میں دلِ غیاہ  
 ہاتھ سے اپنے جو دے لطفِ خجائے کو بھی  
 جان بچتی ہے ذرا شربت دیدارِ پلا  
 سرد مہری بھی تیری کام کیا کرتی ہے  
 خوبروی کی ذکوۃ اس کو محبِ دینی ہے  
 اپنے دیدار سے کر دے دلِ مائلِ تھندا

عالم سے جو غافل ہے وہ ہتیار ہوں تیرا  
 پھولے ہیں جہاں گلِ گلِ اسمائے الہی  
 کہتا ہے وہ بٹ دیکھ کے خود کو یہ خط سے  
 دل لیکے وہ کہتے ہیں یہ کس ناز واداسے  
 تو جان سے لطف میں گلِ قبابِ غلطاں  
 دروے کے تو یوسف کو زلیخا سے خریدنا  
 کیا آج نیا دامِ محبت میں پھنسا ہوں  
 یہ درِ محبت ہے دوائے غم و دنیا  
 عالم کے حوادث ہیں مری دوائیں طبع  
 اغیار سے امیدِ رفاقت کی کہاں ہے

لکھا ہے محبِ جامِ محبت کو یہ پیکر  
 اے چشمِ فنونِ ساز میں سرشار ہوں تیرا

چرا دیکھا ہے رنگِ دلِ صحتِ لغتِ لغتِ لغت  
 مذہبِ ملت میں نول یک قوم  
 مسجدیں جو دیں لیکن نازی کی لعل  
 کیا الوہیت رسالت بھی کوئی حقیقت  
 نوجوانوں کو نہیں عامل کچھ بھی خیال  
 حق کو باطل اور باطل کو سمجھتے ہیں حق  
 مادہ کہتے ہیں جبکو وہ ہے باطن کا جلو  
 کونسی شے ہے نہتہ کچھ کوئی باطن ہاں  
 روح نامحسوس حاکم اور ہے محکوم جسم  
 مادے میں کھانا انہم عقل و شعور  
 فلسفی کہتا ہے قوت جبکو وہ ہے قوتِ حق  
 باغِ عالم میں اسی اک دہاکے میں رنگ

اشٹلار حشر زائد کو محب کو دید ہے

فلسفی جو رنگ جبکو جس نہیں دیدار کا

اس سرے پہر میں گھر ہے وہی ادوار کا  
 ہے یہی وقتِ آخر صوم کے افکار کا  
 فلسفی اندھا ہے جو قائل نہیں دیدار کا  
 پوچھا براہِ ایم سے حال آتشین گلزار کا  
 فرق ظاہر میں کے نظروں میں نور و نار کا  
 ہے کہیں انکار کا مذہب کہیں اقرار کا  
 سلسلہ اجسام سے تاہویت ہے تار کا

عشق جس دل میں نہیں کچھ بھی رخ و لہار کا  
 زائد دنیا میں آکر سے پرستی ہے ضرور  
 دیکھتا تو ہے مگر تجھ کو نہیں پہچانتا  
 آتشِ مہر و سوزِ عشق سے تھنڈی موتی  
 اک حقیقت جلوہ گر ہے سارے عالم میں مگر  
 لا الہ اور الا اللہ سے ثابت ہوا  
 ہے ارادہ خلق کا حق کی مشیت کا پیام

گہر ہو قطب زماں منصور ہو مصلوب دار  
چھوڑ کر ساری کتابیں دیکھتا دلکو ہوا  
صاف کر اللہ ہو کے ذکر سے دل کو لایم  
خواہ بت کو پونج یا بیت الحرم کا کیلون  
اتنا کہنے پر کہ میں حق ہوں ہو منصور  
دوست دشمن کا کبھی ہے اور دشمن با  
ملکیا مجھ کو پتہ جب مخزن اسرار  
آئینہ ہے یہ محل خورشید کے انوار  
ایک ہی رشتہ یہاں ہے سجدہ و نما  
ضم و کم کا محل ہے یہ نہیں گفتار  
چھوڑ دے اپنی خودی اور جان بخرائے خدا

سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے یہ محب الہیہ کا

مشغول جبکہ نہیں دینا میں کچھ اخبار کا  
بے عمل کے فائدہ اس غلط سے کیا لفظ  
رفتہ رفتہ ذکر و مذکور ہو جاتے ہیں ایک  
قوم کی امداد سے کرتے ہیں رہبر کام  
آپ ہی کے زیر فرماں ہیں اب حق سما  
سینک ہوتا ہی نہیں جس کی طبیعت ہی بڑی  
عاشقی ہے وہ مرض جیسے یہ صحت شمار  
یہ مقابلہ ہیں گزشتہ زندگیوں کے نشان  
راہ گم کردہ ہیں راہبر اور ہادی اہل ہون  
پہلے اپنے نفس کے پیچھے سے تو دلکو چھوڑا  
اہل سب کی ایک ہے نظر سے پوشیدہ مگر  
ہم نہیں کہتے نہیں اس ملک میں پیچھے مگر  
کیا مزارا ہے ان کو صحبت و گفتار  
ہے اثر گفتار میں ہر شخص کے کردار  
فائدہ یہ ہے خدا کے نام کی تحمد اور  
فتح کرتی فوج ہے اور نام ہے سرور  
شاہ کرتا ہے وہی جو حکم ہے سرکار  
صحبت گل سے بدلتا رنگ ہے کربلا  
خود میجا چو متا ہے پاؤں اس بیجا  
فرض ہے اخلاف پر ابقا قدیم آئنا  
پوچھتے ہو حال کیا اس قوم کے ادا  
نام بھرنے لیا زباں سے ملک کے احرا  
فرق ہے اشجار میں برگ و گل و لہ  
کیا ہزاروں میں شمار ان بے غرض

تو چھپاے بھی تو چھپتا عشق کہے اے محبت  
گفتگو سے تیری چلتا ہے پتہ افکار کا

## قِطْعہ

پہلے حجر تھا بعد حجر سے ہوا شجر  
پہلے لک تھا کرتے تھے طفلی مرنا  
رکھا جو پیش اس جن دہیر میں قدم  
سر پر مجھے بٹھایا کبھی گود میں لیا  
بے مانگے میری ہوتی تھیں سب باتیں روا  
بڑھنے لگے جو مجھ میں غضب شک و حسد  
دوڑا میں جیکے پاس امید لطف و ہر  
مجھ کو نہ یہ سمجھتی کہ دشمن ہے نفس بد  
آخر کیا پڑنے جو کتب میں مجھ کو قید  
پڑوہ لکھ کے مولوی ہوا اور ہاں کجا  
پیر می جو آئی پیر مریدوں کا میں ہوا  
اس کی مدد سے طے ہوئیں منزل لکھائی

جیواں سے رفتہ رفتہ میں نساں ہو گیا  
اعمال بد سے حیف میں شیطان ہو گیا  
ہر گل ہزار جان سے قربان ہو گیا  
میں سب مکاں والوں کا اڑن ہو گیا  
بے میری جدوجہد کے سامان ہو گیا  
ہر شخص مجھ سے گھر میں پریشان ہو گیا  
کتر گیا وہ راہ کہ انجان ہو گیا  
کہتے تھے لوگ طفل یہ شیطان ہو گیا  
اتاد کے ادب سے میں انسان ہو گیا  
علم و عمل کے فیض سے رطاب ہو گیا  
فضل خدا سے حق کا بھی عرفان ہو گیا  
دشوار جو سفر تھا وہ آسان ہو گیا

حاجت نہیں کسی سے کسی چیز کی حاجت  
میں بیوا تھا غیب سے سامان ہو گیا

بے عشق یا رکفر یا ایمان ہو گیا  
زاہد کو کیا حقیقت ہو غافل غرض  
دنیا میں آخرت کی مہاجر کو فکر کیا  
آخر ہوا قصور و لہذا و نشین  
میں باوجود لہق کے جیواں پہنچا

دیر و حرم میں جا کے پریشان ہو گیا  
جنت کے واسطے وہ مسلمان ہو گیا  
پہلے سے آنے جاینے کا سامان ہو گیا  
مالک ہاں سے گھر کا یہ مہمان ہو گیا  
لیکن تمھارے عشق سے انسان ہو گیا

دل میں کیا جو صفِ رخسار کا خیال  
جز وصل آئی اور اگر دل میں آرزو  
بہل کی طرح ہم تو تڑپتے رہی اور  
مارے گئے جہاد میں کافر نوک وہ ک  
تیرے ہی نور کی تو تھی اس شمعِ محفل  
وقت کشا چشم تھی جو غیر پر نظر  
ہے بعد مرگ عداہ دیدار کے ویاہ  
نکلانہ خار غیریت حق جو آنکھ سے

ہر گل میں دیکھتا ہوں محبِ صابو  
یہ خارزار مہجھو گلستان ہو گیا

دشمن ہمارے دل کا یہ ارمان ہو گیا  
زر خیزیوں کا علم معاوی کی کیا شتا  
مرد و عباد صنعت و معرفت جہا ہو  
دیتا قبل عام کی یہ جوشِ خیر  
کیا اختیار نہیں جانیں دخل کیا  
مست خلاف ہو تو بنے کام کوئی کیا  
پستی میں کیا عروج سے گرنا محفل  
اڑنا ہوا میں کیا ہے نور کا چمن  
وینا میں کیا بھول گئے اسکو حیف  
ہم روز و شب بدلتے یہ سونگ ہم  
جھگڑے بہت خلد سے فرشتہ نخی کیا

دنیا کی کشمکش سے پریشان ہو گیا  
معمور کان زر سے بیابان ہو گیا  
وہ ملک چند سال میں ویران ہو گیا  
ہر پنا مخالفت کا جو طوفان ہو گیا  
خود زلیست اور مرگ سانا ہو گیا  
ہر خار و شت جہد کا پریشان ہو گیا  
دم میں ملک بھی کفر سے شیلان ہو گیا  
جسکو محال سمجھے تھے امکاں ہو گیا  
کیا آج وہ الٹ کا پیمان ہو گیا  
ثابت ہماری شان میں فی الکا ہو گیا  
آخر خلیفہ حق کا یہ انسان ہو گیا

۴۰  
تعلیم و تربیت سے ہوئے عورتیں دستِ وحشت سرامکان بھی پرستان ہو گیا

ہر رنگ و بو کے میں گل مضمونِ مایہ محبت

رشتک چمن یہ آپ کا دیوان ہو گیا

گھر خدا کا ہو گیا جب دیر ویرانہ ہوا  
نام سے ہے آشنا مصوت سے بیٹھا ہوا  
اس بری کے عشق میں جو شخص دیوانہ ہوا  
تخم مردہ خاک میں گر کر اٹھا یہ حشر ہے  
کچھ خدا کو زاد و! یہ مئے پرستی ہے پند  
اس تلمذ سے بھر اکاسہ نہ تیراے فلک  
ترک دنیا کر کے جب سے کی فقیری اختیار  
گنج مخفی عشق کا اس وقت دل ہی میں ملا  
نام کو ہے یہ فقیری اہل ہیشا ہی ہے یہ  
جو حیرت آئینہ ہر دم تھا اس کے سامنے  
نہ لگا میں نے فوسر دم رو برو تھا آئینہ  
اس بری کے عشق میں دیوانگی اتنی بڑی  
کلفت ہر دو جہاں سے تب بھیج لانا محبت  
عقل والوں کی نظر میں جی میں دیوانہ ہوا

ٹہر اسرار میں کبتک یہ کارواں رہیگا  
کیا مال کیا عمارت کیا خاندان رہیگا  
تیرا نشان نہوگا لیکن مکان رہیگا  
محبو و تیرا کب تک یہ جسم و جاں رہیگا

اے بے خبر بنیا تو کب تک یہاں رہیگا  
کرتا ہے عمر اپنی کیوں صرف اُن گل میں  
کیا گھر بنایا کیا اپنی نہ چننگی کی۔  
مٹی میں لگا آخر ہو جائیگا یہ مٹی

کبتک پڑا رہیگا چکر میں تو دوئی کے  
 سمجھا ہے خود کو مالک بھولا ہے میزبان  
 تجھ کو عمارتوں کی ہے تختگی کا سودا  
 جب تک ہے عشق اسکا آباد ہے عالم  
 ہے تیرے اور اس کے مابین نفسِ حایل  
 جنگ و دبا سے ہر دم ستھراؤ ہو رہا ہے  
 یہ جوشِ نفسِ کبتک یہ بزمِ عیشِ کبتک  
 آئیگا ٹھوک کے خم جب موت کا فرشتہ

یہ سب محب ہیں اس کے نام و نمود ہستی

سمجھا غلط ہے تیرا نام و نشان ہیگا

دل سے شہی کا شیخِ دل نہ گیا  
 حیف اس عشق کی تجلی سے  
 ان گلوں بدلوں کے مینے  
 وقت گرینکا آگیا جندم  
 نہیں توبہ کا وقت ساعتِ ترک  
 بندشوں سے عمل کے چھٹ جاتا  
 وہی کرتا یہاں ترقی سے  
 گردشِ آسیا سے وہ نہ بچا  
 اٹھ کے گرینے وہ رہا محفوظ  
 ہر مسافر سرائے دنیا سے  
 مہر اور قہر کے ہیں وقت جدا

خود پرستی کا یہ خلل نہ گیا  
 بطور کی طرح دل یہ جل نہ گیا  
 رنگ گلزار کچھ بدل نہ گیا  
 دستگیری سے بھی پھل نہ گیا  
 کچھ عذابِ لوح تو جل نہ گیا  
 سرحدِ نفس سے اچھل نہ گیا  
 جس کا بیکار ایک پل نہ گیا  
 جو ہر اک کا لبد میں دھن گیا  
 مثلِ فوارہ جو ابل نہ گیا  
 آج تو جانیگا جو کل نہ گیا  
 پیشِ سلطان بر محل نہ گیا

عمل بد کے دیکھ کر انجم  
کیا کلیجہ تیرا دہل نہ گیا  
صحبت یا میں تھے کچھ اغیار  
دل سے میں نے کہا کہ چل گیا

اے محب فلسفہ کی بستی میں

اب عرفاں کا کوئی نل نہ گیا

ورد زبان خلق نثر انام ہو گیا  
میرتے ہی اس جہان سے پیڑ ہانک  
دنیا کی نامزادیاں اسبابِ وصل ہیں  
سمجھانہ تھا دروغ کی دنیا پر یحِ خواں  
اٹھے تو اسکا ذکر ہے سو تو اسکی یاد  
دنیا کی خواہشوں کی آخر تک  
دو ہاتھ ہے دماغِ خدائی سے بھی لنبہ  
اقتدرے حیا رخ سانی کے عکس سے  
آیا عدم سے اور گیارہ کے چند روز  
دولت ملی تو صرف گناہوں میں ہی  
رسوا جہاں ہے ہدایت کا راستہ  
آخر جو کفر تھا وہ ہوا ملت جہاں  
کہنے سے راز عشق بھی اب عام ہو گیا

رہتا محب ہے اس گلِ خُدا کا جیبا

میں زشت روح تھا عشق سے گفتم

دماغِ حق میں ہے نازِ کبیرانی کا  
مئے طہورِ قصورِ بہشتِ وصلِ حور  
ہزار پر دوں حق ازلِ نچاک کیا  
بتوں کیوں نہ دعویٰ یہاں ائی کا  
یہی مال ہے زاد کی پادشاهی کا  
کمالِ جوش ہے ہر گل میں خدائی کا



خدا کی راہ میں کرجید چوڑ دنیا کو  
خزاں میں ہو گیا میں سکے اقبال سب  
برنگ سر دہں باد خزاں سے ہم آزاد  
ہزار رنگ میں اسے بلبو نہاں جو  
خدا کے سامنے بھی جو جھکے نہ سر دشت  
جہا خدا کی پہنچ بھی نہ تھی وہ بیت ہو چکا  
ازل سے عاشق معشوق اکجاں جہم  
خدا و خلق خدا سے جو میل استغنا  
یقین سمجھ کہ جنت کے مقام میں  
زباں کو روک محبت کرنے لائق کوٹھا

کہ یہ مقام دوئی کا ہے اور جدائی کا

عاشق شیدائے جتنا راز دل خفا کیا  
تھی ہر صورت سے وابستہ دنیا کی بجا  
جب نہیں موجود غیر حق تو کیا الزام ہے  
عشق کے بندہ کو اپنی بندگی کی کام ہے  
میں ہی اولاد آدم میں بہت شیطا جن  
ہمت عالی آدم نے اٹھایا بار عشق  
میں کہاں جن دہلک صن خلیک سوز  
جز مسلمانوں کے دنیا میں نہیں قوم اور  
اس لالہ الحق کی صدا کو دیا افشاؤ راز  
اہل غیرت تو اپنوں کو بھی کرتے یہاں

اتنا ہی رنگ بنج بیمار نے افتا کیا  
دی صدا سننے انا الحق کی تو کیا بجا  
کیا انا الحق کا غلط منصوبہ دیکھا کیا  
جو کیا بندہ کے حق میں اس نے دیکھا کیا  
آدمی نے آدمی کو اس جگہ اغوا کیا  
جو نہ گردوں سے ہوا وہ کام خود نہا  
آدمی کو آدمی کے عشق پر شیدا کیا  
چھنے وقت جنگ پا خاطر اعدا کیا  
کیا ہونے تصور کو گرداں پر رسوا کیا  
ہے موصدہ کہ جسے غیر کو اپنا کیا

ہیں ہی فرما د شیریں ہر زبانیں گھر  
عمر بھر کھا مجھے غفلت میں یاد دے

کون بچا کنے پہلے عشق کا چرچا کیا  
وے حب زین زین زن یہ کچا کیا

گرم دایم ہے محبت عالم میں باز عشق  
ایک مجنوں اٹھ گیا تو دوسرا پیدا کیا

دل سے جب غیرت کا بار اٹھا  
ہو نہ بندہ کسی کا اور نہ خدا  
تنگی قیصر کا فشار اٹھا  
یہ قید بھیہ اعتبار اٹھا  
اے ہی موسم بہار اٹھا  
اے ہی موسم بہار اٹھا  
خلق سے چروا اختیار اٹھا  
صبر کر بار انتظاں اٹھا  
اپنے پلکوں سے تو یہ غار اٹھا  
یا الہی زمیں سے دار اٹھا  
تنگ ٹھوڑے تو شرار اٹھا  
دشت دشت سے چغیرا اٹھا  
جمع کر خاطر انتشار اٹھا  
دل سے صبر و سکون قرار اٹھا  
جو گرا پھر نہ وہ سوار اٹھا

خاکساری سے ہے سرفروزی

خاک ہو کر محبت غبار اٹھا

پایا نہ نشان دہر میں آسودہ دلی کا  
دولت میں حکومت میں تو دل کو نہیں آرام  
کیا اگر دشتِ فلک پہ قابو ہے کسی  
ہے فقر کے پردہ میں رخ آسودہ دلی  
جاری ہوا سینے سے مرے علم کا دریا  
عرفاں جو ہوا مجھ کو خدا اور بنی

گمراہ کہاں پائیں نشان حق کے ولولہ  
 کا آئینہ کچھ فضل عظمیٰ کا نہ علی  
 یہ فائدہ ہے ذکر خفی اور جلی  
 ہر دم ہے طواف اس بت کافر کی گاہ  
 یہ حال کنول کی ہے طرح دل کی  
 کیا بے واقف مگر اسرارِ حق  
 معلوم ہوا خواب میں مجھ کو وہ اب  
 یہ عکس ہے دنیا تری سینکی وید  
 آئینہ ہے عالم تری سینکی وید

یہ عشق مجازی یہ زردیم کی خواہش  
 سایہ ہے محب سر پہ ترے جن پری کا

مجدد سے طواف آگے کر دیو تہاں کل  
 میں یا رسکا طالب طلبہ کا بھلاں کل  
 میں ہوں متوطن نہ سیا کا وہاں کا  
 اب تک نہ کھلا مجھ کو کہ ساکن ہو کہاں  
 کرتے ہیں ان آگے جو ہم بیرمناں کا  
 جو کچھ ہے یہاں سے نقشہ اعمال کا  
 دیتی ہیں یہ روزے جو کھاناں کا  
 اس عشق میں کچھ فرق نہیں ہے درجہ کا  
 پھر اس بھی سودا ہے کچھ نام و نشان کا  
 مالک ہوں میں اس ارض ساکنوں کا

دینا کی روش کے ہے لب لعل  
 کر ذکر خدا چھوڑ من و تو کے یہ جھگڑے  
 ہوتی ہے تجھے صحبت اللہ میسر  
 کچھ دیر سے مطلب ہے کعبہ سے غرض  
 کھلتا ہے خوشی سے کبھی مرجھا تا غم سے  
 ملتے ہیں دکاؤں میں بہت صوفی شوخو  
 جو واقعہ گزرا تھا ہزاروں برس آگے  
 ہے دھڑ میں موجود عمل کی تری تصویر  
 اتنے میں ترے سامنے ہر رنگ اعمال

راہ کو اگر عشق سے دلدار چھٹا  
 زاہد سے نبھے گی نہ کبھی صحبت زہد  
 دونوں ہیں سرِ عالم دنیا ہو کبھی  
 رہتا ہوں کبھی ارض پہ اور گاہ سماں  
 بیخانے میں ہوتی ہے ہمیں حق کی زیارت  
 ہے باغ جہاں کہ شجرِ خرم حقیقت  
 طفلی و جوانی و صغیفی کی وہ بکلیں  
 دل ایک ہوا میں نہیں خرم و کفانی  
 ہستی تری ہاں ہے کہ خود ہستی  
 دم سے مرے آباد ہے یہ عالم ہستی

۴۶  
 برسوں محبت اردو کی زبانِ ہنسی  
 ماہر نہ ہوا تیس برس میں بھی زبان کا

حق یا وجہ و مبدا رہیگا	دینا کا نہ کوئی غم رہیگا
جینک نہ ہو دل میں گنجِ تجرید	اندیشہ بیش و کم رہیگا
ہر ظلم بصورتِ مثالی	گرد اہل ستم رہیگا
جینک کہ ہے دل میں جب دینا	تب تک لیتا جسم رہیگا
سہر جائے تو جائے عاشقوں کا	پیچھے نہ کبھی قدم رہیگا
دل میں ہے اگر محبتِ دوست	لبریز یہ جامِ جسم رہیگا
ہے غیب کبھی کبھی حضوری	دایم یونہی زیرِ دم رہیگا
جس لئے کہ نہ دیکھا اس کا چہرہ	شیدائے رخِ عدم رہیگا
خالی نہ رہیگا شیشہٴ دل	گر خمر نہیں تو سہم رہیگا
ازحام یہاں ہیں لوحِ محفوظ	لکھتا اپنر قلم رہیگا

اس اوج پہ یہ محبت مہرِ جبرخ

قد مونہ زمیں کے خم رہیگا

رازِ وحدت کھلے تو کیا ہوگا	ہر بت اسنگدلِ خدا ہوگا
جب وہ پردہ سے رونما ہوگا	زاد و حشر تب بیا ہوگا
آئینگی تب خدا کی شکلِ نظر	جب یہ وہمِ دوئی فنا ہوگا
نفس کا سحر توڑنے کے لئے	ذکرِ ”ہو“ موسوی عصا ہوگا
دیکھتا ہے مگر نہیں ہے شناخت	نام اس کا کہیں سنا ہوگا
اپنی قدرت کو آپ خود دیکھے	یہی خلقت سے دعا ہوگا
دل کی لبیک جو سنیکا کبھی	وہ نہ پھر طالبِ دعا ہوگا

تم تو پورا کردالت کا قول وعدہ یا رہی وفا ہوگا  
 حق کے کہنے میں نہ یہ دواں ہوگا کیا اگر جہاں خدا ہوگا  
 ہوگا جب بندگی میں قیامت خلعت خاص پھر عطا ہوگا  
 عاشقوں کو محبت بیزا ہر شعر  
 نسخہ درود و ادوا ہوگا

اٹھا پر وہ تعین کا تو وحدت کا سنا نکلا  
 خدا جانے کہ اس منزل کے ہم کیسے فانی  
 شکایت کیا ہے غیروں کی جتنی ہی گفتگو  
 درخت خار کے تھے تو کانٹوں میں پھنسی آخر  
 یہ مال و زر یہ کرد و فریہ عز و جاہ دنیا کا  
 کہاں اس بلوغ میں کج محنت کو نہشت  
 کیا ہے تربیت برسوں میں تعین کو محنت سے  
 یہاں کر کے پہنچے عالم امثال میں قیام کیا  
 یہ ذکر و فکر ہیں کسیر شرط قابلیت سے  
 لطافت اور کثافت حاصلیت ہر ذات اولیٰ  
 جسے سمجھے تھے محبت وہ حقیقت جس نے  
 ہر اکث میں سمندر کی ہمارا نقش پالنے  
 ہر عضو تن بھی تو روز جزا نا آشنا  
 نتیجہ خوب خوبی کا برائی کا بُرا کنا  
 جسے پہنچے ٹٹولا اس کے اندر سے دعا کنا  
 ہناں ہر پہلو گل میں یہاں رچنا کنا  
 جسے سمجھے تھے ہم سرکش عظام باؤ کنا  
 وہاں بھی اسے گرفتار اجل دم قضا کنا  
 بہت کھودی زمیں شور و جزیرہ پھر کیا کنا  
 سماں کے زمیں سخی زمیں میں سے سماں کنا  
 نکلا ابھی جو جنت سے نہ چھوڑا دامن گل کنا

دو فانی بھی محبت تو انسر اہل وفا نکلا

دنی کی ذات میں جلوہ تھا لاکھوں لہو آخر کا  
 قل اعوذ کو ہم پڑھتے رہے پانچوں عالموں کا  
 عدوئے نفس ہم فتح پائیں تو رسائی ہو  
 دنی کو چھوڑتے ہی منزلِ لاہوت تک پہنچے  
 جو نکلا شمس وحدت آگیا دن روزِ عشرہ  
 خیالِ باں جو آیا تو شیطاں پاس سے ہر کہ  
 بڑا شہ زور شیطاں ہے محافظِ پاک کے در کا  
 زمیں کو فلک تک رات ساک سے دم بھر کہ

تمام غیرت میں سیرش اعمال ہر جا ہے      نشان ملتا ہنیں لاہوت میں کچھ خیر کا شر کا  
 جو نظر آفتاب عشق مشتہر ہو گیا ہر پا      جسے کہتے ہیں وجہ اللہ وہ چہرہ دلبر کا  
 محبت ہے فرق اطلاق و تقید کا فقط اس       
 دگر ز آب تو کیاں ہے کوزہ کا سمندر کا

جال یار سے اتنا بڑا ہے نور آنکھوں کا      کہ ہر ذرہ نظر آتا ہے مجھ کو طور آنکھوں کا  
 وہی تن ہے وہی جان وہی شہود و حیا      سرور دل دہی اور وہی ہے نور آنکھوں کا  
 چھپے تھے اس پری کے گوں پشیم گل نش      نیا دیکھا ان آنکھوں کے باجوس آنکھوں کا  
 اسی کے عشق میں سارے جہاں کو بخیر پایا      کوئی مسحور چتون کا کوئی مخمور آنکھوں کا  
 نہ دیکھے اسکو جو دیکھے تو اس کے غیر کو دیکھے      وہ احوں چشم ہے یا کور یا معذور آنکھوں کا  
 جن آنکھوں نے محبت کہا بھی دیکھا جمال اسکا       
 نہیں جاتا کبھی ان سے ابد تک نور آنکھوں کا

ہر نفس ہے تار و اس زلف عالم گیر کا      سارا عالم ہے گرفتار آہنی زنجیر کا  
 اپنی تدبیر و کجیہ دام ہلاکت میں بھٹنا      تب ہوا قائل گرفتار بلاقت یر کا  
 جس طرف دیکھو ادھر آتا ہے وہ جہر نظر      جملہ عالم آئینہ ہے یار کی تصویر کا  
 کیا عذاب گور سے محفوظ رکھے گی تجھے      ہے خیال خام نچتے قہر کی تعمیر کا  
 ممبر و تسلیم و رضا ہے سب اس کی سیر      پہلواؤں پہنیر کیا ہے اثر شمشیر کا  
 عمر بھر تو نے چلائے تیر سا پیر تو کیا      مرغ تو او پر بٹھا اور بچے نشان تیر کا  
 جب اسی کے ہاتھ میں ہے یہ ہمارے عقل و آ      سود ہے پھر تو سراپا ہر زیاں تدبیر کا  
 معتقد جبکا ہو اسکو حق سمجھ کر پوچھ تو      واجد طوا آدم سیاں ہے مرتہ ہر یر کا  
 دلی مشغولی خیال یار میں آساں نہیں      اس زمین شور میں لانا ہے کج شیر کا  
 دیکھ آئینہ میں پہلے اپنے بھی خال خط      گرا وہ ہے تراقاں کی تعمیر کا

۴۹  
ایک نکتہ عشق کا میں نے جو لکھا ہے  
ہے وہی تحریر کا منشاء وہی تقریر کا

غم بہت ہے یہاں سے جانے کا  
تو ہی موجود ہر جگہ ہے مگر  
ہے وہی شاد باغ ہستی میں  
جلکے مزا ہے کار پر و ا نہ  
یہ شفق ہے کہ جل رہا ہے فلک  
بیج ہے نہ لچھی نہ یکتا  
ٹلکے مٹی میں ختم پھر اٹھا  
اس کی صورت کو آنکھ سے نکھیں  
ڈوب کر بحر عینیت میں سفل  
قال سے عاشقی نہیں آتی  
کیا نہیں ہے یقین اسنے کا  
ہے یقین لگو تیرے پانے کا  
ذوق ہے جسکے غم کے کھانے کا  
شمع کا کام ہے جلانے کا  
و کچھ انجام خوں بہانے کا  
سلسلہ ہے یہ آنے جانے کا  
غم نہیں خاک میں ملانے کا  
تھا یہ مقصد ہمیں بنانے کا  
کیا کنارے مزا نہانے کا  
ہے خودی حال ہے دوانے کا

اس فرب نظر چمن میں محب

خوف ہر جا ہے دام دولے کا

بہشت اپنی سقر اپنا زمین آسمان اپنا  
زمین اپنی فلک اپنا مکان ولا مکان اپنا  
یکو مضبوط دامن عشق کا اور چھوڑ دینا کو  
جھیل اپنا سمجھتے تھے وہ غور سے بھی کم نکلے  
ہمیں کیا خوف ہو میرا ان عل در در کس کا  
نہ کھاتے دانہ گندم کبھی شیطا کے انوے  
جو بکول میں غم عشق تو شیر میں شریاتے  
دو عالم میں تباؤ تو نہیں کس جا مکان اپنا  
ہم ہی ہر جا ہیں لیکن دھوڑے پھر نفا اپنا  
جو وہ جان جہاں اپنا تو پھر سارا جہاں اپنا  
جو دیکھا خوب نیا کو غلط پایا گم اس اپنا  
لیا کرتے ہیں ہم خود آفتوں میں اتھاں اپنا  
سمجھتے حضرت آدم اگر ستر بناں اپنا  
ہو ابلاغ جوائی صفت میں صرف خزاں اپنا

جو مجھے ہیں ہیں سکوئے ورنہ ایک رستہ ہے  
 ہمارے شعیر میں بھی رنگ ہے گلہا مغرب کا  
 زبان وہ بند کرتے اور سیتے ہیں دہاں اُز  
 نہ یہ اپنی زبان اس اور نہ یہ طرزِ بیاں  
 نہ بزمِ اپنی نہ مے اپنی نہ یارِ مہرباں

محب وہ داغِ لہری عشق میں لہر اُگر دیکھے

تو ضواں بھول جائے آسمانی گلستاں پنا

کبھی تھا صلب میگل ہے رحم میں مل کے گھر میرا  
 لحد کے بعد دورا میں ہیں سکو ورنہ و جنت  
 پریشاں حل رکھا الفت گیسوئے دینا نے  
 دردِ دل سے مریج ہو پُچول سُرُف تو اسُفُف  
 جنان و خلد دیکر یا رجسکو مٹول لیتا ہے  
 اداؤ ناز میں تو مست میں جیو دیرے غم میں  
 زبانِ دعویٰ الفت ہے دلِ دونوں کے خالی  
 مجھے ہے صفویٰ حیات جو مولانا کے رومی سے  
 کبھی بڑا شک تھا کا ہے تھا لطف اور کبھی مضغہ  
 مقام ہو پ میں ہو پچا وہ ہو پچا عشقِ اعلیٰ تک

محب کیا فکر ہے داغِ محبت و لیلیٰ کہتے ہیں

اندھیرے میں لحد کی روشنی دیگا قمر میرا

جو اس خورشیدِ طلعتِ نقاب رخِ سحرِ الٹا  
 داغِ الٹا ہے دلِ الٹا نظرِ الٹی جبکہ الٹا  
 نہیں ہے غیریت و حدت ہی شخص و عکسِ ظاہر  
 دلوں میں کج نہادوں کے ہے سیدتی باہمی الٹی  
 نظر آتا ہے کیا اس کے مقابل میں قمر  
 نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ گھر کا گھر  
 کہ ہو جاتا ہے سیدھا آئینہ میں مٹ سدا  
 کر جیسے جتنے میں عکس آتا ہے نظرِ سرا



تظرائیگی کیا اصل حقیقت چشم ظاہر کو  
لڑائی میں عدد و نفس سے ہر کر جائز ہے  
بلندی سے گرا کرتے ہیں اہل نادر کے بل  
اگر سونے میں راحت اور بیداری میں محنت ہے  
الٹ دیکھی محنت سے طبیعت نفس بد خو کی  
دامغوں میں کجی ہے اور پھر الٹی سمجھ بھی ہے  
خدا محفوظ رکھے خلفا صد با معذب ہیں  
کہ پڑھتا آنکھ کی تیلی پر ہے عکس شجر اٹا  
کہ اہل حرب کرتے ہیں ارادہ سے سفر اٹا  
کہ جیسے پھل جھڑی میں اٹھ کے گرتا ہوا شجر اٹا  
تو پھر کیوں تجھ کو مرنے سے ہے یہ خوف خطر اٹا  
علی نے جسطرح سے جنگ میں خیر بکا در اٹا  
نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ بام و در اٹا  
داغ اٹا ہے دل اٹا نظر الٹی جگر اٹا

ہدایت اور ضلالت کے محب دونوں تقدیریں  
کوئی آتا ہے میدھا پیٹ سے کوئی پسر اٹا

کڑی منزل ہے رستہ دور سا ماں سفر اٹنا  
خیر بھی ہے کہ ہو جائیگا گھٹ گھٹ کڑا لال کدن  
جو دیتا ہی نہیں پھل اٹک جو لٹھے میں جلاتے ہیں  
ہو جائے کہیں دیم مان بھی آخر ایک بیماری  
ہوے برباد لاکھوں کثرت اولاد و دولت سے  
جو دیکھا رنگ باغ دہر بلبل نے کہا گل سے  
خیال یا رنجتہ ہو تو نکلے ہر بن مو سے  
جتا ماصوم باہر ہے تو گھر میں خوب کھاتا ہے  
قیامت اسپہ سونا ہے تراقت سحر اٹنا  
ہو نمازاں عروج چند روزہ پر قمر اٹنا  
ہو مغرور تو اس باغ میں کبے شمر اٹنا  
مدا د کرنے میرے درو کا اے چارو گر اٹنا  
گریں خود نوٹ کر شاخیں جو لا پھل شجر اٹنا  
ہو مغرور اپنے حسن پر اے بے خبر اٹنا  
ٹپکنا شاخ سے ہے خود جو پکتا ہو شمر اٹنا  
خدا سے تو نہیں ہے خلق سے خوف خطر اٹنا

محب ساتی ہے وہ باقی شراب عشق ظاہر ہے  
مے و معشوق سے زائد کو ہے پھر کیوں خذر اٹنا

پڑھایا عمر کو صبح و سارا نفس کھینچا  
ہزاروں سال رستہ خلک آدم میں طے ہوگا  
زمین و جسم و جان آج اپنے کونے کھینچا  
جو باخداست مخلوق تو نے دین میں کھینچا

نظروں شہد نے جلیط سے پاگس کھینچا  
اٹراجبیں عبادو پاکشتن تفس کھینچا  
بھلائے ہمنے بار احسان جبریں کھینچا  
الرا شہادت شاہ جب دام ہو کھینچا  
کبھی باہر کو چھوڑا اور کبھی اندر نفس کھینچا  
کھلا جوم فن کا پھول سکا ہنسنے کھینچا  
خدا کا شکر ہے ہمنے زبا پریش کھینچا  
سکا کئی دے دیتا نے نہ داماں کھینچا

پھنسا یا لذتوں اس طرح دام محبت میں  
دکھایا زور اپنا بعد مردن عشق جانا نے  
جگایا ضعف پیر کی سفر کے وقت سے پہلے  
نکلیا تیرے پھر لذتوں میں عاشق صاف  
جیتا شود دو نو اک نفس سے کت یا دہیں  
علوم نو پر نو پڑھ پڑھ کے ماند شیریں  
جو آیا دل میں گزرے افضل حمت پر  
ہزاروں دزدو سارق ہیں نظر ادا لست

محبب یہ مہر تاباں کرہ ناری ہوا آخر  
بگر سے نالہ آتش فشاں ہمنے زب کھینچا

استدر اللہ کی نظر و نمید تو چھوٹا ہوا  
غمر کھوئی اور تجارت میں تجھے ٹوٹا ہوا  
ڈہیر کے چھوٹے صاحب کیا بخر ٹوٹا ہوا  
تب سے کاٹا بھی نظیر میں میری گل ٹا ہوا  
اوتا دخر من و میوں ہاتھ میں سوٹا ہوا  
جب گیا بازار میں بے ابرو کھوٹا ہوا  
مس کی آمیزش سے سک زک کھینچا ہوا  
لیس کی عزت ہوئی بے ابرو گوتا ہوا  
روح تو دہلی ہوئی اور جسم کیا ٹوٹا ہوا  
کیا ہوا اگر قد حاماں سر دے چھوٹا ہوا

جتنے دیر نفس تیرا پیش سے موٹا ہوا  
کیا طاجو قوتیں اعمال بدیں صرف کیں  
ہے نجاست شرک کی تو دامن دل بھری  
جب زشت و خوب کی اصل حقیقت کھلی  
بے سزا سخت نفس نہیں دیتا کبھی  
سک زک کی محک سے اور بڑھ جاتی سو قدر  
بات سچی چھوٹ کے ٹانگے سے بالکل کر  
کچھ عجیب فیشن خیالی نے دکھایا انقلاب  
لذت دیناے فانی میں ہو پڑھ کر خراب  
ہمت عالی سے ہے انساں کی قدر و ثواب

کی تجارت ہمنے بھی شعر و سخن کی لے محبت

نفع سمجھے ہم اسی کو جو ہمیں ٹوٹا ہوا

کنہ ہے مرے دل پہ نقطہ نام خدا کا  
دنیا کو ملا کرتی ہے مزدوری محنت  
ہر روز ازل صبح ہے اور تمام آدہ  
نذروں میں نازوں میں ہی راز پنہاں  
کر دے نہ جہا حق سے یہ مشغولی دینا  
مستوں کو پلاتا ہے وہ خود اپنے  
سب کام ترے غیب سے ہو جائینگے غافل  
ہے استواری اس نجات کا ہر ذرہ عالم  
صیاہ ازل نے جسے تاکا اسے پھانسا  
دو ہاتھ بلند اڑ کے خدائی سے نکلجا

اس مہر سے کرتا ہو پہاں کام خدا کا  
لگا سونکل کو ہے انعام خدا کا  
آواز نہ اکا ہے نہ انجام خدا کا  
خلق کے کھانے ہے ترکام خدا کا  
کچھ ذکر کیا کر سحر و شام خدا کا  
ٹٹی کلیا لہ ہے مراجعہ خدا کا  
تو اپنی عرض چھوڑ کے کر کام خدا کا  
کچھ عرش میں محدود نہیں نام خدا کا  
گردن میں ہر ایک سید ہے دم خدا کا  
دست میں جو ہو نچا وہ نہیں نام خدا کا

پہچاننا مشکل ہے محب اس کا جہاں میں

لیتے ہیں زبانوں سے تو سننا م خدا کا

بتائیں کیا تھیں اس شیخ کو کہاں دیکھا  
تجھی کو دیکھتے ہم تو تمام عسر ہے  
وہی ہے ظاہر و باطن وہی خود میں خود  
ہو آخانہ دل جس کا تیری منزل گھا  
مکان وہ سعد ہے جس میں ہو اسکی ہمانی  
کھلی کلی ہے کہیں کل کہیں ہیں پیر مرده  
تھارے عشق کو دل میں چھپائے کہتے ہیں  
رہ دعوہ سے کو اسے دل کے ہیں آنتار

نظر جد ہر کو گئی اس طرف عیاں دیکھا  
گلوں کو دیکھا نہ خورشید و آسمان دیکھا  
قرمیں تخم شریح میں نہ ہاں دیکھا  
اسی کا عرش بریں سے چر مکان دیکھا  
محل وہ نجس ہے جس نے نہ مہمان دیکھا  
حیات موت کا ہر آن یہ سمان دیکھا  
یہ آگ وہ ہے کہ جس میں نہ کچھ دھواں دیکھا  
کبھی نہ اہل بصیرت کو بدگمان دیکھا

۵۴  
 محبت نے دیکھا جو اس گل کا رنگ پرودہ سے  
 نظر اٹھا کے نہ پھر سوئے گلستاں دیکھا

جسکو دیکھا بتلائے غم رہا	شاو اس وار فنا میں کم رہا
یا د میں تیری نہ گذار اچو کہ انفس	غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
کیا جئے ہم بے وصال یا آہ	عمر بھرا اس زلیست پر ماقم رہا
کیا جئے ہم اس حوادث گاہیں	خوش تو ایک دن اور دن غم رہا
تھی گھر دی بھسہ کی نو ذلالت ہری	طاف کسری اور نہ جام جم رہا
آرزو گندم کی جب اسکو موی	مطمئن جنت میں کب آدم رہا
عشق تیرا جب ہوا رہبر مرا	راستہ کا پھر نہ پیچ و خم رہا
مر کے بھی چھوٹے نہ شور زلیست	زندگی کا سلسلہ پیہم رہا
واری فست اس اہوشیم کو	عمر بھرا سایہ سے میری رم رہا

اس جہن میں ہے وہ شاد آخر محبت

مثل شبنم جو پچشم غم رہا

تو لا تو سارا عالم مل گیا	خاک کو الماس خاتم مل گیا
دم ترا جو خواب غفلت میں کٹا	جان لے دہ خاک میں دم مل گیا
کھائی جو میں نے غذا بے یادیاں	اس میں ذوق طبع کا سقم مل گیا
بیچ بیل شادی گل سے ہے خوب	شاد وہ ہے جسکو یہ غم مل گیا
پنی شراب عشق جس سے ہو نجات	کیا لا گر کا سہ جم مل گیا
کیوں نہ دل سے جوش زن ہو علی	بحر کمال سے سیرم مل گیا
دیکھے ان خاک کے پیلے کی دوڑ	خود خدا میں جا کے آدم مل گیا

وہ لا دم بھر بھی گر مجھ کو محبت

## زندگی کا نصف پیسہ مل گیا

جو صید گاہ میں وہ یا ر آیا تو صید بہر نثار آیا  
 پاپے محبت جہاں میں کچھ ہے حکم خالق کی صورت کو  
 یہ نرم عشرت ہے اتفاقی شب جوانی کی تہو رانی  
 پھینکے اناخوں کے تحت پردہ کھینکے غنچوں کے پر سے  
 ہوا جو نفس لہر کا تید انور گ نے اس کو چٹا کھایا  
 جہاں کا ہر حال میں دیکھا سکون ل کو کہیں نہ پایا  
 بڑی تنہا سے باغ بیچے گلوں کے آخر تھے بیچے

ہوا پر از خود سوار آیا قضا کی صف میں  
 اٹھ قبر شکم سے مرد کو سر پہ روز نما  
 بلا د اکا جام اور ساقی کہ نشہ اترا خفا  
 اٹھنے قبروں سے دم نہیں کر چمن پر ابر بہا  
 غضب کی شہوت کو جسے مارا وہ شیر زریہ سوا  
 لیا ز باک جو نام تیرا تو دل کو اس دم قرا  
 عروج پر اپنے پھول بیچے گلے میں لہ کے ہا

محبت بہت قسمت آزمائی ہوئی اس تک کبھی ملتی

جودل بقیہ راسکی پائی ہزار جاں سے پیارا آیا

گلے حرم میں تنگ پایا صنم خاک ہوا کو دیکھا  
 جو زخم تیری نگہ کا کھایا ہزار جاں وہ دلو بھایا  
 ہوا جو میں صنم کا عابد تو عین حق کا ہوں ساجد  
 کہ کئی ہزار گاہ تیرا رے کو کسی گلوں کے دیتے  
 نہ کھائے گندم اگر جہاں میں آتے عفاف کی چین  
 ہزار باندھے خیالی تھکر نہ معنی حشر سمجھے  
 نہ دیکھے اکھڑ حق کے جلو ہمیشہ کھاؤ دوئی کو جو  
 میں ہی ہوں باطن میں ہی ہوں ظاہر میں ہی حقیقت ہی

جودل کی آنکھوں میں آیا تو جب کو دیکھا خدا  
 عجب مزہ عاتقی میں پایا جفا کو دیکھا دغا  
 بتوں کے ناز و داد میں ابد خدا کے جو ر و جفا کو  
 تمھاری ناز و داد میں قدر کر کو دیکھا قضا کو  
 رہے جنم میں گلستان میں صلوٰۃ دیکھا خطا کو  
 اٹھ جو قبر شکم سے مرد سے تمام روز جزا کو  
 رہے غرض دنیا میں نہیں کے مخالفت میں آ  
 ہر جوتی کا اپنی نافرمان کو دیکھا بقا کو

محبت یہ دولت ہو مجھ پر کھلا غریبوں کی سیٹ بھر کر

ہنٹوں سے ہے نفع بہتر غنی کو دیکھا گدا کو دیکھا

کچھ عجیب بدلی ہوئی ہے شہر کی آب ہوا دن کو گرمی رات کو سردی جو برائی خورا

گھٹیا طایون کی ہتھ پوں گے سو  
کچھ عجب جنگ عناصر کا بندہ ہر سلسلہ  
بہر نہیں چلتا کسی کا جبکہ آتی ہے قضا  
زہر ہو جاتی ہے جو دیتا جو وہ گلی دوا  
ہاتھ میں اللہ کے بندہ کی ہے موت و شفا  
اس حیات و موت کے حکم میں حق تو رہا  
تو دیتی ہے اگرچہ لہتیں تیری سدا  
روز آتی موت تجھ پر اور پھر زندہ ہوا  
تخم مردہ گرا کے زیر خاک ہوتا ہے ہر

جنگ انسان کو ہاں جنگ غم و تیریاں  
اک دیا جاتی اگر ہے دوسری موجود ہے  
ظلم و حکمت زور و زور کیا بھر دے کیجئے  
بولی سینا بھی ہو جاتا، احمق وقت مرگ  
کچھ نہیں کرتا کوئی نعمان ہو یا شیر و ہید  
اپنی ہستی کو نہ سمجھا تاکہ ہو جاتی نجات  
بست بھی تہا نہیں ہے نیت کیوں خوف مرگ  
نکھٹا شکم میں مال کے نو قطرہ گر اب پیر ہے  
زندگی کا سلسلہ امت سے ہو گا نہ ختم

اس حیات و موت کے دوسوں سے جلدی نکل  
ہر نفس دل میں محب کر ابدن ذکر خدا

اس راستہ سے ارض و سما نکل گیا  
چاہے بلا میں نفس کی گر کر سمجھل گیا  
کیا روح کا ٹکڑا گیا قالب بدل گیا  
پروانہ گر کے شمع پر دم پھر مل گیا  
دریا کا رخ بدل گیا اور کوہ ٹل گیا  
کیوں نام حشر سن کے کلیجہ دل گیا  
دیکھا ادھر جن کوئی اور دل محل گیا  
جلنے کے بعد بھی نہیں سی کا بل گیا  
یتار و دوسرا ہو جب اک محل گیا  
شیطان کا شہر حضرت آدم پہ چل گیا

کعبہ سے تیکہ کی طرف سر کے بل گیا  
تیرے کرم سے ملے ہوئے ہستی کی میں گیا  
سیتی ہے موت جائے ہستی کو کاٹ کر  
اپنی خودی کو چھوڑ کے ہو عین آفتاب  
تیری طرف سے مخد نہ پھلا وقت حشر بھی  
نافل حیات حشر ہے اور بتو نشتر ہے  
کچھ تو جو حسن و عشق میں روزا نل ہوا  
دوزخ میں بل ناس کی طینت دی ہی  
قالب بغیر روح کو اکدم نہیں قرار  
دیکھا نہ پھر کے سوئے خدا وقت مرگ

حکمت بغیر قدرت کاٹل کہاں محبت  
ناکے میں کس طرح سے سوئی کے جل گیا

پیری میں ہے خیال کسی گھنڈا رکھا  
کر، جتنا بے نشہ دولت میں محبت  
آتا نہیں ہے کام کچھ اہل قبور کے  
آتا پیام یاں اور سے ہے بیدار  
اعداد میں بھی رکھتے ہیں اُن کی پر  
کرتے ہیں تیری راہ میں خود کو خاک  
عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے منصوبہ حق  
دیار یار پر ہے قیامت کا انحصار  
دن کو تیش ہے مہر کی اور شکو چانی  
سب کو عروج عام ہے اچھا موہا  
کثرت گلوں کی قبر پر ہر وقت محبت  
دیکھا جو بت کو اللہ بھولا  
عیش و طرب کی کی جس نے عادت  
حرص و ہوا کی کی جس نے طاعت  
آئی جوانی شیطاں نے گھیرا  
گذری جوانی عاشق کی ساری  
ناگاہ آیا جب وقت رحلت  
اعمال بد کی ٹھوکر جو کھائی  
جنسے کہ دیکھی درگاہ دل کی

فصل خزاں میں آیا ہے موسم بہار کا  
وہ چند ہے سرور سے عرصہ غار کا  
گنبد فلک سے بھی ہو جو اونچا فلک کا  
ہر دلیں سلسلہ ہے اسی ایک رکا  
دو چار کا خیال زدس کا ہزار کا  
ہر ذرہ مہر و ماہ ہے اُن کے غبار کا  
دونوں کو افتخار تھا مصلوب رکا  
ہر روز انتظار ہے روز شمار کا  
باہم مقابلہ ہے یہاں نور و نار کا  
سر ہے تمام گل کا تو آتش ہے خاک کا  
جہنم بہار پر ہے دل داغدار کا  
وہ کب بھولا اورا بھولا  
شہر و رعایا وہ شاہ بھولا  
وہ شاہ حق کی درگاہ بھولا  
راہ ہدایت بیگاہ بھولا  
کیا نالہ بھولا کیا آہ بھولا  
سب مال چھوڑا سب بھولا  
ساری عداوت بدخواہ بھولا  
دپر و حرم کی وہ راہ بھولا

دیکھی محبت نے جب اسکی صورت

اپنی خودی کو ناگاہ بھولا

فرش سے عرش تک گیا۔ اوج ہی کیا سخا  
کہتے ہیں جبکو یہ جہاں وہ ہو طلسم خواب کا  
جسکے ملک میں برس پا حال ہے یہ خراب کا  
جملہ عدد کی جان ہے یک گڑھے ہی حساب کا  
بزم شراب و مہر شاں شغل ہے یہ شباب کا  
حشر کے دن ہے سامنے ہر دق ازل کتاب کا  
سر ہے جو دیں گروں ہے کہاں جناب کا  
دل کو بنا جوان تو۔ شوقِ سخنِ خضاب کا

فلک ہوا تو جب لا۔ مرتبہ بو تراب کا  
غیر ہے یار کا کہاں رختِ ہر دم اور گما  
مست کا تیرے مرتبہ۔ ساتوں فلک کو سوا  
سب میں اسی کی ہے جھلک۔ بہر ہوا یا فلک  
عش نے تیری جان جہاں کر دیا پیر کو چون  
لوح صفایہ دہر کے سبکے عمل میں چپ رہے  
زاد خشک بخیر صوم سے مئے ہے خوبر  
نور سحر کے روبرو۔ ظلمتِ شب کی جستجو۔

شیخ جو چاہے سو کرے کعبہ سے عرش تک پھر

وہ تو محبت ہے سامنے دم نہ کر حجاب کا

گھر خدا کا ہوا بت خانہ کا اختر چمکا  
فلک صبر و مظلوم کا اختر چمکا  
رات خورشید قیامت مرے سر چمکا  
وزہ دتہ جو ہوا مہر تو ب گھر چمکا  
خانہ دل میں جو عکس رخ انور چمکا  
آہ سے چرخ بنا سوز سے اختر چمکا  
اوی چاندنی میں تیر کاں کا گھر چمکا  
جب کیا قصد سواری کا تو یہ خرم چمکا  
ضو سے رخسار کے چمکان کا گھر چمکا

وہ فر آیا جو کعبہ میں توبت گر چمکا  
ذبح کرنے سے مرے ظلم ستمگر چمکا  
سبر الیس جو مرے خواب میں آیا وہ فر  
جلوہ یار سے تھا خانہ دل سرچ فلک  
کھل گیا فرش سے ماعشرین سب مطلق  
آتش عشق نے پیدا کئے خورشید فلک  
تابہ رخسار سے ہے جرمِ قمر فرانی  
فنس بد خو کے بگڑینے نہ کہلے لک  
شرم سے چپ گیا خورشید فلک پر تھا



۵۹  
ظلمتِ نفس گئی صبحِ قیامت آئی  
شمن و جدت جو محبتِ جہم کے اندر چپکا

ساقی پادِ جامِ مے عشقِ ذات کا  
اپنی خودی کو چھوڑ کر آئے نظرِ خدا  
دنِ کثرتِ ظہور سے ہنگامِ حشر ہے  
پرورائیں ہے ہم کو عذابِ جہنم کی  
برساتِ برکت کا  
رشتہ ہے ایک عشقِ ہماری بخت کا  
کرمِ عطا ز ابرو بنیں ہجومِ وصلات کا  
اعزازِ پھر نہ کیوں ہو قلم اور دوت کا  
بھاری ہے دو جہاں بھی مولِ اکرام کا  
مالک ہے جانشینِ خدا کائنات کا

پرورائیں ہے ہم کو عذابِ جہنم کی  
برساتِ برکت کا  
رشتہ ہے ایک عشقِ ہماری بخت کا  
کرمِ عطا ز ابرو بنیں ہجومِ وصلات کا  
اعزازِ پھر نہ کیوں ہو قلم اور دوت کا  
بھاری ہے دو جہاں بھی مولِ اکرام کا  
مالک ہے جانشینِ خدا کائنات کا

ہم اس مقامِ عشق میں ہے یہاں محبت  
نام و نشان نہیں ہے جہاں شش جہاں کا

خزاںِ شے بیل کی طرح نالاں نہیں ہوتا  
چھپا نیسے بھی رازِ عاشقی یہاں نہیں ہوتا  
گریباں چاک ہوتا ہے گردِ اماں نہیں ہوتا  
گھروں میں بنیو اوں کے گوساں نہیں ہوتا  
غور و خشم و شہوت سے کوئی انسان نہیں ہوتا  
غلامِ حرص و شہوت استعدا جیواں نہیں ہوتا  
جو دنیا لوٹ آتا ہے تو کچھ احسان نہیں ہوتا

وہ عاقل ہے جو دو رگل میں بھی خدا نہیں مٹتا  
زمین خود بخود آتا ہے باہر دانہ بدقوت  
بیرتِ عصمتِ یوسف ہی دستِ زینبا ہے  
یہ کوہ و دشت صحرا عاشقوں کا توشہ فناء ہے  
محبتِ دل میں پیدا کر کہ ہے صفِ و انسانی  
کہیں کیا آدمی ان کو جو محو فکر و دنیا میں  
گدا کا شکر کر غافل کہ ہے وہ خیر کا باعث

۶۰  
 نظر اسوقت صوبت خیر و برکت کی نہیں آتی  
 جو فتن کی مہج چیزیں کچھ انھیں کی قدر مانتی  
 کہ جب گھر میں ہمارا ایک بھی مہمان نہیں ہوتا  
 مگر المانہ نادر کا کوئی پرسان نہیں ہوتا  
 نہیں کچھ کھیل لڑکوں کا محتاج بنائی شق  
 جسے کہتے ہیں سان لڑکہ آسان نہیں ہوتا

اب تک اے صنم مر مر کے جاؤنگا پھر آؤں گا  
 مری آنکھیں جو روشن ہوئیں غنیمت امد سے  
 کبھی چھوٹا جو میں اس نفس آتا ہ کے پیچھے سے  
 بد دیکھوں گا کبھی میں اس گل خوبی سستی کو  
 غریبی میں امارت کے مزے اس وقت آئیں گے  
 جو بھونکے گا محبت حق ہے اور شیطان نفرت  
 خودی کو چھوڑ کر نکلا جو آثارہ کے چکر سے  
 نہ ہوگا پہل جب تک میں سر گھر سے نہ جاؤنگا  
 تو اس خورشید کو ہر ذرہ عالم میں پاؤں گا  
 تو گلہائے منشا میں جنت علی سے لاؤں گا  
 تو میں گل کی طرح پھولانہ جام میں ساؤنگا  
 پلاؤں کی طرح نان جو کہ جب میں کھاؤنگا  
 میں بھاؤں کو بلاؤنگا وہ روٹوں کو مناؤنگا  
 جو اپنے گھر میں میں خود مرشد کال کو پاؤنگا

جو اس کے عشق کی دل میں محبت میں لگ کھتا ہو  
 تو اس آتش سے دل کی خانہ ہستی جلاؤنگا

## ردیف

چھوڑ جاں سرب عمر نہ کر تو خراب  
 مئے بچاقتی دلیں ہے لیکن دوئی  
 عشق ہے پیری میں زور ورنہ جوانی ہے کور  
 پھرتے میں کیا بیکرا مال جہان بیکرا  
 رنج و خوشی دہات و ہم کی ہے کائنات  
 وقت کو کر صرف خواب اور نہ کچھ چرتا  
 شرک عبادت ہوئی کچھ نہ ملا جز عذاب  
 اتو ہے سنی دشور پیٹے ہیں ہر دم شراب  
 حرص و ہوس کے شکار دوڑیں جہانیں حرا  
 زندگی بے ثبات خواب ہے یا ہے سرب

صدمہ ورنج و خوشی سب میں یہاں نقش آب  
ایک کچھ خیر و شر اور عذاب و ثواب  
قابل خوردن نہیں خام ہے جتنا کھاتا  
ہو گیا حشر بپا اٹھ گیا رخ سے نقاب  
دل میں ہے ہر دم سرور اور سے قائم شباب  
ایک ہی دریا میں ہیں دیکھہ تو لاکھ جاب  
برق چمکنے لگی جو دم کے آیا سحاب

آئی جو حالت گئی تھی وہ بڑی یا بھلی  
ترک اضافات کرو ہم دوئی سے گذر  
آتش بھڑکین نعمت دینا و دین  
دیکھتا ہوں بجا جانہ میں اسی کا سدا  
نشہ غفلت میں چور فکر و تردد سے دور  
بحر سے موجیں اٹھیں اٹھ کے اسی میں گریں  
فکر کی اور ذکر کی دل میں جو کثرت ہوئی

شغل تصانیف سب چھوٹ گئے بجز ذکر و رب  
دل ہے محبت طور اب چشم میں آیا ہے آب

وقت ہے عاشقی کا عین شباب  
کہ کریں ہم خودی کو اپنی خراب  
اسکا دیتا ہے کون ہم کو جواب  
روئے جانان سے اٹھ گیا جو لقاء  
تھامی اللہ نے خود اسکی رکاب  
جس طرح سے کہ بھریں ہے جاب  
اور اللہ ہے دُرنا یا باب  
بحر عرفان حق نہیں یا باب  
دافع غم ہے شغل عشق و شراب  
نہ ہوا حشر میں غل کا حباب  
گر پڑا میں بھی تمام عمر کتاب  
خاکساری سے ہو گیا ہو تراب

گر چہ پیری میں عشق ہے نا باب  
اس کے ملنے کے میں ہی اباب  
کیا خدا کے سوا ہے اور کوئی  
ہو گیا کل من علیہا فان  
برتر از عرش جب چلے احمد  
تیری ہستی ہے عین ہستی حق  
زندگانی ہے بحر تو غواص  
پار بیڑا ہوا خدا جو ملا  
فکر دینا و دین ہے عنہم اور  
اس کی جانب جو کر دے فسوب  
پے عمل کو ہے علم نا کارہ  
پیر دے ابو تراب ہے یہ

ایک بالذات ہے خدا کی ذات  
 اور مارا جہان ہے نقش آب  
 مئے وحدت سے ہے دل کو سرور  
 اور دنیا کے سوز و غم سے کباب  
 علم تو حید ایک تختہ ہے  
 سب علوم جہاں کا لب لباب  
 عمر بھر گر پڑیں خدا نے  
 ان کتابوں کو دور سے آداب

عاشقی کی محبت مند ہے یہی  
 کہ ہو مجنون یا جنگ خطاب

زادہ پیئے گا گوشہ مسجد میں گر شراب  
 روح الایں کے دم میں لگا دنگی پر شراب  
 دیر و حرم کو توڑ کے میخانہ کو بناؤ  
 لے زادہ ان خشک خدا کا ہے گھر شراب  
 ہے عشق و خمر دونوں میں سستی بخودی  
 اس عشق عقل سوز کا ہے جسم و سر شراب  
 فام شراب عشق پر مینا دہر ہے  
 دراصل ہے حقیقت ابرو گہر شراب  
 طوفان بے تیزئی دینا سے ہو نجات  
 ہو جاؤ عقل چھوڑ کے میں غرق و شراب  
 پھرتے ہیں اس کے گرد شب روز بدحواس  
 بیتے ہی اور بڑھتی ہے قوت سرور عقل  
 غلظت نفس سے دل میخوار پاک ہے  
 پڑتے ہی نشہ ہو گئے بغض و حسد ہر  
 اتا ہے مدون میں کہیں میکشی کا فن  
 رخص کو ضرر سے تو دل کو سرور ہے  
 ل میں جو ہو سرور تو کیا ہے لگان او  
 اعطا کو کیا سرور مئے عشق کی خب  
 شہ چڑھا جو مئے کا تو اسرار کھل گئے  
 ل صاف دپاک چائے ساتی کا کیا مقور  
 روح الایں کے دم میں لگا دنگی پر شراب  
 لے زادہ ان خشک خدا کا ہے گھر شراب  
 اس عشق عقل سوز کا ہے جسم و سر شراب  
 دراصل ہے حقیقت ابرو گہر شراب  
 ہو جاؤ عقل چھوڑ کے میں غرق و شراب  
 کیا پی گئے ہیں عشق کی شمشیر شراب  
 کرتی نہیں خواب دماغ و بگر شراب  
 کرتی ہے دور دل سے ہمارے خطر شراب  
 ہے نفس بد خصال کو تیغ و تبر شراب  
 رسو خلق ہوں جو ہیں بے ہنر شراب  
 دنیا میں دیکھ لیجئے ہے خیر و شر شراب  
 منزل کڑی ہے پی کے چل اپنے کا ہر شراب  
 انسان بی رہے ہیں کہ پیتے ہیں شراب  
 ہفت آسمان کی دیتی ہے جھکو خبر شراب  
 اپاک جام ہو تو کرے کیا اثر شراب

زادہ بڑا زمان کہ ہر جا ذوق شوق ۶۳ گریے لئے طہوراد ہر تو ادھر شراب

دو ہونڈ نیگے روز حشر محبت شفاعتین

ماگن گئے تیرے عاشق شیدا مگر شراب

دیکھتے ہیں عین بیداری میں لہر از خواب  
 بچ و شادی خواب میں اور درہم و دنیا غم  
 تھا مرقع خورتن کا اور وہ در بار خواب  
 کیا نہیں ہے یہ مکاں یہ یا یہ گلزار خواب  
 صبح کو تھی بزم وہ دولہا دلن کے بار خواب  
 تھا خلیل اللہ کروہ نار کا گلزار خواب  
 ہے ہوا اے گلشن دنیا و آب و آہ خواب  
 ہو گیا ہے غیرت سے چشم میں کیا خار خواب  
 دیکھتے ہیں اہل دل پر لطف پر الہ خواب  
 خواب کو بھی جانتا ہے خواب میں یہ خواب  
 ہے خیال و وہم کے اس کمال کا دید خواب  
 دیکھتا ہے بزم لئے کے رات بھر بخوار خواب  
 دیکھتے ہیں قتل و خون کے رات بھر اثر خواب  
 وہ در کردیتا ہے بچ و فک کا آزار خواب  
 موت سے لگا ہوا کہ تا ہے ہم ہر بار خواب  
 دیکھتا اکثر ہے صحت مرگ کے بیمار خواب

ہے طلسم عالم ہستی بھی ہے ہر شب بار خواب  
 دیکھتے ہی دیکھتے جاتی ہے کیا حالت بدل  
 دم کے دم میں منگنی الکر کی سب شاہنہشی  
 جاگتا ہے یا کہ سوتا ہے خبر کچھ بھی نہیں  
 شب عودی کی تو گزری کس خوشی سے عین میں  
 غافل اہل دنیا سے تھے اور حق سے تھے آگاہ  
 بیچ میں اربعہ عناصر اصل ان کی ہے وہی  
 دلیس کا نئے ہوں تو بچھو لو کی سوجھا لیا  
 اہل دنیا چونک پڑتے ہیں پریشان خواب  
 اہل دل بیدار ہیں اور اہل دنیا خواب میں  
 روز کے اعمال آجاتے ہیں شب پیش نظر  
 بعد مر نیگے رہن گے زندگانی کے خیال  
 تیرے ہی اعمال کی صورت ہے وہ نر از رشت  
 فکر دنیا کا بھر مستی لئے کے کیا علاج  
 عالم دنیا سے سوئے آفت ہے دم کی آہ  
 زندگی کی راہ خوف ورجا کے بیچ میں

رات دن رہتا ہے تیری ہی تصویر میں  
 عین بیداری میں کہتے ہیں اسے ہمارا خواب

عشق میں ترے جو مہخانہ خراب  
چشم دل سے دیکھ ہر دم روئے یار  
چشم حق میں سے رخ دلدار دیکھ  
نوبہ کو جلو سے ہیں جن یار کے  
دیکھ کر آئینہ خود وہ دنگ میں  
تیرے رخ کے نور سے اسے شعلہ  
دیدہ حق میں میں لے احوال لگا  
عشق میں کچھ بھی مزا آتا نہیں

میں وہی دونوں جہاں آفتاب  
کھانہ دھوکا ہے یہ سب عالم سرا  
آفتاب آمد دلیل آفتاب  
ہر ادا میں رنگ لاکھوں لاجرا  
عکس باطل ہے حقیقت کا جواب  
میں یہ روشن آفتاب واپس تاب  
ایک ہیں دونوں یہ تا آفتاب  
دل جگر دونوں نہ ہو جب تک کہا

تاب نظارہ ہے کس کو اسے محبت  
دیکھ عکس مہر خاور زیر آب

## روایتِ پ

یہ عالم جسم ہے اور جان میں آپ  
سیری آنکھوں سے دیکھ گئی سرور  
ہر اک شے آپ کی خاطر یہاں ہے  
جو دایم روح ہے اور جسم حادث  
جو اوپر فتر ہے تو مہر اس پر  
جو غیروں کے ہیں آپ کیا شادی  
یہاں ہے کون حق کی مردم چشم  
سراپا ہیں کلام دایستہ حق

خدا کی سر سے تاپا نشان میں آپ  
حیوان جہاں کی جان میں آپ  
یہ دنیا میزبان مہمان میں آپ  
تو واجب آپ میں مکان میں آپ  
کہیں شیطان کہیں حمان میں آپ  
تو یایوسوں کے بھی ارمان میں آپ  
ذرا تو دیکھئے انسان میں آپ  
قسم قرآن کی قرآن میں آپ

بتوں کو چھوڑ کے کعبہ کو جائیں  
جسے کہتے ہیں عالم عین حق ہے  
جناب شیخ بے ایمان ہیں آپ  
اگر سمجھیں جدا نادان ہیں آپ  
بدلتے و بدھم ہیں رنگ صورت  
کہ یونہی انشان ہیں آپ  
محبت دیکھی ہے کس کی دلیں صورت  
مثال آئینہ حیران ہیں آپ

نظا ہر عالم اور خفا ہیں آپ  
سارے عالم میں آپ کے صفات  
بت بھی ہیں آپ اور خدایں آپ  
ذات سرشت سے کب جدا ہیں آپ  
آپ ہی ہیں عناصر عالم  
آشنائی ہے آپ کی مطلق  
دونوں اوصاف آپ میں عیاں  
سارے افعال آپ کے میں حین  
مختلف میں عجیب آپ کے رنگ  
بینوایں کہیں کہیں فتاروں  
کہیں عیسیٰ ہیں دار پر مصلوب  
کہیں عثمان عمر علی صدیق  
دم میں لاکھوں ہی رنگ لاکھیں  
شخص ہیں آپ آئینہ عالم  
خودیزید اور خود ہیں شمعین  
آپ شیطان آپ ہی رحمان  
آپ ہی ہیں ملک پری جن دیو  
آپ آدم ہیں اور جواہر ہیں

بت بھی ہیں آپ اور خدایں آپ  
ذات سرشت سے کب جدا ہیں آپ  
کہیں آتش کہیں ہو ایہ آپ  
کس و ناکس کے آشنا ہیں آپ  
بے وفا بھی ہیں با و فایہ آپ  
ہر خطاب بر بھی بے خطایں آپ  
خود بینی اور خود بنایں آپ  
ہیں سلیمان کہیں گدا ہیں آپ  
کہیں چنگیز پر خفا ہیں آپ  
کہیں سردار مصطفیٰ ہیں آپ  
کیا ریا کار بے ریا ہیں آپ  
اپنے ہی آپ خود نمایاں آپ  
خود حین اپنی کربلا ہیں آپ  
کون جانے کہ اور کیا ہیں آپ  
دشت میں غول پر و فایہ آپ  
شجر جنت اڑ دہا ہیں آپ

۶۶  
جو کہیں آپ کو محبت سے بجا۔  
بندہ عاجز اور خدا میں آپ

## روایت

پر چھ منصور سے بام وحدت  
کچھ سمجھتے نہیں توحید ہے کیا  
آیا خورشید قیامت کا یقیں  
دبدم دل میں گزرتے ہیں خیال  
دلیں تیرے ہے خیالات کا نا  
دم میں اکبار کی دشمن کو ترے  
بھاگے خود آپ خیالات دوئی  
رات کی طرح سے بھاگی کثرت  
سنا کہ مٹ جائے تیرے دل سے دلی  
بچکے جاتے نہیں مرغان الست  
کر خدا جان کے ہر بت کو سلام  
اس قدر تو ہو سرخ یار میں محو  
سب سولوں سے تھے آگے دو گام  
مل کے اللہ سے معراج کی ات  
پنی سے عشق رات دن جو ملے  
حق ہی سنا ہے محبت شعر ترے



۶۷  
ہے یہ مقبول کلام وحدت

محمد جان ابدان رسالت	محمد جان ابدان رسالت
نہوتا گر وجوب ذات احمد	نہوتا گر وجوب ذات احمد
ہزاروں یوں تو گزری دنیا میں	ہزاروں یوں تو گزری دنیا میں
ہوے پیدا انکم سے آنے کے	ہوے پیدا انکم سے آنے کے
انہیں کے نور سے روشن ہو گئے	انہیں کے نور سے روشن ہو گئے
سچا یا عشق کے ہاتھ سے کس نے	سچا یا عشق کے ہاتھ سے کس نے
خلیل و عیسیٰ و موسیٰ و احمد	خلیل و عیسیٰ و موسیٰ و احمد
ولایت بندہ عشق احد ہے	ولایت بندہ عشق احد ہے
محمد پر ہوی تھی ختم توحید	محمد پر ہوی تھی ختم توحید
ولایت اور نبوت میں یہ فرق	ولایت اور نبوت میں یہ فرق
عدالت نفس پہ ہوتی نہ قائم	عدالت نفس پہ ہوتی نہ قائم
تغایر وحدیث وفقہ و قرآن	تغایر وحدیث وفقہ و قرآن
رسولان سلف نکلے ہیں سے	رسولان سلف نکلے ہیں سے
درنایاب ہے لفظ قرآن	درنایاب ہے لفظ قرآن
ہوے میں عی کا ذب لاکھوں	ہوے میں عی کا ذب لاکھوں
ہر ایک دور نامہ میں مذکور	ہر ایک دور نامہ میں مذکور

محبت قرآن میں ہیں روحی لذائذ

بچھا ہے سامنے خوان رسالت

یہیں ہوتا ہے اظہار محبت	یہیں دنیا تو سے دار محبت
بزمیر گل میں کچھہ خار محبت	کہاں معشوق کوئی با وفا

انا الحق کہہ کے ناحق ہونہ روا  
 الست ربکم سے یہ غرض تھی  
 ہوا مردود عالم وہ جس سے  
 نہ یا وحی نہ خدمت خلق حق کی  
 نہ اوٹھا جو زمین و آسمان سے  
 جسے دیکھو وہ ہے دنیا کا بظا  
 عمل پیچھے ہے پہلے کر تو پیدا  
 نظر کے سامنے ہو عالم غیب  
 نیاز نذر طاعت خدمت یا  
 بت اتاکون اس دنیا کے گھر کو  
 ہو واجب رشتہ الفت و لو نہیں  
 غرض رکھتے نہیں ہر وہ جہاں  
 محبت ہے غرض سے بوالہوس کو  
 عمل تکذیب کرتا ہے زبان کی

نہ کر اظہار اسرار محبت  
 لیا ہوا ہم سے اقرار محبت  
 کیا شیطان نے انکار محبت  
 نہیں ہرگز یہ اطوار محبت  
 اٹھایا ہم نے وہ بار محبت  
 نہیں ملتے طلبگار محبت  
 خیالات اور افکار محبت  
 جو آئیں دل میں نوار محبت  
 یہی ہوتے ہیں آثار محبت  
 ہوتا گر بھیہ سحار محبت  
 تو آتے خود میں اخبار محبت  
 وہ مستغنی ہیں سرشار محبت  
 نہیں رکھتے غرض یا محبت  
 موثر کیا ہو گفتار محبت

محبت خود دل کے پرواہو خاک

جو بھڑکی شمع کی نار محبت

نالوں نے خوب سیر دکھائی تمام رات  
 گزری تمام رات تصور میں یار کے  
 کرتے ہی فکر یا ہوئی چشم دل جو دا  
 پردے میں عشق مجنون و لیلیٰ کے یار کو  
 جاگنا نہ یا وحی میں کہ ہوتا ہے جہاں

چھوٹا کئے انار ہوائی تمام رات  
 آنکھوں میں میری نیند اکی تمام رات  
 پیش نظر تھی ساری خدائی تمام رات  
 اپنی ہی سرگزشت سنائی تمام رات  
 ہر روز خوابت میں گنوائی تمام رات

مرقد پہ میری شمع جلائی تمام رات  
دم بھر بھی جھکونیں نہ آئی تمام رات  
آئینہ دیکھا زلف بنائی تمام رات  
راحت بوقت مرگ بنائی تمام رات  
کس شمعو نے آگ لگائی تمام رات  
کیا بند گیا تھا دم جدائی تمام رات  
لڑتا رہا میں دل سے لڑائی تمام رات  
لذت جو اس کی یاد میں پائی تمام رات  
کرتی ہیں روز جو کہ پائی تمام رات  
پائی نہ بندشوں سے رہائی تمام رات  
مولودیوں نے دھوم مچائی تمام رات

شب رت جگنے کی رسم میں آیا جو رشک ماہ  
کرتا رہا محبت کی برائی تمام رات

کیا نہیں عشق دلارام میں بدنام بہت  
اس میں نقصان ہے کم اور جو انعام بہت  
پنختہ کاران میں بہت کم ہیں مگر خام بہت  
یو تو صیبا د بہت مرغ بہت دام بہت  
تو ہی ہو جائے سسئی جو رٹے نام بہت  
ورنہ ہوتے ہیں یہاں صبح بہت شام بہت  
لوگ سمجھے ہیں کہ میں پیرو اسلام بہت  
پہلے میخوار تو ہو ساقی کلف ام بہت

اس شمع رو کے عشق نے کس کس کو بھڑپایا  
افکار دینوی نے جو دلپر کیا ہجوم  
اپنے ہی حن و ناز میں مصروف و رہے  
رونے نے دوستوں کے پریشان کر دیا  
جل جل کے خاک ہو گئے پروانے بزمین  
تھکا یا دل میں اور سمجھتے تھے اسکو دور  
وہ شمع و تھا پاس مانع حجاب تھا  
بیٹھا رہا میں بستر غم پر جھکائے سر  
غربت پہ ان کی پستی میں لذت چلیاں  
یاروں کی یاد کا جو بندہ رات کو خیال  
کل رات کو پڑوس میں مولود تھا یہاں

کونسا کام ہے جس میں نہیں نا کام بہت  
سارے پیشوں سے جہاں ہے نقصان بہت  
یونہی تو دستار کے جتنے کہ ہیں صوفی لاکھوں  
طالب صادق و مردان خدایں کیا باب  
اسم اللہ نہیں فرضی و وہی ہرگز  
صبح اور شام وہ ہے جس میں تو آئے نظر  
اک سماں نہیں آتا ہے نظر لاکھوں میں  
قابلیت جو طلب کرتی ہے دیتا ہے خدا

ترک کرنے میں مگر اس کے ہے آرام بہت  
 بو الہوسں بچتے ہیں نامہ دہین نام بہت  
 عیش و آرام کے دینا نہیں آلام بہت  
 کم ہیں خوش خلق بہاں اور گل انہما بہت  
 بخل کو چھوڑ کے کر بخشش واکرام بہت  
 نیک انجام ہیں کم اور بد انجام بہت  
 جس میں تعریف ہوں کم اور بدنام بہت

جامحہب ادبجی و دکاؤں کی تو شہرت پر

ال اچھا نہیں مشہور ہے گونا نام بہت

خلق مونج و جناب کی صورت  
 کیا خدا تھا جناب کی صورت  
 پھر نہ دیکھی کتاب کی صورت  
 آئی روز حساب کی صورت  
 ہے یہی تو جناب کی صورت  
 دیکھے کیا آفتاب کی صورت  
 دیکھیں کیا آفتاب کی صورت  
 رات بھر ماہتاب کی صورت  
 سانپ کے پیچ و تاب کی صورت  
 یہ بھی ہے اک عذاب کی صورت  
 ذات پر میں نقاب کی صورت  
 رنج و غم سے نجات کی صورت

طاعت نفس سے راحت نہیں ملنے کی کبھی  
 دل سے دل کو جو ہوی راہ تو کیا تھانہ  
 بڑھ گئی اور تکلف سے ہماری تکلیف  
 حسن سیرت کے مقابل نہیں حسن صورت  
 چاہتا گر ہے کہ دنیا میں ہو عزت حاصل  
 خاتمہ اچھا ہو قابو میں کسی کے نہیں  
 خدمت خلق وہی ہوتی ہے مقبول خدا

ذات ہے بحر آب کی صورت  
 دیکھا احمد نے کیا شب سحران  
 بتی عشق جب پڑھائیں نے  
 غافلون کے دلوں میں وقت سزا  
 خود کو سمجھے نہ ہم خدا افسوس  
 جسے دیکھی تجلی رخ یار  
 کور چشماں دل تو میں محذور  
 دیکھ تو دل میں بند کر کے آنکھ  
 دیکھ اہل غضب میں وقت ضرر  
 عین شروت میں فکر دولت دوا  
 یہ صفات اور عالم محسوس  
 ہے یہی عشق یا رب غفل شراب

خدمت خلق کر کے خود سے چھٹے  
عاشقوں میں کہاں تغیر جسم  
جز ترے کل من علیہا فان  
کورزا ہند کبھی نہ دیکھیگا بڑے

میٹ دل سے محبت نہ کر تو فکر

سب عذاب و ثواب کی صورت

بحر ہے ایک اور جاب بہت  
اس تغیر سے ہے ظہور جہاں  
تب بنے کام دل کے حب مراد  
شمس ہستی کا ہے جواب کہاں  
ہیں کہاں عاشقاں بادہ پست  
پہلے کس کو وہ منہ لگاتی ہیں  
چھوڑ لذات منانی دنیا  
یہ تو شایاں نہیں کریمی کے  
بے ترے عشق کے نہ علم آیا  
کھل گیا جن پہ ہے مثال کار  
زیت کا اعتبار کس کو ہے  
نہ لایک مرشد کامل  
کیا سمجھتا ہے دہر خالی ہے  
جنگ و دولہ ہوے تو کیا حاصل  
رند و زندیق و لحد و مخون

کیوں نہ ہو کثرت حجاب بہت  
کیوں نہ ہو دل میں نقلا بہت  
جب ہوے عشق میں حرا بہت  
ذہن گیں ہیں آفتاب بہت  
ساقی و ساغر و شراب بہت  
مہر کم اور ہے عتاب بہت  
ان میں ہے بے یخ و برف بہت  
دے کے بندوں کو لے حنا بہت  
ہم بھی پڑھتے رہے کتاب بہت  
دیے اکھتے ہیں وہی تو خواب بہت  
دم میں بگڑے ہیں نقش بہت  
یوں تو ہیں حضرت و جانا بہت  
ہر قدم پر ہیں بو تراب بہت  
زر و جانگیر کم خطاب بہت  
ترے عاشق کے ہیں خطاب بہت

راے ذاتی نہیں کوئی اپنی میں کتابوں کے استنباط بہت

عشق کی راہ کیا محبت طے ہو

صبر کم ہے مگر شباب بہت

دیکھ ہر شے میں یار کی صورت ہے یہ دل کے قرار کی صورت

دیر میں بت ہے یار کی صورت کعبہ خالی ہے دار کی صورت

عشق اس کا شباب پیری میں یا خزاں میں بہار کی صورت

عبد طفلی ہے اور عشق صنم ہے یہی ہو بہار کی صورت

کر باطن کی کیا زیارت وعرں دیکھتے ہیں مزار کی صورت

زنگ دل ذکر و فکر دینا ہے آئینہ پر عنب ار کی صورت

دل میں ہر دم پیام آتا ہے تیرا دم ہے یہ تار کی صورت

ذکر سے بھاگتے نیا طین ہیں ہے دلوں میں حصا کی صورت

وہ جو آجائیں زندگی ہو جائے موت ہے انتظار کی صورت

نشہ عشق کا سرور نہ پوچھ ہے یہ دنیا خمار کی صورت

شب عجب تازگی تہی چہرہ پر خاک ہے صبح ہار کی صورت

آخرت ہے گل امید حیات اور دنیا ہے خار کی صورت

چار عنصر ہیں اور پانچ خواہس خلق ہے پانچ خار کی صورت

وہ بھی شانِ جلال ہے اسکی جسکو کہتے ہیں ہار کی صورت

غضب دیکھنے وعداوت و حد ہیں یہ سب مار و ناز کی صورت

ہر طرف پنبہ زار ہے تیرے اور سخن ہے تزار کی صورت

عمل زشت سے ہوئی ہے نسخ ایک کی کیا ہزار کی صورت

بتیاری محبت جو حد سے طے ہو

## ہو گئی خود قرار کی صورت

جہاں میں سیکہ دیوانے کی عادت  
نہ کھلائیگا وہ جانباز عاشق  
زمین میں چھپ کے خود آتا ہے باہر  
پڑی ہے جیسے پاتا ہو عجب لطیف  
شکر سے کم نہیں کچھ تلخی زہر  
قیامت ہو جو وہ بے پردہ ہو جائے  
ہر اک معشوق میں لائے یہی ہیں  
محبت اور کرتی ہے زیادہ  
فراوان گنج مخفی دل میں کھنا  
دیا کرتا ہے کیا حوروں کی ترغیب  
بدی سے بد کہیں بھی چوکتے ہیں  
سچائیگی تہی دستی سے تجھ کو  
نہیں اچھا ہے سر چڑھنا کسی کے

کسی ایک ہن میں لگ جائیگی عادت  
نہیں ہے جس میں پروائیگی عادت  
یہی ہے راز اور داینگی عادت  
ہر اک شے میں سے پائیں گی عادت  
ہوئی جب زہر کے کھائیں گی عادت  
بہت بہتر ہے شر مائیں گی عادت  
جھپک دکھلا کے چھپ جائیں گی عادت  
ستحائف کچھ نہ کچھ لائیں گی عادت  
بہی ہوتی ہے ویرائیں گی عادت  
پڑھی واعظ کو بہکائیں گی عادت  
تجھے ناحق ہے سمجھائیں گی عادت  
یہی دینے کی دیوائیں گی عادت  
ہلائیں لائیں گی شائیں گی عادت

## قطع

یہ سینہ ہے کوئی افتارہ صبح  
کہا کرتے ہیں دونوں غافلوں کے  
محبت بکتا ہے کیا کیا شاعری میں  
کمان جاتی ہے دیوائیں گی عادت

یہ نے کے شور چلائیگی عادت  
کہ چھوڑو صبح سو جائیں گی عادت  
کم نہیں گل سے خار کی صورت  
آئینہ پر غبار کی صورت

ہے قطریں جو یار کی صورت  
ما سوا کا خیال ہے دل میں

اور سینہ مزار کی صورت  
اور ہے کیتہ مار کی صورت  
دیکھہ روز شمار کی صورت  
ہے یہ معراج دار کی صورت  
ہے یہ دل وہ نار کی صورت  
ہے یہ ہی ایک قرار کی صورت  
نظر آئی اندر کی صورت  
آسمان ہے حصار کی صورت

لاش کی شکل ہے دل مردہ  
شیر کی شکل ہے غضب تیرا  
حب اعمال صورت میں ہیں  
یہ پوچھ منہ صو سے مقام انا  
کھانا دھوکا پری کی تابش سے  
دل و حشر زدہ کو ذکر حبیب  
اس حصار فلک سے عاشق کو  
دھوکا کشمکش سے کیا بھلیں

عجب شہور کے ہنر میں محبت  
چاند ہے داند ار کی صورت

## روینٹ

کھل ہی جائیگا دل کے در کا پٹ  
ہے یہ شیطان بھی ٹرانٹ کھٹ  
دوڑ اس راہ عشق میں سر پٹ  
ہر قدم پر ہے نفس سے کھٹ پٹ  
ایک قدم راہ عاشقی سے نہ پٹ  
پھیر تہ تیغ کو نہ تو کھٹ کھٹ  
دین و دنیا کے راستوں سے پٹ  
پاؤں اس راہ میں نہ چاک پٹ

مبدم نام اوسکا دل میں رٹ  
ڑے آتا ہے راہ الفت میں  
یکسٹرون رو گئے ہیں ست قدم  
ماٹھ دشمن کا راہ پیچیدہ  
ان جاے ہزار دشمن ہوں  
ل میں رکھو مبدم خیال اس کا  
چہ عشق میں قدم کو جمنا  
یہ دخول عاشقان سے ہے تر



قبر عاشق پہ بعد مرنے کے  
 چھوڑا اہل جہاں کا تو یہ بھیجا  
 گلہ خوں کے ہزار ہیں جھمٹ  
 سایہ کی طرح ازل سے پٹ  
 کچھ بقیہ شراب کی ٹھٹ  
 اپنے ہی نفس بد کو ڈانٹ ڈپٹ  
 پھیل دریا کی طرح اور نہ سمٹ  
 رات دن نفس ہی سے حکم پٹ  
 شیر کی طرح نفس بد پہ جھپٹ  
 خاکساری سے تو بھی اتنا گھٹ  
 کہ نہ دل میں جائے جھپٹ پٹ  
 جب سے دوستی روح لطیف  
 رحم کرا سپہ جیہ آئے غضب  
 بد رکھنے سے عید کا ہے ہلال  
 دیکھ بھی ہے ہر طرف بارود

میں یہ سمجھا محبت کہ وہ آیا  
 کان میں آئی جب کوئی آہٹ

جانا کہ مصر ہے کعبہ کو لیکر گناہ کی بو  
 ہوتی نہیں صفائی دل صدق کے بغیر  
 دینا ہے اعتبار تو جو ہم کا ایک نام  
 ہمدردی زبانیہ نہ جانا کہ خود غرض  
 زیبا نہیں فقیر کو شاہوں کا کرد فر  
 گھوڑوں کو کھایں وہ کہ جو ہل چکے سو  
 جنت نظیر ثنائی کشمیر کیوں نہ ہو  
 اٹھ آیا کچھ نہ حسرت داربان کے سوا  
 کھلتے مراقبہ سے ہیں شیطاں داؤ بیج  
 کرتے ہیں مجلس میں موافق کو انتخاب  
 گر چاہتا خدا کو ہے بت کے قدم پہ کوٹ  
 جیسے سے تو ریا کے ہے بہتر فراگ کوٹ  
 چلتے ہیں سیم و زر کے مقابل میں آج کوٹ  
 روتے تو مجلسوں میں ہیں دلہنیں سے چوٹ  
 گدڑی میں فادہ مست کی کیا باد کی کوٹ  
 اصحاب لکھتے ہیں شہرہ میں غم کوٹ  
 موسیٰ کے گرد باع ہیں اور حج میں ہلکی  
 دنیا کی طمطراق پہ ہیں جو کہ دل سے لوٹ  
 دشمن سے کیا لڑ لگا کہ سیکھی نہیں بوٹ  
 لیتے نہیں یہاں پنے مخالف سے کوئی ووٹ  
 ط ندی۔

ملتی نہیں ہے منت کہیں دولت وصال  
گر چاہتا ہے وہ سنی روح پاک ذات  
عناق پہلے رکتے ہیں دل کو یہاں دہرات  
اس نفس بدشمار کی گردن کو پہلے گھوٹ  
پر کہیں گے جوہری تیرے اشعار کو بھٹ  
جاتی نہیں ہے ہر سرائی سے زسکی گھوٹ

اس کے دل پر میرے آہوں کا اشیرج کی جھوٹ  
عاشقوں کا حشر ہوگا اپنے معشوقوں کے بھٹ  
جب وہی جان جہاں ہر رنگ میں جلو گزرتا  
رجح و راجت تجھ کو آتی ہے کہاں دل میں سنج  
گندم شہوت کے کھانیسے لگا لے ہم گئے  
وقت سرمایہ ہے تیرا کونہ مال و جاہ میں  
نفس کے بندوں کو توڑ اور سوچ کو آزاد کر  
فرش سے تاعرش اوڑھتے ہیں ہزار اولیا  
عشق دامن چھوڑ کر ہیں بتلائے رخ و ہر  
دین و ایمان مال و جاہ و آبرو جاہیں سب

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے بنیخیر تیرا بھٹ  
یاد میں تیری ہر وہ آٹھوں پہر سچ کی جھوٹ

## ردیف

خلق سے آرزوئے دانہ عجب  
زال و دنیا سے کیا محبت و عشق  
سایہ مرغ ہے نشانہ عجب  
اس کے پیچھے ہے تو دیوانہ عجب

کیا بنایا زمانہ سازوں نے  
 خلق سے یہ امید و بیم عبث  
 اس کے در پر گر ڈیہ پیشانی  
 مالک الملک کی اطاعت کر  
 جنہیں کوئی نہ سوز ہو نہ گداز  
 خود نہ جب دلیں عشق وستی ہو  
 جائیں کیا بت کدہ سے کعبہ کو  
 بتکدہ جا کے دیکھ صورت یار  
 اہل دولت ہر اپنے مطلب کے  
 کیا نصیحت کا سنگ دل پر اثر  
 حال دل سے ہو نہ وہ واقف  
 اپنی بیتی کہیں تو کچھ ہوا اثر  
 بلبلو فصل گل ہے دودن کی  
 کون مرنے ہے کون جیتا ہے  
 دہر بیکار ہے زمانہ عبث  
 اسپ عکسی پہ تازیانہ عبث  
 بادشاہوں کا استانہ عبث  
 شاہ سے خلق خادمانہ عبث  
 ایسے اشعار عاشقانہ عبث  
 مئے و معشوق کا ترانہ عبث  
 جب نہیں اہل خانہ خانہ عبث  
 اور کعبہ کو شیخ جانہ عبث  
 ان کی تعظیم خادمانہ عبث  
 ڈال پتھر پہ تونہ دانہ عبث  
 ہم نایا کئے فسانہ عبث  
 لیسلی مجنوں کا ہوسانہ عبث  
 کیا بناتے ہوا شیانہ عبث  
 خون آنکھوں سے تو بہا عبث

خود پرستی نہیں محبت جس جا  
 کو تو الی عبث ہے تھانہ عبث

## ردیف ج

عشق جو کل تھا وہ شراب آج  
 دے مئے عشق مجھ کو تھوڑی سی  
 روشنی بر سر مزار ہے آج  
 ساقیا پستی غمار ہے آج

دفن کئے محین ہوئی میں یہاں  
 کیا برے تھے عل حسینوں کے  
 بیقراری میں عمر ب گدزی  
 جانے عل نفس کس طرف پٹکے  
 تھے جوانی میں موت سے غافل  
 داہری فت دروانی دنیا  
 کل نہ دیکھو گے خار و خس کے سوا  
 کیا الٹ پھیر ہے زمانے کا  
 ذکر اسکا دھت طوبی ہے  
 دوزخی کہہ رہے ہیں رخص  
 دیکھ زاہد یہ عشق کے ثمرات  
 آنکھ دہ جو تیری بیسنا ہو  
 جی اٹھے بعد مرگ اہل فنا  
 ذکر ہر دم انا کا کرتا ہوں  
 اس کی رحمت سے کیا عجیب محبت  
 پاک ہو جو گناہ کا رہے آج

## رولیف چ

روخت کے لئے کفر پہ تلوار نہ کھینچ  
 لے کر ترک لڈانڈ سے یہ سب طول عمل  
 جاہ و دولت کیلئے آپ پہ ادبار نہ کھینچ  
 فقر و زر کی محبت کا بھی بار نہ کھینچ

سلسلہ بحث کا اور رشتہ تحریر کھینچ  
 بچ دینا کبھی بھولے سے بھی نہ پائے کھینچ  
 ہاتھ زرا آئینا کیا دامن گل خانہ کھینچ  
 خلق کو دام قمرل سے سوئے نہ کھینچ  
 صنعت شعلہ محنت پے او بار نہ کھینچ  
 ذلت و سرائی سرور بار نہ کھینچ  
 آہ پرورد کبھی بر سر بیمار نہ کھینچ  
 دیکھ پختا یگانہ تو محنت بیکار نہ کھینچ  
 آپ خود اپنی طرف برق دل زار نہ کھینچ  
 کس پیر سی کی خجالت سر بازار نہ کھینچ  
 جانب خود غضب عادل جب ارش نہ کھینچ  
 لفظ گھر گھر کے کبھی ذہن سے اشتعال نہ کھینچ  
 اتنا خود آب کو لوگوں میں طحالی نہ کھینچ  
 اس کی باگ زیادہ دم فقار نہ کھینچ  
 آرزو چھوڑ کر منت اشتیاق نہ کھینچ

عشق کی بحث کبھی شیخ و برہن سے نہ  
 ٹوٹ جائیگا عجب رشتہ زار نہ کھینچ

سخت الفاظ سے شمشیر کھینچا کرتی ہے  
 کچھ سوا گور و کفن کے نہ ملا دولت سے  
 کر نہ مستوں سے کبھی بھول کے بحث عقلی  
 لکھ نہ مضمون برا بھلا شہوت نفس  
 جس سے زرا ہاتھ نہ آئے دی فن پر خوش  
 ایک کوڑی کو بھی بچتا نہیں بازار میں شعر  
 گریح واد کو کبھی چائے تو کر غم کو غلط  
 علم دینا نہیں دیتا غم دینا سے نجات  
 آگ لگ جاتی ہے دنیا میں دل آزاری  
 ہنسن فہم سے کیا فہم در سخن کی امید  
 اپنی رفتار سے چو نہی کر بھی نہ دلو نہ دکھا  
 شعروہ خوب ہے جس میں ہو میاں میں  
 صورت اصل بھی بننے سے بگڑ جاتی ہے  
 زنج نہ کر نفس کو ہر دم کی ریاضت کبھی  
 پھر میان چھوڑ کے کب میں جینا الٹی کی

## روایت

عشق ہے دل میں تخم جاسخی طرح

سارا عالم ہے بوستاں کی طرح

ن۔ شیخ محمد الدین عوف شیخ صدقہ

تیکدہ تو ہے عشق کی جاں کی طرح  
 روح تیری ہے آسمان کی طرح  
 دل میں رکرنہ سامنے آیا  
 کیا بنا تا اعلیٰ ہے دنیا میں  
 بے سوالی سوال ہے میرا  
 رکھ زباں تیر کی طرح سے رست  
 کچھ تو شیطان کو ہے اسے لگاؤ  
 پیر ہو یا مرید یا کوئی اور  
 تخم حق اور ہے شجر عالم  
 عشق ہے تخم اور فک شجر  
 ہے زبان وہ کہ جس سے غیر ہو دوست  
 مختصر ہو مگر فصیح و بلیغ  
 ہے مضا میں عشق اب حیات  
 سارے عالم کی جان انساں ہے  
 ہے کبھی فصل گل کبھی ہے خزاں  
 زاد خشک گر پئے سے عشق  
 اور کعبہ ہے لامکاں کی طرح  
 جسم تیرا اگر جہاں کی طرح  
 کیا لکھے کوئی ہے کہاں کی طرح  
 تو تو آیا ہے یہاں کی طرح  
 رزق پاتا ہو کزباں کی طرح  
 لہر ایک شخص ہے کہاں کی طرح  
 جو وہ بیٹھا ہے یا بباں کی طرح  
 لکھ نظر سب بدگماں کی طرح  
 ہو ہو ہے عیاں نہاں کی طرح  
 اور عمل حور اور جہاں کی طرح  
 در نہ سون بھی ہے زباں کی طرح  
 ہونہ تقریر داستاں کی طرح  
 اور زباں ابر و رشاں کی طرح  
 اور انساں عقل جان کی طرح  
 ہے یہ انسان بوستاں کی طرح  
 پیر بھی ہو تو ہو جواں کی طرح

رزق پہونجا محبت بغیر سی  
 لکھا گھر بھی اشیاں کی طرح

## رویفح

اک اور بھی دینا ہے جہاں شمن قمر سرخ  
 ہر بحر و ہاں منج ہر اک مون گہر

پیری میں یا شیخ نے کس شوخ کا یرنگ  
گلزار ہے اس سرخی رخسار کا پر تو  
سرخی بچے سوزش ہے تو بھری میں سے ہند  
ہر رنگ میں ہے شان جمالی و حب دالی  
ہے آتش غیض و غضب و نار حبس  
کل حوض میں اتر ابدودہ رنگ گل احمر  
آنچھو پیہ چڑھی سرخ نصیب جو عینک  
دولہ سے کہتے ہیں کہ جامہ نہیں کچھ سرخ  
جرات کوئی دیکھے کہ ہزاروں میں کہیں بھٹ  
دیوانگی لگ ہے یہ خونریزی دنیا  
چہرہ ہی آئینہ ہے احساس دلی کا  
کر ذکر خدا تاکہ ہو دل نور خدا کا  
پیتے ہیں مئے عشق کے ہر دم جو پائے  
میرنگ جو بارنگ نظر آئے عجب کیا  
ظاہر کی صفائی سے مصفا نہیں باطن

لالہ کی طرح ریش و برودت ابرودہ  
ہے عکس پری لال تو آئینہ کا گھر  
دیکھا نہیں گل لال ہوں در برگ شجر  
پہلے تو ہر بعد میں ہوتا ہے غم  
گر غور سے دیکھو تو او ہر سرخ ادھر  
تھا عکس سے سرخی کے وہ خود تابہ کمر  
سب ابھی واسو دھجی تو آتا ہے نظر  
میں ہاتھ بھی پاؤں بھی لب و ریش بھی ہر  
تلواریں وہیہ نہیں لیکن ہے پسر  
کیا فخر ہے گرو بھی گئے تیغ و تبر سرخ  
بائیں تو بہت نرم ہیں چہرہ ہے مگر سرخ  
کیا آگ وہ آہن انہیں ہو جائے اگر سرخ  
مستوں کے رہا کرتے ہیں کیا دیدہ تر سرخ  
آئینہ جو سرخ تو ہے شمع کا سر سرخ  
گل سرخ ہے لیکن ہے کہاں غلجہ سرخ  
اس گل کی جبین پر میں محبت غرق ہو  
دیکھے ہوں آنکھوں سے نولے کچھ گھر

## روایت د

حمداً ان ہے پیکل ہے شائے احمد      آپ اللہ ہے خود مدح سرے احمد

یہ تجا خود ہے خدا پرورد اور سلام  
 غی نہ محبوب خدا اور خدا میں جو دینی  
 ات احمد میں احد میں نہیں جب فرق کوئی  
 تھا جو مقصود کہ ہو باطن وحدت کا ظہور  
 در وحدت تجلی ہے زمیں سے تا عرش  
 ہم مخلوق کا تھا ایک ہی پردہ حایل  
 اجب ارکان کا جو فرق تھا جب دور ہوا  
 ونسی جا ہے جہاں نور نہیں احمد کا  
 بسکون سمجھے میں خطا وہ تو ہے دراصل قراب  
 وہ و خورشید کی ہو اہل حقیقت معلوم  
 رہ رہ شب جو کیا میں نے درود اور سلام  
 ہر پر عاشق شیدا کے برائے تسکین  
 ہے ہی کلمہ توحید شفاء للرباس  
 تھا احمد کا یہ اللہ ہے شک اس میں نہیں  
 رتبہ کون محمد کا بھلا جانے لگا

ہے محمد کی محبت فرض محبت سب  
 خلق کے واسطے وہ خلق برائے احمد

یہ ہے محبوبیت آن محمد  
 نہ جائیگا سفر میں کوئی مومن  
 مقام احمد مرسل ہے وحدت  
 بچا کی کشتی عالم بھنور سے  
 کہ ہر عاشق ہے قربان محمد  
 یہی ہے عہد و پیمان محمد  
 خدائی بھی ہے قربان محمد  
 یہی کیا کم ہے احسان محمد



محمدؐ ظاہر و باطن احد ہے  
جواب اسکا ہوا ہے اور نہ ہوگا  
کر لگنا فرق کیا نیکی بدی میں  
نظام ہر عبد اور باطن میں حق ہے  
مدینے اور کعبہ میں ہے یہ فرق  
ابو بکر و عمر عثمان و حیدر  
غذا اے روح کے طالب کہا میں  
ہمیں موجود کوئی جز خدا کے  
وہ اپنی ذات سے الگ ہے لیکن  
کہاں گلزار ایساں میں خزاں ہے  
یہ کسا مرتبہ ہے دو جہاں میں

لکھیکہ کیا محب توفیق احمد  
خدا ہے خود ثنا خوان محمدؐ

قدم قدم ہے رہ عشق میں نہاں صیفا  
وہ مرغ چھوٹ گیا دام اور دانے سے  
بزیں ہنر و گل صد ہزار دام نہاں  
نکلنا اس نفس غفیری سے مشکل ہے  
میں دست حضرت حق کا ہوں باز پروردہ  
یزا حیف یہاں آکے ہیں اسعیر ہوا  
خدا ہی دام سے نفلوں کے بلبلوں بچا  
نفس میں رہ کے پر وبال عشق پیدا کر

خدا کا فضل جو ہوسا تھ پہر کہاں صیاد  
بنایا جس نے کہ طوفانی پہ آسٹیاں صیاد  
در چمن پہ ہے افسوس پاپاں صیاد  
زمین دام نہاں وہ ہے آسماں صیاد  
مکان میل رہے دراصل لامکاں صیاد  
دگر نہ دام کہاں اور تھا کہاں صیاد  
کہ آج برسہا مہر ہے خوش بیاں صیاد  
نکہ یہ راز کہ من پلے بد گماں صیاد

کہ گل ہے دام نہاں اور باغباں صیاد  
 ہو او آب گل و آتش جہاں صیاد  
 کہ اٹھ رہا ہے سر باغ سے دہوں صیاد  
 کہ عقل صید کا لیتا ہے امتحاں صیاد  
 کہ پیلے دیتے ہیں اس فن میں لٹکا صیاد  
 ضعیف بلبل نالاں ہے اور جوا صیاد  
 نہ گل کا نام نہ بلبل کا ہے نشاں صیاد  
 کشش زمین کی ہے دام اور ذراں صیاد

محببت کے ہیں مضامین شکارِ نہایت

ہمارا ذہن رسا بھی تو ہے نہاں صیاد

چھوڑ کر فک کر جہاں بناو  
 اور جھگڑے میں ملت ہفتا  
 مفت کرتے ہیں عمر کو برباد  
 یا رنگیں گورکن دلشاد  
 پہلے تو خود ہو نفس سے آزاد  
 مرغ دل صید باغباں صیاد  
 پڑ گئی آکے سر پہ جب افتاد  
 جانتی ہے خدا کے دوست کو با  
 کیا بدلتی ہے آدمی کی بناو  
 ہیں ہر اک رنگ میں پہاں صیاد  
 مرضِ قلب و روح ہے یہ واد

نودی کو توڑ سنا دل کو سب کی الفت سے  
 نہیں سے بنا فلک ایک دام پیلا ہے  
 نفس میں نالہ بلبل سے آگ ہو نہ لگی  
 لٹکا رہا ہے بڑے فکر و فتن سے جال دہاں  
 نہیں ہے پہل جہاں ہیں یہ فن صیاد کی  
 ہزار ذیف کہ پیری میں صید عشق ہوا  
 ہزاراں کے آئے ہی درشت سرا ہوا گلشن  
 نفس ہے گنبدِ افلاک جس میں ہی نہیں

بہ نفس دل میں کر خدا کو یاد  
 ہے بنائے فنا و دیر و حرم  
 ہم ہوا سے جہاں فانی ہیں  
 غم و شادی جہاں میں تو ام ہیں  
 لے نہ جلسوں میں نام آزادی  
 صید گاہ چمن میں دام ہیں گل  
 دل کو مصروف ذکر یا رکیب  
 مگر کئی قوم عاود ہو دے کچھ  
 لاکھ تعلیم و تربیت ہو کہیں  
 رنگ آمیز کئی جہاں پہ نہ جا  
 نہ سنا داد کی غرض سے کلام

ہے مقید کا عشق آفت جاں  
چھوڑ آبادی جہاں کی فکر  
نگ دہر و حرم میں کیوں بچیں  
ہے دورنگی اصول سر مذہب  
گل بھی منتیں ہیں عشق لبیل پر  
شکل صورت پہ نالہ و فریاد

عشق خانہ خراب ہے وہ محبت  
جس سے دل عاشقوں کی آباد  
روایت

نہنگی زہد نہیں زائد ناکام لذت  
ہے اسی باغ کے اشجار کچل خام لذت  
شہد سے بھی سیوا تلخی با دام لذت  
بعد محنت کے ہے بیماری و آرام لذت  
ہو گیا ہے اسے دانہ یہ تہ دام لذت  
غم میں ہوتا نہیں کہا نا سحر و شام لذت  
چاہتی لب ہے زباں وہ تیرا نام لذت  
کتے ہوتے ہیں رہ عشق میں دشنام لذت  
نفس والوں کو نہیں روح کے حکام لذت  
ہوں نہ جب تک کہ تجھے نفس کے آلام لذت  
ابتدا تلخ ہے اور آخر اخبام لذت  
نشہ دہی سے ہوئی تلخی ایام لذت

پنی بھی جادیر نہ کر عشق کا اک جام لذت  
مبتدی کو بھی رہ عشق میں لٹا، مزا  
قہر آلودہ نظریار کی رحمت سے مجھے  
کاہلوں کو نہیں راحت میں بھی کوئی لذت  
مرغ یا بستہ دنیا کی ربانی ہے محال  
دل جو خوش ہو تو ہر اک شے میں دینا کے مزا  
ذکر کی تیری حلاوت کوئی دل سے پوچھے  
خدمت خلق جو کرتے ہیں ہی واقف ہیں  
توڑنا نفس کا مقصود عبادت ہے مگر  
کھانا نہ دہو کا کہ ہے تسلیم درضا تیرا مقام  
کامیابی ہے رہ عشق میں ثابت قدمی  
مال و زر عزت و شہرت سے ہر کیا حاصل

بادِ عشق کا قست میں کہاں ساغریں اس کی تلچھٹ بھی تو ہے ساقی گلگام لہند  
اہل دنیا کو نہیں صرف خوشی شادی میں ہے طعام اور دلچسپ کا بھی بیخام لہند  
میوہ جنت اعلیٰ میں سمجھتا ہوں محبت  
لب شیریں سے نکلتے ہیں جی و شام لہند

## روایف

میر و فانی سے ہر لے انکا عتاب کیونکر  
کیا عشق نے دکھایا پہنچا کون اس کی  
جو غرتِ غیرت میں ہیں بچکے خاک کو  
اہل سے بوجھ پیسے اسرار عشق جانا  
نافل اور سر سے جو ہے نہ اتنا دوسر وہ ہے  
جو بوجھتے ہیں خود کو کھجنگ رو نہ ہرگز  
کیونکہ نص سے جو چوٹیں پھر زین سے دیکھیں  
ہر فعل تنگ و بید کا ہے وہی تو فاعل  
غلیہ سے نص بد کے آیا جو تنگ و بید  
وہ ذات ایک ہی ہے اس کے کہ انہیں کچھ  
پہنچا براتی اس پر نہ تھے عیشِ اہلی  
ہجرِ تیان میں رہ کر برسوں جلائیں دل کو

بے تابش محبت ہم ہر حساب کیونکر  
پیری میں سمنے پایا الطفِ شباب کیونکر  
ہوتا ہے بحر و گردوں قطرہ شباب کیونکر  
پھر دیکھو خوں عاشق ہوتا ہے آپ کیونکر  
دیکھا کبھی ہے نہ نے آنا ہے آپ کیونکر  
بندہ میں اور خدا میں آیا شباب کیونکر  
ہوتا ہے خود و زوی سے انساںِ غراب کیونکر  
پھر روزِ خسرت ہے پٹنگے حساب کیونکر  
ظلمت میں ہیں نے دیکھا ہے شباب کیونکر  
بوجھیں جو دوسر ہے دیکھ جا کیونکر  
جرمِ پست تر نیز ارتقا ہے آپ کیونکر  
میر بائے ایک دم سے پٹنگے کیا حساب کیونکر

قالب محبت بدنام کن اگر نہیں ہے  
بارش کی شکل میں پھر آیا حساب کیونکر

حاصل صفای کی ہے داماد کی دہو کر  
آیا ہوں بنگلہ میں راہ حرم ہو کر  
آخر رہا یہ دیدہ ساراجہا دہو کر  
اس زندگی میں سب پر غم کرم کی خوش  
پایا ہے اس صبح کو دنیا و دین کو لکھو کر  
لاتا ہوں موتیوں کی صفت و صفت کو  
کرتی ہے تیری رحمت یا استوائی کو  
مردہ مجھ پر ہے گویا اٹھائوں سو کر  
سب فعل میں اسی کے جی جا، تیرا جو کہ  
کھایا جو سب کس نے خط لکھ بیج کو  
کافی ہے رت جس نے ہجر صدم میں سکر  
نفس لعین کو اپنے تیغ اٹھو دو کر

کاٹا ہے زندگی کو عشق صدم میں دکر  
تمیزیہ کو تو سچا تشبیہ کو بھی دیکھو  
آتا نظر وہی ہے بجائیں کھینچو  
گر چاہتا ہے نار قدر خدا سے بچنا  
ملتا نہیں اسکو جو ایک نہ ہو دے  
یظم وہ نہیں قیمت ادا ہو جسکی  
ہوتا ہے جب خطا سے فانی ج میلہ  
یہ زندگی ہے سونا اور سوت صبح اٹھنا  
چھوٹا محاسبے بچھا جو بات تہ کی  
اعمال شر سے لکھو ہے خیر کی توقع  
آخر اسی لئے دیکھا رو وصال جاہا  
انساں کا مارنا ہے کس میں گہارا

گر چاہتا ہے عشق جاناں حجب تو ہیلے  
بتیج و خرقة پہلے میخانہ میں گر و کر

تو کر لطف و کرم بے بال و پر پر  
یہی اساتو میں پر دے نظر پر  
کیا ہے تو نے قبضہ کس کے گھر پر  
دباں اس جھوٹ کا ہے کس کے سر پر  
لگا دیتے ہیں یہ علم و سنہر پر  
کہ ہے شیطاں دہاں اسکے دپر  
کہ جیسی آب ہوتی ہے گہر پر

معیت آپرے جب تیرے سر پر  
خدا و بت ہیں دو زنام اس کے  
تری ہے کونسی تھے اجڑاں میں  
خدا کا مال تو مالک بنا ہے  
اگر ہے جو ہر ذاتی کسی میں  
جواریں نفس کو پھینچیں اٹک  
صدقت آبرو دے آدمی ہے

تو پھر غالب تو خوف و خطر پر  
مثال نقش پا اس رنگدہر پر  
حکومت ہے اسی کی خشک تر پر  
کتا بین باریہیں سب پشت خیز  
کبھی سر پر کبھی پشت و کمر پر  
سنگ چھڑکا کئے زخم بگر پر  
کہ رکھتے ہیں نہاں سنگ شہر پر  
نہیں قادر ہیں جو نفع و ضرر پر  
نہیں الزام کشتی کا خضر پر

مقدم گرچہ میں حالی و غالب  
فضیلت کیا محبت گل کو مثر پر

جس کا آزاد و جہاں ہی آہر  
ہے وہی ذات اک سمیع و بصیر  
کیا وہ مجبور ہے خدائے قدیر  
دہیر آئے کا اور ذرا سا خمیر  
جو سمجھتے نہیں کسیکو حقیر  
کہ کسی نعل کی ہے محال تطیر  
دام شہباز ہے مثال حصیر  
اور کیا نوالہ بشر کی تھی تقصیر  
کہ جہاں سخت تری جو محقیر  
گیہوں کھاتے جہاں ہیں زکثیر

جو ان اللہ محکم پر یقین ہے  
نہ اٹھینگے کبھی بیٹھے سو بیٹھے  
جسے کہتے ہیں سب انسانِ کامل  
ہو عالم مگر جاہل خدا سے  
چلے دنیا سے لیکر علم دنیا  
پس از مردن جہاں کی حشر و یا  
نشد و لو طکی امت تھی واقف  
خدا کو چھوڑ کر امید ان سے  
ضرر بھی نفع ہو جب بغیرض ہو

ہے وہ سودا زلف کی زنجیر  
تیرے کانوں سے تیری آنکھوں سے  
یاس ہے کفر اسکی رحمت سے  
میرا دیوان اور عوام الناس  
وہی پاتے ہیں اہل دل کو بھی  
تو ہے بے مثل اس کی ہے یہ دلیل  
مفسی پر وہ دارِ سراح  
ایک دالے پہ نکلے جنت سے  
ہم نہ جاؤں گے ایسی جنت میں  
اس جنان سے تو یہ جنان بہتر

نہ کوئی جرم ہے یہاں سزا  
سن کے لطف نے یہ کہا مجھ سے  
شیر خوار می و عہد طفلی بس  
نفس تیرا شجر ہے ممنوعہ  
جب یہ کھایا تو پھر کہاں جنت  
بیاہ ہوتے ہی فک کر دینا ہے  
روح سے آکے نفس میں ٹہرا  
یہ اشارے محبت بیان نہ کر  
دے مذے کوئی قوت سے تکفیر

وہ ہر جگہ جہاں دیکھو دیں پر  
خدا کے فضل سے بے کوشش و رنج  
اسی اک خاک کے پتلے کے دم سے  
لفی کر سب کی اور اثبات حق  
بتاتے ہیں عمل انسان کا باطن  
ہر اک جا طالب دنیا بہت میں  
یہ دو دکھا ہے سارا حسن صورت  
وہی ہے ظاہر و باطن میں پیش  
سم آلودہ جہاں پر گر نہ ایسے  
دلوں میں سب کے الفت و خدا کی  
اسی کا ہاتھ ہے جو کاٹتا ہے  
جسے دیکھو مکاں کو دیکھتا ہے

نہیں کچھ منحصر عرش بریں پر  
گئے پائیں سے دم میں نشیں پر  
یہ آبادی یہ رونق ہے زمیں پر  
مدارِ علم دین ہے ہاں نہیں پر  
نشاں ہوتا ہے ساجد کج ہیں پر  
نہیں ہے طالب مولا کہیں پر  
جو عاشق ہو تو ہو ذات جنیں پر  
نجات دو جہان ہے اس یقیں پر  
گس گرتے ہیں جیسے انگلیں پر  
کھدا ہے نام اسکا ہر نگیں پر  
نہ دہر الزام خالی استیں پر  
نظر کرتا نہیں کوئی مکس پر

نہ چھوٹا ہاتھ سے ردی کتا میں  
یقین ہو تا جو قرآن حسین پر  
وہ رحماں میں جو عاشقِ رحم پر  
وہ شطان میں جو میں بولیں پر  
محب مرتے ہیں جو دنیا پہ ناداں  
تو عاقل جان دیتے ہیں دین

فلسفی کو ہے غیب سے انکار  
عقل پر اس کی ہے خدا کی مار  
ایک کو دیکھتا ہے احوال دو  
اس نظر کی کجی پہ سے پھسکار  
وہ سمجھتا ہے خلقِ حق کو جدا  
سخت نا فہم ہے کہاں ہشیار  
خر سے بھی آدمی ہوا بدتر  
عقل پر نفس ہو گیا جو سوار  
دم ٹوٹے ددنی کا جب دے لے  
بیچ میں اپنی ہے پی دیوار  
نفس امارہ کے بغیر قتل  
دل مضطر کو اے کیونکہ قرار  
دار ہو جائیں گے جہاں کے رد  
باندھ کلمہ کا اپنے گرد حصار  
واعظ اس دور کے بہت سی ہیں  
آسماں وزمین شمس و قمر  
ہے وہ اللہ نورِ ارض و سما  
میں اسی نور کے تو سب انوار  
گر ہے منظور دار پر چرل مینا  
کہہ علانیہ عشق کے اسرار  
حق سے منہ موڑتے نہیں ہرگز  
ہیں جو بالذات بغیرِ حق اختیار  
لالہ سے پہلے خود کو سٹا  
کھینچ بعد اس کے غیر پر تلوار  
غیب تاریک اور ظہور ہے نور  
جس طرح سے کہ لیل اور نہاں  
اس پر پروکا جو ہے دیوانہ  
غافلانِ جہان سے ہے ہوشیار  
گر داسی کے تو پھر ہیں بخوم  
ہے وہی ایک ذاتِ قطب دار  
شاعری سے محب نہیں طلب



ہے غرض یہ کہ ہوں مفید اشعار

دیر و کعبہ میرا ہے آپ جو نہیں ہو کر  
انس انسان کا مصدر ہے جو ہے جب  
دل میں ناخوش نہو یہاں کے آئینے کبھی  
دڑے دڑے سے زین کے سے وہی غیا  
خاک میں مل گئے تھے وقت خراب جو گلزار  
کیا یہ ممکن نہیں انسان ہو مر کر پیدا  
کیوں بھی ادبیت کی ہے تحاریر ہاں  
قبر بیکستہ میں میری گل خود رو جو کھلے  
لگیا قطرہ جو دریا میں تو قطرہ نہ رہا  
آدمی میں وہ محبت نہیں جو ہنس میں ہے  
اہل دنیا کو تو ہر کام پر ہے خوف ورجا  
شیر دل بہت مردانہ جو رکھتا ہو بڑھے  
ہم نہ کہتے تھے کہ اسے شیخ نہ جا کعبہ کو  
راہِ عشق اہل ہوا سے نہیں کہنا اچھا  
حبِ طرف دیکھئے اس سمت اسی کے جلو

کتنے دلوں میں محب کیوں دلا اس جا  
سکہ اٹھے خاک سے پھر بنل وریحان کر

ہے وہی سب کی جان کے اندر  
کون منکر ہے وہ مجھ نہیں  
ہے وہ باطن ہر ایک ظاہر کا  
نوع جیسے مکان کے اندر  
ہے زمین آسمان کے اندر  
ہی باہر جہان کے اندر

عقل کل ہے وہی وہی ہے نفس  
اپنے ہی آپ میں ہے محویت  
ہے وہی لفظ اور وہی معنی  
نہ سمجھ اس کو غیر حضرت حق  
پیر میں ہے جو عقل اور سکوں  
تیر سے کم نہیں ہے تیری زباں  
بد تمیزوں کو کیا حلال و حرام  
دہر سب کو مٹا ہی دیتا ہے  
گر نہیں جلس کیوں کہ جان نبی  
صاف کہتی ہے یہ کہ جان ہونین  
تن خاکی میں ہے وجود مثال  
چہ خلق می نہ سیر و سنا کی  
کام لے اسپ تن سے تو ہر روز

وہ ہی وہی وہی وہی کے اندر  
کل وہی ہے شان کے اندر  
ہے وہی ہر بیان کے اندر  
آئے جو کچھ وہ بیان کے اندر  
وہ کہاں ہے جو ان کے اندر  
تیرے منہ کی کمان کے اندر  
جو ملا وہ وہاں کے اندر  
کیا ہے نام اور نشان کے اندر  
جان تیری ہے نام کے اندر  
وہ جو سحر جی ہے پا کے اندر  
جیسے چانول ہے وہاں کے اندر  
عورتیں ہیں مکان کے اندر  
رکھ نہ بیمار بھان کے اندر

سیر اپنی ہی کر عجب ہر دم  
کیا دھرا ہے جہان کے اندر

چل زیر فلک فرش زمیں پر نہ اڑا کر  
کر آئینہ دل کو صفا ذکر سے ایسے  
کچھ سبز و پال کا آند ہی سے نہ بگوا  
احوال پہ بیج اور درختوں کے نظر کر  
تا دل میں ہے شور جانان کا تصور  
ہے حشر کہیں نشر کہیں کچھ جہاں

پیسے نہ تجھے گردشِ فداک بگڑا کر  
جس طرح سے مانجھے کوئی برتن گڑا کر  
اوپے جو شجر تھے وہ گڑے جڑے اٹھ کر  
مردے نہیں اٹھتے ہیں خاک میں گڑ کر  
رکھ سامنے تصویر کو آئینہ جی کر  
بستی میں یہاں بیتان آن اچر کر

رکھ ہاتھ میں باگ اس فرس نفس کی ہر دم  
افلاس کی گد لڑی کو نہ دے شال کا ابرہ  
خندق میں گر ادیتا ہے اسوار کو اڑ کر  
وہ ٹاٹ کا جامہ نظر آئیگا ادھر سڑ کر  
پہلائیگا یہ زہر مکانات میں سڑ کر  
اب وقت نہیں ہے جو کریں جنگ ستارخ  
مارا ہے محبت دیو کو پر دے کے نواڑ کر

دل صاف کیا سرور جاناں پہ رگوں کر  
پانی طفر آخر کو رہ عشق میں اڑ کر  
دینا سے چلا چھوڑ کے سب دولت و شمت  
آئیگا نظر آئینہ میں مکرس رخ یار  
کہتا ہے فلک اس سے جھکاؤں گل ترا سر  
کیا اس کی پریش سے خدا تجھ کو ملیگا  
رجت کا نہ قائل ہو اگر آنکھوں سے نکھا  
ہے پیٹ سے ماں کی یہ سعادۂ شقاوت  
یہ رسم یہ عادات تقید کے ہیں پھندے  
خود اپنی یہ فطرت کی تصاویر پہل شعا  
قابو میں نہ رکھا فرس نفس کو ہر دم  
کیا جہ و دستار ریائی سے چھپیں عیب  
اتارگی نفس سے پہلے ہے لڑائی

کہتا تھا محبت اس سے نہ گرا جاہ خدا را  
دلہل میں پھنسا یا مجھے اس نفس نے اڑ کر

عمر برباد نہ کر حرص کے کاشائے پیر  
نام کندہ ہے ہر اک شخص کا ہر دا پیر

باغیاں سرخ نہ کر پھول کے مرجھا پر  
 لاکھ افسوس ہے اس نے پڑا جن نے پر  
 خوش آئیے میں ناخوش وہ نہیں جانے پر  
 دین دایمان کو جرم پا پہلے تو خائے پر  
 غور کر دل میں کبھی فیس کے امانے پر  
 کھل گیا عشق سے آخر نری دیو اپنے پر  
 کاش پاتے نہ تری بزم میں پروا پر  
 خاک میں گرا کے نکالینگے ہی پروا پر  
 ہم تو قربان ہیں آبادی دویر نے پر  
 زندگی اور کوئی پائینگے مرجانے پر  
 نہ چھٹیں اہل قفس قید سے بجانے پر  
 اڑ نہ جائیں کہیں صیاد وہ پرانے پر  
 شمع پر گر کے جلا دیتے ہیں بجوانے پر  
 ہر تمدن کی ہے بنیاد اسی خانے پر  
 بارب قوم کا پڑ جائیگا اک ٹکڑ پر

بعد پڑ مرو گی گل ہے عمر کی رآمد  
 سگھن دہریں اس محل کو نہ دیکھا کر  
 راز ہستی سے جو واقفیتیں دی دوا  
 گر خدا کے تجھے ملنے کی ہوس ہے اشتیخ  
 پر وہ عشق میں ہے راز حقیقت پہلا  
 راز سربستہ عالم نہ کھلا حکمت سے  
 خون ناکردہ گناہوں کا ہوتا ایسا  
 موت لائیگی کوئی زینت کی بہت حالت  
 گل و بلبل ہے کہیں وحشت و بے گشت  
 کیا درختوں سے بھی اسفل ہے اشتیخ مخلوق  
 پر وہ وہ ہے کہ بنے قبر بھی خانے میں  
 پر وہ داری یہی کہتی ہے کہ تعلیم نہ دے  
 عاشقوں کو ترے زیبا نہیں فکر دینا  
 اہل خانہ نہیں کچھ اگر شہوات فقط  
 مرد عورت نہیں ہر کام میں گردش بدوش

ہے کہاں پرش اعمال محبت میری محبت  
 جرم عائد نہوایار کے مسمانے پر

## روینا

بند کر حس ظاہری کے کواڑ پر دہائے خیال غیر کو چھڑا

دور کر دل سے وہم غیریت  
 شغل باطن ہے راحت دل جاں  
 ذکر اللہ ہے وہ پر زور  
 عشق کا راستہ بہت ہے کٹھن  
 زل دنیا عجیب ہے مکار  
 آئے شیطان کیا مجال سکی  
 گر تجھے حق کا وصل ہے منظور  
 کیا جمے عشق میں قدم تیرا  
 گر ہے منظور خار غم سے نجات  
 عمر تن پروری میں صرف نہ کر  
 دل میں کہہ لا اکلا الا اللہ  
 مے و معشوق کو عنایت جان  
 چوڑا پیسوں کے گھر کا لقمہ تر  
 گل چینوں کے سر پہ چڑھتے ہیں  
 گر محبت تجھ کو ہے خیال حاصل  
 اپنی ہستی کو اور خودی کو بگاڑ

## روغن ز

حرم دیر میں اور پھر کے نہ جانا ہرگز  
 دیکھ بیجا بیگنا وہ پھر نہ ملیگا تجھ سے  
 برہنہ شیخ کی باتوں میں نہ آنا ہرگز  
 راز معشوق زبان پر بھی نہ لانا ہرگز

غار پہلیں گے شجر ہر کا پھل لائیں گے  
 ات بھی کوئی فطرت کی ہو جس میں مظلوم  
 ایک جھوٹے سے خزاں کے وہ بگڑا جائیگا  
 لہجے چمکے شیخ سے سوار کہ وہ بت ہے خدا  
 یل کھولو کا بنا کر یہ تجھے چھوڑے گی  
 اپنے اعمال پلٹ آتے ہیں اپنے اوپر  
 جو مٹاتے ہیں کسی کو وہ یہاں مٹتے ہیں  
 پھیر چھکڑوں کو نہ ذرب کے کہتے ہیں فنا  
 لذت موت سے واقف نہیں جو زندہ ہے  
 عقل سے دور ہے اطفال کو دینا تلوار  
 لمحہ وہ باتیں کہ اٹھیں خواب عدم سے مرد کا  
 مرد کب جانتا ہے اسکو کہ میں وہ ہوں  
 جس سے آرام ہو لوگوں کو بنا نا وہ نکال  
 ہر قدم بھونک کے رکھتا ہوں یا مال کوئی

بو بدی کا زمیں میں کبھی دانا ہرگز  
 کبھی ہوتا نہیں وہ شجر پرانا ہرگز  
 ہونہ تو رنگ پہ پھولوں کے دو انہرگز  
 دوائے غفلت کہ کہا اس نے نہ دانا ہرگز  
 زال دینا سے کبھی دل نہ لگا نا ہرگز  
 ایک جیونٹی کے بھی دل کو نہ دکھا نا ہرگز  
 اثر خیر کسی کا نہ مٹا نا ہرگز  
 سوتے فتنوں کو نہ بھوک سے جگنا نا ہرگز  
 تم باذنی سے نہ عاشق کو جلانا ہرگز  
 عشق کا راز نہ ناداں کو بتانا ہرگز  
 غافلوں کو نہ غمانوں سے سلانا ہرگز  
 شور بالیق نہ مردے کے مچانا ہرگز  
 قبر پر قبہ و گنبد نہ بنانا ہرگز  
 دم رفتار نہ فتنوں کو انہٹانا ہرگز

دل جینوں کو نہ دے تو ہری ڈالینگے عجب

بے بہا مال نہ بچوں کو دکھانا ہرگز

عمر کو تاہ راہ عشق دراز  
 طور پر جا کے کیا سنا موسیٰ  
 تم باذنی سے جوائے مردے  
 ہر دم اپنی خودی کو دو بکرین  
 دم بدم ذکر یا رکھ غافل  
 رامزن نفس حیلہ جو دم باز  
 ہر جگہ ہے کلیم کی آواز  
 تیرے عناق کا ہے یہ اعجاز  
 عاشقوں پر یہی ہے فرض نماز  
 بچتا جیتک رہے یہ دم کا ساز

کونسی چیز ہے یہاں تیری  
کہنا جو کچھ تھا کہہ گیا منظور  
ملکیا مردہ خوار ز اغوں میں  
جنسے ڈالا ہے ہم کو محنت میں  
کیجئے کس سے راز عشق بیاں  
عاشقی ہے غلامی معشوق  
عاشقوں پر میں ظلم جور و جفا  
عشق نے پر لگا دے میرے  
اوسکو معراج اور اسکو ہبوط  
وہی کھاتے ہیں گھاس آہو و خر  
عشق کے ساتھ زیست کا ہر مزا

تو ہی سعدی ہے اس زمانیکا

طرز تیرا محبت ہے سحر طراز

## ردیف

جا کے کعبہ کو شیخ اب کے برس  
کچھ عجب جن کی ہے عیادی  
تیرے اندر بھی سلطنت ہے ایک  
بند رکھ انکو ذکر حق سے مدام  
ابر رحمت ہمیں سے ہے اماں  
قدر کیا ایسے نفس بد خو کی

پیئے عشق تو ہر ایک نفس  
جکو دیکھو وہ ہے اسیر نفس  
عقل سلطان اور نفس عس  
در میں شیطان کے جو تجھ میں  
خنگ کھیتی پر میری کچھ تو برس  
ہر قدم پر اڑے جو مثل فرس

نشہ مئے میں ہم رہے سرست  
زندگی میں نہ مئے پرستی کی  
لذت دنیوی پہ گرتے ہیں  
رحمت و حرص و دونوں پہنچ  
کیا تھکیں ہم سوال کرنے سے  
جب ہوا نفس عقل پر غالب  
دیکھ ہر شے میں ہے وہی محیط  
خاص جنت میں ہے مقام ترا  
ایک پاگل بھی ہے یہاں مجذوب  
اس میردی سے کچھ تو آئسکا

یا دمشوق میں ہو صرف محبت  
بے بہا زیت کا ہر ایک نفس

## روایتِ ش

تھا نہ منصور واقعی مدہوش  
تھا انا الحق کا اُسطرف سے جوش  
غیر سے ہر جگہ ہے اسکو حجاب  
فخر و ناز و غرور دینا پر  
عورتیں جب یمن صاحب عفت  
بات حق کی جو کان سے نہ سنے  
تھے انا الحق کے سامعین گوش  
رہتا منصور کس طرح خاموش  
عاشقوں سے نہیں ہے وہ و پوش  
چار دن کا ہے سب یہ جوش و خوش  
ساتھ مردوں کے ہون و پوش و ش  
واقعی آدمی ہے وہ خر گوش



جو بھلائے خدا کی دل سے یاد  
تھا اتنا الحق کا جوش کوہ شکن  
ایک جلوے میں ہزار ہائی  
ہر طرف باغ میں ہے لغو حق  
کار دنیا کے ساتھ ہے یہ بھی  
کیا کہیں راز عشق دنیا میں  
موت پر اختیار کر پیدا  
سن اُسی کی اُسی کی صورت دیکھ  
دل میں کھ رات دن اسی کا خیال

ایسی دنیا کے دولت سو پاپوش  
دل منصور سے گرا سر جوش  
طور پر آسپ ہوئے بیہوش  
ہے ہمارا آج بادہ خوار جوش  
مے پرستی و عشق بادہ فروش  
ہے کہاں دستیاب گوش ہوش  
تو وہ خاک ورنہ ہے تن و توش  
بند کر دو نو چشم و دو نو گوش  
اور حقوق سے ہو ہم آغوش

نشد عشق میں میں جو رعب  
روز محشر کہاں کا گس کو ہوش

## رویف ص

دوست دنیا کا دیں کار سزن خاص  
روح باطن ہے قوت حرکت  
تربیت سے یہی ہے نفس لگ  
پہلوں سارے اُس سے دبے ہیں  
اسم اعظم بھی ہے ذکر اللہ  
ہر جگہ طور کا نہیں جلوہ  
نفس تن کے توڑتے ہی یہ روح  
اپنے اپنے عمل سے ہر اک کو

ہے یہ شیطان نفس دشمن خاص  
عالم ظاہری ہے انجن خاص  
جائے تاعش وہ ہے تو سن خاص  
نفس رستم ہے اور بہن خاص  
مومنوں کے لئے ہے امین خاص  
چاہئے روشنی کو تن من خاص  
پھر بناتی ہے اک نشین خاص  
ہر دو جاہے مجسم گلشن خاص

روح اور نفس دو نہیں باہم  
اس پر پردے کے دیکھنے کے لئے  
تیرے دیوانے کے لئے بس ہے  
جگو کہتے ہیں نفس اور دوئی  
جنگ ہفتادو دو کی ملت ہے  
منکر لا الہ الا اللہ  
زال دینا دمار کس دینا  
شکم مادر و زیں میں کہیں

ہے عجیب غریب ان بن خاص  
دلیس کچھ تو ایک روز بن خاص  
کوہ و صحرا کا ایک دامن خاص  
اُس کے پردہ کو ہے یہ حلین خاص  
ہے جہاد نفوس کا رن خاص  
نار و نوخ کا ہے یہ ایند خاص  
مرد یہ اور اس کی ڈرن خاص  
ہر کسی کا ہے ایک مدفن خاص

خون فاسد ہے غیرت یہ محبت  
ہو ازالہ کو اس کے رگزن خاص

## ردیف ض

اہل دل کو فقط ہے رب غرض  
دین و دنیا سے ہم ہوئے آزاد  
ہم کو مطلب ہے اس سبب سے  
شوخیوں رند کو مبارک ہوں

اہل دینا و دین کو سب سے غرض  
ہم نے چھوڑی ہے یا رب غرض  
فلسفی تجھ کو ہے سب سے غرض  
ہم کو معشوق کے ادب سے غرض

تافیہ تنگ ہو گیا ہے لخت  
حرف بے سے نہیں ہے اب غرض

چھوڑ دینا کو رکھ خدا سے غرض  
زال دینا ہوئی ہے کسی رفیق  
ورد اسکا ہے ثانی امراض

خاکِ تخلیک کی مینو اسے غرض  
پھر بھی رکھتے ہیں بیوفا غرض  
مرزی کوئی اب دوا سے غرض

لاکھ ان پر نشا رجا کریں  
اے دنیا غرض کے بندے ہیں  
کام دنیا کے دین ہو جائیں  
روح کو ہے خدا کے پاس کام  
کعبہ خالی ہے بتکدہ ہے بھرا  
کہ بتاؤ وہ راہ بت خانہ  
یاریں ہو گئے فنا ہم تو  
بیرطیاں غیرت کی جب ڈھکیں

اے دنیا کو ہے دعا سے غرض  
کیا انھیں تیرے خدا سے غرض  
ہو خدا کی اگر رضا سے غرض  
نفس کو حرص سے ہو اس غرض  
بت سے مطلب ہے کیا خدا سے غرض  
ہم کو اپنے سے رہنا سے غرض  
اب قدر سے نہ کچھ قضا سے غرض  
کیا رہی اب سزا جزا سے غرض

اے دنیا میں طالب جنت  
کیا محبت ان کو ہے خدا سے غرض

دل کو رکھ اس کی طرف پھر تو دیکھ آتا فیض  
فیض کی ہے کیا کمی ذرہ سے تا شمس و قمر  
ورنہ غفلت میں اٹھ کر آکے پھر جاتا فیض  
جتنا جاکا ظرف ہو اتنا ہی وہ پاتا فیض  
کچھ بڑھا دے کلف اس میں بے نیو نہا فیض

(مطلع)

فیض سے فیاض تیرے سب جہاں پاتا فیض  
اپنے ہی اعمال و افکار و زبان نفس سے  
فیض سے لبریز ہیں اسکے زمین و آسمان  
اسکی رحمت عام ہے کچھ خاص مومن نہیں  
دبدم جاری ہے اسکا فیض باد و آب سے  
ظاہری و دریش سے اجسام بشر ہیں فیض اب  
ذات حق ہے اہل درسا و جہان برگ و بار

تیری اسی سے زین و آسمان پاتا ہے فیض  
دیکھ نارد و نر و باغ جناب پاتا ہے فیض  
دبدم الطاف حق سے جسم و جا پاتا ہے فیض  
کافرو زندق و کفر بدگماں پاتا ہے فیض  
خار و گل برگ و ثمر ہر بوٹاں پاتا ہے فیض  
دل خدا کے ذکر سے ہر دم نہاں پاتا ہے فیض  
ہستی مطلق سے ہر دم سب جہاں پاتا ہے فیض

نہیں نوجوانوں کے پہنچ کر نفس  
لہہ میں یوں پڑے رہنے سے ہی کیا فائدہ  
وہ جاناں نہاں ولیں جس سے زلیت ہے  
بکاں عشق کی ہر سرگزشتیں زندگی -  
سے ہی تو دم قدم سے وقت گزرتا چلا  
جی جلوہ ہے ہر جا آسماں و بحیرہ میں

شکر تیرا کیوں بجا لاسے نہ یہ تیرا محبت  
تیرے ہی دم سے تو یہ شعر اور بیان پاتا ہے فیض

## روایت ط

اس طرح جسم کو اور جان کو ہے یا ربط  
حسن بے قیج کہے ہوتا ہی نہیں ہے محسوس  
پہلے شیطان کو مار تیے مئے بعد خدا  
آگ پانی مرق ہے خاک ہوا کے اندر  
چار عنصر ہر شے سے پانچ حواس ظاہر  
دل کو احساس ہے اس طرح لگاؤ  
بند نفس پر ہر وقت ہے شیطان ہوا  
خیر و عافیت دینا ہے جنھیں بد نظر  
دیکھ چو نکو چراغونہ پہنکتے ہیں مدام  
بطن ہی کی تہ چاد کی سحران تہی او

جس طرح سانک کی آواز کو ہے تار سے ربط  
دیکھ اس بارغ میں ہر گھل کو ہی ہر کسی ربط  
اخن فی میں ہے کیا گنج کو اپنی سہو ربط  
خاک کو باد سے اور آب کو ہر فاسی ربط  
ذات واحد کو ہے ہر پانچ حواس ظاہر ربط  
جس طرح سے کہ تدبر کو ہی اجناسو ربط  
سچ ہے ارواح خبیثہ کو ہی اثر اثر ربط  
وہی رکھتے ہیں یہاں غرض حقیر ربط  
مردم چشم کی فطرت میں ہے انوار سے ربط  
منصور کو لیکن تھا سردار سے ربط

اس طریقہ سے ہوا کرتا ہے اگر تار سے رُبا سے ربط  
ہو ہی جائیگا کبھی دل کو دل آزار سے ربط  
ورنہ غفلت میں ہوا کرتا ہے ایسا سے ربط  
اور پھر چاہئے ہیں ہو کہ ہیں : لہذا اس کو ربط  
نام کی ہے دو محبت جو ہو اغیار سے ربط

اپنی ہستی کو مٹانا اسے ثابت کرنا  
نئے ایک جو کہ پہ سو شکر کیا کرتے ہیں  
وہ دم یاد سے بڑھتی ہے محبت اسکی  
رُز کو دیتے نہیں کھتے میں لُط و نیا پر  
غیرت پر ہے عمل اور زباں بہ وحدت

ماسوا اللہ سے جو دل کو لگاتے ہیں محبت  
ہے ازل سے انہیں بدبختی و ادب سے ربط

## روایت

گل عشرت کا ایک خار ہے غیظ  
نار و دوزخ کا وہ شر ہے غیظ  
اور سیلاب بیکار ہے غیظ  
دل ال غضب پہ مار ہے غیظ  
عقل سر میں نہیں چار ہے غیظ  
دل میں انساں کے ایک ہے غیظ  
حاسد و کنا یہ یار ہے غیظ  
اور سیلیات کا خار ہے غیظ  
دل کے آئینہ میں غبار ہے غیظ  
اور شریفوں کو ننگ و عار ہے غیظ  
ادب یاروں کا دلفگار ہے غیظ

بہ غضب سے کہ سخت نار ہے غیظ  
جسکا ایندھن ہے شہ و ناس و حجر  
و دودہ الناس و ابجار و دُفان  
برق میں ال غیظ تیز جی میں  
پہلے غصہ ہے بعد کو نجات  
غصہ والوں کے میں مانع کہاں  
غصہ و رے دلوں کو نفرت ہے  
ختم ہے اصل سارے فتو کی  
مہربانی ہے مرکز حیات  
چشم دنیا میں ہے غضب تنکا  
ہے کہنیوں ہی کا شمار غضب  
مہربانی سے ہے بدبختی دوست

نار و دوزخ ہے اہل غیظ و غضب  
 سچ جو پوچھو خدا کی مار ہے غیظ  
 مار کو دیکھتے ہی مارے ہیں  
 کس قیامت کا زہر مار ہے غیظ  
 ہے کہیں زہر اور کہیں امرت  
 نفس پر ہو تو خوشگوار ہے غیظ  
 ظالموں کے لئے ہے تیغ و تبر  
 بیکسو نکلا یہ ننگ مار ہے غیظ

کیا محب کام مجھ کو عصفہ سے  
 کو تو الی کا یا ر غار ہے غیظ

## روشنی

تربت پہ میری آگے کوئی کیا جلا شمع  
 روشن ہیں داغہائے جگر خود کا شمع  
 پروانہ جان دیکھے ہوا طاپتِصال  
 دونوں جہاں کی جان لیکر پہنچا شمع  
 اندھے کو روشنی سے نہیں کوئی کونسا مدہ  
 بنیادہ ہے کس شمع میں کچھ خدا کا شمع  
 اندھے کو جو سرسبز کے نہیں سو جھٹا ہو کچھ  
 جگہ بھی اس کے پاس سے جا لے نہیں کہیں  
 روشن کیا ہے بزم کو خود جل کے تاسحر  
 پروانے گر کے شمع پہ کیونکر نہ جان دین  
 مجلس میں رات کو عقی سحر کو ہوا میں ہے  
 بچِ ظلم سے کہ لوٹ کے آتے ہیں عیسل  
 آتش میں گر کے آگ ہوے وصل ہو گیا  
 پروانہ جان دیتا ہے کب عشقِ یار میں  
 جز عاشقوں کے کس بچ میں عاشق کے ستم  
 پروانے کی بزم جہاں میں برائے شمع  
 بعد از فنا کے شمع ہے دیکھو بقائے شمع  
 پروانے شب چلے تو سحر ہے فنا کے شمع  
 پروانے شب کو جل گئے ہو کر فنا کے شمع  
 جب تک نہ اپنی آنکھ سے دیکھے بقا کی شمع  
 پروانہ کی ہے جان پہ جو رجوا کا شمع

مشکل ہے جان دینا جو ہو غیر سے لگاؤ  
 پرواہ نہیں ہے حق کو عاشق کے جان کی  
 پرواہ جل کے مر گئے مر جائیں غم نہیں  
 معلوم ہو گا جان کو دیتے ہیں کے کوئی  
 پرواہوں کے دلوں میں جو اسے  
 پرواہ خود جو کر کے جلے کیا خطا کسے  
 ڈر ہے نہ آگ نہ جہاں میں لگا کے شمع  
 برپا اگر ہو بزم جہان میں لگا کے شمع

پرواہ بن کے جائیں محبت بزم یار میں  
 سر میں بھری ہوئی ہے ہمارے ہوائے شمع

## روینے

خوشنما ظاہری نظریں ہے باغ  
 ترک خواہش ہے فارغ البالی  
 عشق جاناں سے دگوروشن کر  
 بے نشاں یار راہبر گمراہ  
 آکر روح ہے دباغ بشتہ  
 کیا بجائے بختی باجہا  
 ہے سر و نکایہ کچھ اتار چڑھاؤ  
 ہے بہار خزان سے اسکا حدوت  
 خواہشیں میٹ زندگی میں  
 جب خودی اور خواہشیں چھوٹیں  
 عین کثرت میں ہے یہاں وحدت  
 عقل سے کس نے اسکو پایا ہے  
 ہر گل لالہ کے جگر میں ہے داغ  
 قبر میں بھی نہیں ہے ورنہ فراغ  
 ہے یہی ایک اس مکان کا چراغ  
 خود ہوئے گم جنھیں ملا ہے سراغ  
 اور ہے بے شمار ساخت دماغ  
 جبکہ بگڑ گئے ہوں آگے دماغ  
 پیچھے ملبسوں کے بانگ زلف  
 ورنہ دراصل یہ قدیم ہے باغ  
 ورنہ ہوں گے یہ خاک گل کے داغ  
 رزق اور موت سے ہے پھر تو فراغ  
 نوز تو ایک بے شمار چراغ  
 فلسفی کو ملانے اس کا سراغ

۱۰۶  
 فہم پر ہے جہاں کے رنج و خوشی اور اعمال پر ہے ساخت دماغ  
 ہنس کی چال جب چلا ناداں چال اپنی بھی پھر تو بہو لازماً  
 رنگ ہر آن آنے جاتے ہیں شام کو ہے کہاں جو صبح تھا باغ  
 ہے محبت ہر کمال میں نقصاں  
 اہ کمال میں دیکھ لے کہ ہر دماغ

## ردیف

مہینا کو برابر سے گل و خار میں لطف  
 بن ماری ہو ایوٹس کیلئے ماں کا شکم  
 بہادر نہیں جو جبر سے میدانیں لڑے  
 و خبروں کے بھی لکھنے کی نہوار آدمی  
 کی فطرت میں نہاں تخم شرارت و ضرور  
 دنیا میں ہے کچھ علم و عمل کی کتب کر  
 ہے بازار محبت ہے یہاں لطف کی نگ  
 دیدار کی خاطر سے کیا خلق جہاں  
 سمجھا ہے کچھ اوراد و وظائف کا اہل  
 ریاضت کا جو چلکے گا وہی جائزنگا  
 رفیقوں کے کہاں عشق کو ہوتا فروغ  
 بہت ہی سمجھتے ہیں کہ دوزخ ہے عذاب  
 چلو جو بیوئے کی حقیقت کھل جائے

کور باطن کو ارم کے نہیں گلزار میں لطف  
 ابن اڈر کو بھی گلزار کا تھا نار میں لطف  
 وہ شجاعت ہے کہ ہورزم میں بیکار میں لطف  
 آئے کیا دیکھنے والوں کو اس خجائیں لطف  
 جنگو آتا ہے یہاں صحبت اشتر میں لطف  
 ہاتھ خالی ہوں تو کیا یوسف بازار میں لطف  
 مال کھوٹا ہوتا کیا چشم خریدار میں لطف  
 کیوں ہو یار کو پھر یار کے دیدار میں لطف  
 جنگو آتا ہے یہاں خدمت بیمار میں لطف  
 میوہ جنت اعلیٰ کا ہے اس بار میں لطف  
 کیوں نہ معشوق کو ہو صحبت اغیار میں لطف  
 اہل ادبار کو ہے نکت واد بار میں لطف  
 زاہد و کچھ تو ہے بخوار ہی منخوار میں لطف



خضر کو بھی نہ ملا زندہ جاویدی سے  
تھا جو منصور کو سحران سردار میں لطف  
رات کو اُسکے گلے میں تھا سحر خاک پہ تھا  
دیکھ بھرت سے کہ کیا رات کو تھا ہا میں لطف  
وہ نہ ایسے کا محب پھر تو کبھی دنیا میں  
جو ملا چند برس صحبت دلدار میں لطف

## ردیف

شیخ سمجھا نہیں کہ کیا ہے عشق  
سارے امراض و نبوی کے یہاں  
دم میں جاتا ہے تابعدار برین  
بلبلوں کی ہے عاشقی دم بھر  
جسپہ آیا وہ دو جہاں سے گیا  
ہے وہ نا آشنا زمانہ سے  
موت آتی ہے اہل غفلت کو  
ایک ہنگامہ ہے یہاں بر پا  
غیریت بت میں اور خلیفہ ہیں  
غم دنیا سے جو دلائے نجات  
راتے رہیروں کے لاکھڑی ہیں  
اور رب راتے ہیں طوائف طویل  
عشق ہر دلیں کچھ نہ کچھ ضرور  
ہر قدم پر ہے راہ عشق میں شل

بت پرستوں کا یہ خدا ہے عشق  
سچ جو پوچھو تو یہ دوا ہے عشق  
یہی براتی برق پا ہے عشق  
رنگ بگڑے تو پھر مولا ہے عشق  
ایک آفت ہے بد بلا ہے عشق  
جس کسی کا کہ آشنا ہے عشق  
عاشقوں کی مگر قضا ہے عشق  
شور محشر مچا رہا ہے عشق  
کیا بتوں کا ہمیں جدا ہے عشق  
سچ وہ خوب یا بُرا ہے عشق  
ایک اپنا تو رہنا ہے عشق  
سب کے نزدیک راستہ ہے عشق  
ساری خلقت کا مدعا ہے عشق  
ظلم ہے جو رہے جہا ہے عشق

سب بلاؤں سے چھوٹ جاتے ہیں سر پہ لیتے ہیں وہ بلا ہے عشق

کچھ تو اشار سے پتہ یہ ملا -

کہ محبت کو کبھی ہوا ہے عشق

کہتا تھا جو منصور سردار انا الحق  
کل رات سر بزم جو مطرح بجایا  
آگے مرے جھکیا ہیں سجدہ میں دو عالم  
سُکھان لگا کر جو تجھے ہوش ذرا ہے  
گستاخی نہیں مغیرہ زاد ذرا بھی  
معراج میں پہنچے جو سر عرش محمدؐ  
آدم کو نہ سجدہ کیا شیطاں نے احد  
فرشتوں کی سی میں بسایا ہی تھا کھڑکی  
خود آگ میں نے لگے پروئے ہزاروں  
کہتی تھی یہی اک خلیل آؤ چلے آؤ  
ٹھوکرے نیم سحری کرتی تو زندہ  
ہر گام سے اٹھ ٹپکیں گیوں کے فتنے

کہتا تھا میر دا بھی ہر بار انا الحق  
کہنے لگا تنہو رکا ہر بار انا الحق  
کہتا ہوں زباں جو میں سہارا انا الحق  
کہتے ہیں مکاں کے درو دیوار انا الحق  
جبکہ نہ زباں سے کہتے تو انا انا الحق  
کہتے تھے ملائک سے وہ ہر بار انا الحق  
کہتے تھے ملائک سے جو ہر بار انا الحق  
جطرح کہیں غافل ہوتا انا انا الحق  
کہنے لگی جب شمع کی خود نار انا الحق  
کہتے ہوئے آرام سے ہر بار انا انا الحق  
اشجار کو کہہ کر سر گلزار انا انا الحق  
کہتی ہے تری شوخی رفتار انا انا الحق

### قطعہ

ہوتا ہے زباں کوئی ظہر کہیں  
بشارت زباں سے نہیں کہتا کہ خدا ہو  
ہر شعر میں کچھ راز ہے توحید کا مخفی  
کیا درد و ظائف میں گناتے ہیں غیر  
کردار تو بندہ کے میں گفتار انا انا الحق  
نہ میں کہا کرتے ہیں سرشار انا انا الحق  
پڑھتا ہوں تو کہتے ہیں اشعار انا انا الحق  
کہتے نہیں کیوں لیس یہ ہر بار انا انا الحق  
دیدار کو اس شخص کے جانا جو محبت ہے

کہتا ہے اسے دیکھو کے وہ یار انا الحق

## روینک

یہ راز عشق کیا اے زباں  
فرشتوں کے بھی پر جلتے جہاں  
خدا سے دو قدم آگے ہے وحدت  
علوم ظاہری سے کیا کھلے راز  
کین کو کچھ نہ دیکھا جا کے اندر  
کہا منصور نے کیا قابلِ دار  
بہنچتے ہیں خدا تک اہلِ باطن  
جو دیکھا تیری صورت کو جہاں میں  
جو دیکھے راستی صیدِ نادک  
خدا محفوظ رکھے اس رکاں سے  
مری پستی کی پہونچی ہے یہ حالت  
ہوئی نصرت ہے گلشن سے کچھ ایسی  
قص میں جب بر ملا نقدِ طوا کو  
انہیں ہوئے بنی قبر میں بھی  
خدا کا زور ہے دستِ بشار میں

کہ دشمن بینِ بین و آسماں تک  
یہ آدم زاد پہونچا ہے وہاں تک  
ٹھہر رہ گئے آخر جہاں تک  
عیساں کی ہے رسائی کب تک  
جو پہنچے فلسفی پہنچے مکاں تک  
نہیں دیتے ہیں گرنے کچھ بیا تک  
ترقی اہلِ ظاہر کی ہے جاں تک  
ہو صاحبِ یقین وہ بدگماں تک  
قدم پر گر پڑے تیر و کماں تک  
نہ جائے خوش جہاں ہماں تک  
گرا اٹھ اٹھ کے آہونکا دہواں تک  
نہیں پڑھتے گلستانِ تباں تک  
تو نکلے براڑے ہم گلستاں تک  
تمہارے عاشقوں کے جو دمِ جاں تک  
کہ ہیں محکمِ بادِ آب و و خاں تک

محبت کیا ہم ستائیں قصہ عشق  
کہ منہ میں قید ہے اب تو زباں تک

دیر و کعبہ میں کیا سوا خاک  
ہر قدم پر ہیں اوس کے دام تے  
خود وہ نایاک ہے جو سمجھا ہے  
قتل منصور کو کیا ناحق  
عافیت کا مقام عزلت ہے  
جو زمیں پر ہے وہ بیگنا ضرور  
بھاگتا ہے کہاں مجھے تقدیر  
غالب آجائیں کس کو ہے معلوم  
کُل عالم ہے واقعی ہمہ اوست  
ہے ہی عشق تو صراطِ نجات  
روز بنتے ہیں اور یگڑتے ہیں  
تار برقی ہے تیرا تارِ نفس  
ذکر کر لا الہ الا اللہ  
سایہ پر کیا چلا رہا ہے تیر  
وہم میں پڑ کے بن نہ تو وہی  
دل مردہ ہے اپنے رواد پر پیٹ

آپ کو دیکھ اور بڑھ لولاک  
نفس شیطان غضبناک ہے چالاک  
دوسری قوم ذات کو نایاک  
اہل ظاہر ہیں کس قدر بیباک  
اہل دینا سے تو بڑھانہ تیاک  
ایک چلتی ہے گردشِ افلاک  
راہ پر لائے گی پچھ کر ناک  
کیا بٹھاتا ہے دشمنو پیر دہاک  
ہے ہی ایک سچ توحیرت ناک  
جو پھر اس طرح سے ہے وہ ہلاک  
ہے زمین آسمان کما رکھا چاک  
فرش سے عرش تک قائم ڈاک  
ہے یہ دینا کے زہر کا تریاک  
مرغ سر پر ہے تیرے اسکو تاک  
پاک کر دل کو پھر جہاں ہو پاک  
کیا اڑاتا ہے مرگ پر تو خاک

عشق ہوتا ہے ان بتوں سے محبت  
کنہ ذات کا ہو کیا اور اک

جو پھینچیں شیخ صاحب کے ہتک  
نہ کام آئے وہاں علم و ہنر تک  
صند کی آبرو جیسے گہر تک

رسائی موصدا کے بام و در تک  
ہنیں جو عشق کے پرستش کسی کی  
اُسی کی چاہ سے ہے قند دل کی

دلوں میں وہ رہا افسوس بہناں  
 تری آنکھوں پہ غفلت کے پردے  
 تو ہی غافل تو ہے پیر مہناں سے  
 جلیں پروائے بلیجائے دو لیکن  
 قضا کے سامنے چلتی ہے کس کی  
 کہاں جاتا ہے زاہد آپ کے دیکھ  
 پڑھا کر قل ہو اللہ احد کو  
 جو مالی کو ہوا محنت پہ غرہ  
 ملے گراہ تو منزل ہے آسان  
 خدا کیا خاک ہو خوشنود نے  
 دہان و فرج دونوں کو نظر رکھ  
 وہ کیا جا بیٹے خود کو اور خدا کو  
 جو کچھ ہوتا وہاں ہے یہاں بھی

محبت اس کے سوا عالم میں ہے کون

نہیں آتا ہے اندھوں کو نظر تک

مصور ہے اس بت کی تجلی سے حرم تک  
 بتخانہ سے ناحق گیا اے شیخ حرم تک  
 جنت تری صورت سے ہے یہ کبجہ سفالی  
 یہ ملک یہ دولت ہیں ترے بخش داغام  
 امرت بھی ترے قہر سے ہے زہر ملاہل  
 لے کام سمجھ لو جھک کر اس خلق و زبان سے  
 تصویر ہے اللہ کی وہ سر سے قدم تک  
 سب کچھ ہیں موجود تھا صورت سے علم تک  
 کسری کا ٹھل ہو بھی تو رکھوں قدم تک  
 مجبور تھے ہر امر میں اس کدو جو ہم تک  
 ہے اب بقا فضل کرم سے تری رسم تک  
 یہ راستہ جاتا ہے سقر اور ارم تک

اٹھتا نہیں دینے کیلئے دست کرم تک  
ہوتے ہیں فرار ایسے کہ لیتے نہیں تک  
پہنچے ہیں یہ دوسراں گمانِ حاتم تک  
چٹختی نہیں کوشش سے بھی دُعا حاتم تک  
آیا نہ کوئی حرفِ سہر نوکِ قلم تک

جب تک نہ ترارِ حم ہو اربابِ سخا پر  
آنے ہی معیت کے سب اجابِ فرغت  
اس پر کچھ پہنچ نہ ترارِ نوحِ حسین پر  
آئینہ دل پر ہے جو عصیاں کی کدورت  
لکھتے لگے رمبوں کے جو اعمالِ فرشتے

ہوتی ہے مہاوں میں جو اس کی کہاں قدر  
آیا نہ محبت ایک بھی شائقِ کبھی ہم تک

## روینک

شیخِ جل اس میں اور حرمِ بھاگ  
دل کے باجیں تو بجا یہ راگ  
دولتِ عشقی پر یہی تو ہے ناگ  
جو کی روئی دُزا ساٹ کا ساگ  
بن نہ صوفی نہ لے کوئی کیراگ  
مئے تو بیچے ہو اور اد پر چھاگ  
سر پہ ہے آفتابِ اہتواگ  
زال دینا کا ہے دوامِ سہاگ  
فادہ مستی میں کھیلے مہرِ بھاگ  
جب اڑے تو بلوں کے دھن کا  
اپنے ہی حن سے ہے انکولاگ

عشق اس کا خلیل کی ہے آگ  
ہر نفس لا الہ الا اللہ  
نفس کو مار تاکہ ہو آزاد  
لذتِ نفس چھوڑ کافی ہے  
عشق کر اور عشق کو بھی چھپا  
تن ہو دنیا میں اور بن میں خدا  
بال ہوئے لگے سیاہ سفید  
روز کرتی ہے نت نئے شوہر  
ہیں وہی دارِ حزنِ یخِ شدل  
میں یہ سمجھا کہ فتحِ عشرت ہے  
آئینہ دیکھتے ہیں وہ ہر دم

بھاگتے سب میں اپنی صحبت سے  
کیا یہی آجکل کی ہے تہذیب  
نفس بہ خو کا سا منا نہ کیا  
ہر قدم پر تجھے وہ پیٹکے گا  
وقت بدلا تو طرز بھی بدلے  
غصہ و رآدنی ہے بیشک ناگ  
ہاتھ میں بید اور لب پر ہات  
ہے یہ دہار ایک پرانا گھاگ  
چھوڑ ڈھیلی نہ اسپ نفس کی با  
ہے نئی شاعری نیا ہے راگ

جب دیا وصل کا پیام عجب  
مارے غصہ کے ہو گئے وہ آگ

## روینل

نہیں راز وحدت چھپائیکے قابل  
نہیں چونکے خواب ہستی سے اکدم  
کہاں میکدہ کی کراہت حرم میں  
گھلون میں جینوں کے میں گل کہ سر  
جو بھرتے ہیں دم عاشقی کا تھکاری  
جو ہیں جوہری یا خریدار جوہر  
عداوت نہ دلائے دیر و حرم میں  
عمل کے سوا کچھ نہیں سنا تھا جاتا  
کریں اپنی حیوانیت کو وہ قرباں  
ریاستے ریاضت کا سراپا بھل ہے  
کہا کہ ہوا اللہ دل کی زباں سے  
سرزم یہ ہے ستائیکے قابل  
یہ مردے نہیں ہیں جلانیکے قابل  
مگر کم ہیں اس استائیکے قابل  
مگر خمار و خض ہیں جلانیکے قابل  
وہی ہیں یہاں آزمائیکے قابل  
یہ گوہر ہیں ان کے دکھائیکے قابل  
نہیں شیخ ہے گر طائے کے قابل  
یہ دنیا ہے دینے دلائی کے قابل  
نہیں خوں جیواں بہائیکے قابل  
نہیں عشق جاناں جتائیکے قابل  
یہ ہے نقش الفت جمائیکے قابل

اشاعت میں توحید کے کیجئے کچھ  
 بڑھا علم دیں طفل کو مدر میں  
 سخالے گئے کہم ذرا اسی خطار سے  
 نہیں عورتوں میں ہے علم و نہر کچھ  
 یہی تو ہے سکہ چلا نیکے قابل  
 یہ ہے نقش دل پر ٹھانیکے قابل  
 یہ جنت نہیں بتو جائیکے قابل  
 یہ حوریں فقط ہیں دکھانیکے قابل  
 محبت کیا کتابین نہ بکنے کا شکوہ  
 یہ گوہر نہیں ایک آنے کے قابل

تباں شگدل میتا کجھاں دل  
 زمین و آسماں دونوں ہیں  
 یہ عالم بھی ہے دل کی ایک پورت  
 یہ سب دیر و حرم ہیں ل کی نگین  
 یہ الماس گہر کرتے ہیں ثابت  
 خیال و پیروں کے ہے یہ عالم  
 نہیں جس دل میں کچھ بھی نور غنا  
 دلوں میں جس کے عشق لائزل ہے  
 کوئی پوچھے خلیل اللہ سے حال  
 بشر سے عاشقی میں بھی بڑھتے  
 جہاں دیکھی تھی موسیٰ نے تجلی  
 مذاق کے زبان و دل جدا ہیں  
 حفاظت دل کی کر ذکر خدا سے  
 پھیریں کیا سیر کرتے ہم جہانیں  
 بھری ہیں لفت سلیم و زر کی  
 جہاں ہے عشق جانان و ہاں  
 یہی ارجے نشاں کلام و نشان دل  
 زمین کی جاں ہے اہل سماں دل  
 حقیقت میں خدا کا ہی مکان دل  
 کہ ہر رنگ و صدف میں نہاں دل  
 جہنم ہے کہیں بلغ جناب دل  
 حقیقت میں ہے وہ دم و گماں دل  
 دی رکھتے ہیں جیری جی اہل دل  
 کہ تھا یہ نفس آتش گستاں دل  
 اگر پاتے کہیں کر دیاں دل  
 نہ تھا وہ طور تھا آتش فشاں دل  
 مگر اہل صفا کی ہے زباں دل  
 کہ ہے درگاہ حق کا پایاں دل  
 کہ ہے سینہ میں بنے بوستان دل  
 دی تو ہے یہاں ننگ گراں دل



نہیں ہے عاشقی کا نام جس میں وہی سینہ میں ہے دریا نہاں دل  
محبت الفت میں جب کھویا ہے دلکو

ملا اس وقت سہکوا ہے یہاں دل

کہنے میں کچھ تو تباؤ ہے کہاں دل  
افعال و دعا کا محرک یہی دل ہے  
دنیا میں جو ہونا اور ہے عکس خیالات  
کہتے ہیں جسے دل وہ نہیں گوشت کا گھوڑا  
وہ عرش پر بیٹھا ہے نہ ہے فرش پر رکھا  
مسجود ہوا آدم خاکی میں جو دل تھا  
ہے عقل کہیں اور کہیں نور بصیرت  
موجین ہیں سمندر کی یہ دو نغم و شادی  
ہے خانہ و سواں و گمان و حسد و حرص  
تیرے ہی خیالات پہ ہے سب غم و شادی  
تسکین بھی دیتی ہیں کھٹکتی بھی ہیں فکیریں  
دنیا کی کبھی فکر کبھی ذکر خدا ہے۔  
دنیا و خلا میں یہی برزخ ہے ستر اقلب  
یہ سرفراز دل ہی تو آگاہی حق ہے  
آگاہی دل فوت جاں طاقت تن ہے

حالات محبت دل کے تباہ نہیں مشکل

ہو جائے اگر ذکر سے جاناں کے زباناں

ستوں گے مانتے ہیں کب بتان سنگدل ہو گیا ہے کبر و نخوت سے سراپا زنگدا

کے جا صبر و استقلال سے طے راستے  
 مدد جانے کے بھی دست کشاؤں سے دراز  
 رتبہ میں فراق کے کرتا ہے جمع کے کلام  
 ہفت دیکھی ہے کس لہریں عالم کے تناؤ  
 بہت و عزت جہاں کی ہے جہاں محروم  
 کیا رنگا لیکھا محبت اس میں سے الماس کی لال  
 ہے زمین شجر جبکہ ننگ لال اور تنگ دل

## ردیف م

نامہ میں دھنم پر بندم و آنجا روم  
 تزاہوں میں کیا دھنم تادیر و حرم چا  
 برا وطن ہے لامکاں سہی مطلق و جہا  
 جانیں دو بدل ہرگز نہیں جگم جگم  
 سبند کر کے پانچ درجہ تادیر و نیا سگد  
 جاقط ہے ذات ہو گل ہے نہ کوئی رنگ بو  
 رت مقام فصل ہے وحدت مقام وصل ہے  
 عالم ناتو ہے اس سے ادھر ملکوت ہے  
 نماں غیرت میں ہیں ہر دم نئی آفت میں  
 غاسو اترے نہ جی بٹ ہوے عالم سب  
 ریت سے ساتن ہر ماؤ کا اک بدن

خالی نہیں بت سے حرم پر بندم و آنجا روم  
 دل میں ہے اپنے وہ خدا پر بندم و آنجا روم  
 کثرت ہے یہ وہم گماں پر بندم و آنجا روم  
 مطلق نہیں خوف اجل پر بندم و آنجا روم  
 جیسا نہیں اپنی خبر پر بندم و آنجا روم  
 بانی وہاں ہے میں نہ تو پر بندم و آنجا روم  
 دونوں کی ہستی اصل ہے پر بندم و آنجا روم  
 اس پرے لاہوت سے پر بندم و آنجا روم  
 پیشاد جو وحشت میں ہیں پر بندم و آنجا روم  
 جیسا نہیں مر و رب پر بندم و آنجا روم  
 ہے ختم جیسا پیر مہن پر بندم و آنجا روم

وحدت میں سب معصوم ہیں پر بندم و آغا  
دو فوں سے پھر باہر ہے وہ پر بندم و آغا  
توحید ہے دارالفر پر بندم و آغا  
وحدت میں ہر شے غرق ہے پر بندم و آغا  
ہے اس جگہ بندہ خدا پر بندم و آغا

پرستیں جو ہم میں اہل سب معصوم ہیں  
قتیبہ میں نظر ہے وہ تیزی میں اندر ہے وہ  
دنیا ہے رنج و غم کا گھر عقیقی ہے جنت اور سقر  
دنیا میں غرب و شرق ہے ہر شے کے اندر فرق  
ہے سرزمین وحدت کی ہوا اور عشق اپنا رہنا

دنیا محبت ہے بدگماں ہے کون اپنا راز  
عزت میں لیکن ہے اماں پر بندم و آغا

عین ہستی سے کب جدا ہو تم  
کعبہ دل کے رہنا ہو تم  
ابنی ہستی میں خود خدا ہو تم  
درد ہو اور خود دوا ہو تم  
ذات اللہ میں فنا ہو تم  
اور اللہ سے بقا ہو تم  
بے وفا اور با وفا ہو تم  
اور بیگانہ آشنا ہو تم  
کہ کبھی خوش کبھی خفا ہو تم  
مرشدوں کے بھی پیشوا ہو تم  
مرگ ہو موت ہو قصا ہو تم  
ایک مکار پر دعا ہو تم  
مفلس و تنیوا گدا ہو تم  
نہ کھلا آج تک کہ کیا ہو تم

اے بتو صورت خدا ہو تم  
اس کے در کی تھیں سے راہ ملی  
بت پرستی خدا پرستی ہے  
عشق جس کو نہیں وہ مردہ ہے  
بت بھی ایک نام ہے خدا ہی کا  
لا الہ سے ہے نفی سب کی  
ہے جہاں میں تمہارا ناز و نیاز  
دوست بھی ہو تھیں تھیں دشمن  
ہے تلون مزاج میں کتنا  
تم ہی مسند نشین تقویٰ ہو  
حی و قیوم ہے تمہارا وصف  
شان میں ہے تمہارے مکر اللہ  
ہے تمہارا ہی نام قیصر و شاہ  
فکر کر کے مر گئے لاکھوں

تم ہی فرعون ہو تم ہی ہاں      تم ہی موسیٰ ہو اور عصا ہو تم  
تم سے دم ناک میں ہو دنیا کی      ایک آفت ہو بد بلا ہو تم

دیکھتا ہے محبت تمہیں ہر دم  
لاکھ پردوں میں گر خفا ہو تم

ہر طرف ہر جگہ عیاں ہو تم      پوچھتے پھر بھی ہیں کہاں ہو تم  
سمجھے فاعل ہیں کسکو اہل نجوم      مہر دمہ انجم آسماں ہو تم  
دیرو کعبہ میں کیا ہے پھر ہے      جکو کہتے ہیں دل دہاں ہو تم  
بدترین گناہ و جرم ہے شرک      اپنے سایہ سے بدگماں ہو تم  
ہے تمہارے سوا جہاں ہر کون      ظاہر و باطن جہاں ہو تم  
جب تمہارا نہیں ہے مثل کوئی      واقعی خارج از بیاں ہو تم  
من و تو کا خیال باطل ہے      ہو تمہیں جسم اور جاں ہو تم  
مجھ سے پوچھے کوئی کہ دہر ہی کیا      لاکھ میں ہیں کہوں کہ ہاں ہو تم  
کھا گیا زہد سفیر فریب      حور غلماں اور جاناں ہو تم  
نار و زرخ ہے عاشق کو بہشت      خود جہنم کے پاسباں ہو تم  
دل کو کرتے ہیں کس خوشی کی پیر      تیغ ہونا دک و کساں ہو تم  
خود مکیں اور مالک امکاں      خود مکاں اور لامکاں ہو تم  
بادشاہوں کے ہو تمہیں سرتاج      مالک ملک انساں و جاں ہو تم  
خود دل سوختہ ہو خود ہو چرخ      خود ہی آتش ہو خود دغا ہو تم  
دل کے اندر ہو اور باہر ہو      خود دغا بھی ہو اور نہاں ہو تم

خود ہو محبوب اور خود ہو محبت  
آپ اپنے سے بدگماں ہو تم

جو پوچھینگا کوئی ادوائینگے ہم  
مکانِ خاک اس جانائینگے ہم  
مقدّر کو پھر آزمائینگے ہم  
یہ ہستی وہی مٹائینگے ہم  
وہ گدڑ کٹھانا نہ کھائینگے ہم  
پسینے جتنا چاہیں پلائیینگے ہم  
دلِ جہم دجاں سب جلائیینگے ہم  
تو شورِ قیامت مچائیینگے ہم  
ترے نقشِ پا کو جو پائیینگے ہم  
یہی نقشِ دل پر جمائیینگے ہم  
جو مر دے ہیں ان جلائیینگے ہم  
سبقِ عشق کا لچھڑھائیینگے ہم  
مہیں سرِ حبت دکھائیینگے ہم  
یہ قصہ اُٹھیں کو نائیینگے ہم  
یہاں سے کبھی کیا بنائیینگے ہم

تراد و فرقت چھپائیینگے ہم  
تغیرِ زمیں کے مٹاتے ہیں ہم  
جونا کا میاں ہوں تو کچھ غم نہیں ہے  
خودی نے کیا بند ہے ارض میں  
لنگالے گئے باغِ جنت سے جس پر  
مرے دل سے جاری تھی بہرِ کوثر  
ترے در و فرقت کی آتشِ سودوخ  
جو دم بھر کو اخیابِ غفلت سے چونکے  
بنائیں گے ہم کعبہِ دل اسی کو  
سو اترے کوئی نہیں ہے جہاں  
تیرا نام لیکر لگائیینگے ٹھوکر  
اگر باریں گے قابلیت ہے ان میں  
زباںِ چشم اور گوشِ سب بند کر کے  
یہاں تک عدم سے ہم آئے کہیں نکلے  
سر نہیں بنائے مسافرِ محل کیا

بہارِ آئینگی گر حبت اس جن میں  
سُگلِ داغِ دل پھر دکھائیینگے ہم

لفس اُٹار دے پنچے سے جوے آزاد  
تیرے دامِ مکر سے تھے بیخبرِ صیاد  
تیرے ظلمِ وجود سے کرتے نہیں فریاد  
اب تو ہے شاگردِ جنوں او میں استاد

قیدِ زلفِ یار میں کیونکر نہوں اب شاد ہم  
اس گستاخ میں ہیں لائی تھی دانہ کی ہوس  
تو گر لگا اے فلک سر پہ ہمارے ٹوٹ کر  
تھی جو لیلیٰ کی حقیقت وہ بتائی عشق نے

اس سُرکاوہر کی مضبوطی میں بنیاد ہم  
جو پڑے سر پر اٹھا لیتے ہیں اقتاد ہم  
خاک ہوتے ہیں جہاں سے مرے بھی رہا ہم  
لیتیاں ویراں کرتے ہیں کہیں آباد ہم  
میں کبھی ہم خاک و آب و نار گاہے باد ہم  
تھے کبھی مجنون کبھی دامن کبھی فریاد ہم

ہم چلے جائیں تو خود برباد ہو جا یہ باغ  
عمر بھر کی شوق جبر و حاکم کا حال ہے یہ  
ہے غبار کشنگان عشق کھل چشم کور  
کیا ہمارے جوش قہر و مہر کی ہے انتہا  
ہے عناصر میں ہادی ہی حقیقت جلوہ گر  
عاشقی میں بار بار مر کے پھر زندہ ہوے

عشق جیتک ہونے دل میں کیا حجت سمجھے کوئی  
مرشد عشاق میں کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم

بیداری دینا بھی ہے ایک خواب کا عالم  
دن کو بھی ہے پیدا شب جہتاں کا عالم  
اس عہد غرض میں ہے یہ اجاب کا عالم  
اک جال ہے مکاری کا یہ اسباب کا عالم  
یا آتش خورشید میں ہے آب کا عالم  
ہے ابرو جاناں پہ بھی محراب کا عالم  
آتا ہے نظر خلق میں ارباب کا عالم  
اشعار میں ہے سورہ اخبار کا عالم  
ہے بزم خرابات میں آداب کا عالم

سیما ب صفت ہے دل بیتاب کا عالم  
خورشید کی تابش سے دکھائی نہیں دیتا  
اغراض کے بندے میں نہیں دست کسی کے  
اک چھونک میں قدرت کے سبب ہے نتیجہ  
یہ عرق کے قطرے ہیں ترے شعلہ رخ پر  
مژگاں میں کہ صفت بستہ نمازی ہیں میں  
اساتے اٹھی جو سطر میں جہاں پر  
لوگوں کی ہدایت کے لیے ہیں یہ مضامین  
ستارہ نظر آتے ہیں کثرت سے حرم میں

کس دل کو حجت لیکے نہ خاک گیا ہے  
ہے خاک میں بھی کشتہ سیما کا عالم

# روین

حالت دہر کو قیام نہیں  
ایک ہستی ہے اور اسکے صفات  
صبح صادق کے نور کی ہے جھلک  
ہرزباں پر ہے ذکر حق جاری  
سوت تک حرص سے نہیں جھٹلتے  
ایک حالت ہے ماؤں کی لطیف  
ساتوں عالم کا نقش ہے دلیں  
سیر دائم ہے عالموں کی مگر  
کون سمجھے احد کو احد کو  
خیر کر عمر آب و گل میں نہ کھو  
دل کی کہتے ہیں ہے دلوں پہ اثر  
جب نہی ہے جہاں میں موجود

جز خدا کے کوئی دوام نہیں  
غیریت کا یہاں تو نام نہیں  
عالم روح میں تو شام نہیں  
کیا یہ اسما خدا کے نام نہیں  
کیا یہ نفس عدد کا دام نہیں  
آسماں کوئی سقف و بام نہیں  
جہم کا اس مرتبہ کا جام نہیں  
ایک اپنا کوئی مفتاح نہیں  
فہم یہ خاص ہے کچھ عام نہیں  
ہے یہ پختہ بنائے خام نہیں  
تیغ ہے یہ زباں نیام نہیں  
پھر کہے کوں یہ کہ عام نہیں

وہ ملاجکو دہوڑتے تھے حجب

اب کسی سے بھی ہم کو کام نہیں

جو اس بت کے کوئی سوا ہی نہیں  
فنا و جفا ایک بنت سے ہے  
کریں بیوٹائی کا کس کی گلہ

تو بندہ کہاں ہے خدا ہی نہیں  
کوئی مطلقاً بیوٹا ہی نہیں  
زمانہ میں مہر و وفا ہی نہیں

نہیں اس کے جور و جفا کا گلہ  
 یہ مرنا ہے اک زندگی دوسری  
 فنا کس کو ہے اور کس کو بقا  
 جو آزاد اپنی خودی سے ہوا  
 سمجھتے ہیں ہم بھی حقیقت ہے کیا  
 کبھی حق پرستی کا تھا جوش بھی  
 اسے کیا ہے جرم و تعدی کی باگ  
 تجھے کیوں ہنوز لیت نارسیم  
 پھیریں حق سے باطل سے دلوں کا  
 بدی اور سخی اضافات ہیں  
 وجود اور لب سب اس کے ہوئے  
 جو چھوٹا نہیں نفس کے ہاتھ سے

عجب پردہ غیریت جب اوٹھا

تو اپنے سوا دوسرا ہی نہیں

شائیں خدا کی دیکھ لو لیل و نہار میں  
 بیٹھے ہیں اہل نفس شب روزنا میں  
 گل میں جو رنگ دبو ہے تو کوئی گڑباز نہیں  
 آتا نظر دی تو ہے ہر رنگ بار میں  
 کبتک رہیگا طفل کی اجیت ہار میں  
 انجم نظر نہ آئینگے گرد و عنار میں  
 وہ دن یہی ہے جسکے میں غلبہ میں

باہم ہے اتصال رخ و زلف و یار میں  
 حوص و ہوس کو چھوڑ کہ دوزخ بھی نہیں  
 ظاہر کریں جمال کسی جا جلال ہے  
 دیکھا گیا تھا جوش بحر طوریں کبھی  
 امید و بیم چھوڑ کہ دوزخ سے ہونجات  
 حرص و غضب کو چھوڑ کہ چمکیں قیامے روح  
 پردہ اوٹھا دنی کا قیامت ہو ہی بہا



اب تک اسی نشہ کے ہیں ہم تو خمار میں  
کچھ فرق کیجئے نہ عدد میں نہ یار میں  
تیلے بند ہے ہوئے میں یہ سب ایک تار میں  
بیٹھے ہیں لالا لاکو جب سے جھار میں  
غافل میں کچھ ہے فرق نہ کچھ ہو یہ

قابو نہیں خیال پہ جب آپکا حجت  
بھر اور کچھ ہے آپ کے کباب خیتا میں

شنشای کا ہنسنے مرتبہ بابا فقیر میں  
بہت مشکل ہو لیکن فقر و درویشی میں  
امیری میں اغت وہ کہاں جو ہے فقیر میں  
سکندر سے کہیں چڑھ کے ہو میں لاکھیر  
راہ میں بھر دھون طنالم کی اسیر میں  
کہیں لگے بھی ہیں اے مابھ آگوبیر میں  
وگر نہ شیر آدم سے زیادہ ہے دلیر میں  
جوانی کا زمانہ ہے ہم کو ضعف پیری میں  
سمجھ کچھ تو ذرا آواز کس کی بغیر میں  
وہی ہے فرد کا کل بلکہ اکل بے نظیر میں  
نصف کے نکات اکثر عیسیٰ میری میں  
فیلیری میں کہاں وہ ضم جو نان خمیری میں

حجت پائے نہ ہنسنے عمر بھر جلوس میں دہر گز  
سہر و آرام جو ہکوٹے اس گوشہ گیر میں

روز ازل پلائی تھی ساتی نے کچھ شراب  
گر چاہتے ہیں آپ کہ وحدت نصیب ہو  
دہو کا نہ کھا کر اہل تحریک وہی ہے ایک  
گردش سے چرخ دونوں کی ہوئی ہو میں بجا  
غافل جو اس طرف ہیں تو ہٹیا اس طرف

غنا آسودگی کیا خاک حاصل تھی امیری میں  
یہ آسان کہ جاہ و مال دولت چھوڑ کر چین  
علاق کم ہو جتنے تو اتنی ہی بڑی رحمت  
زین پر اسکا قبضہ تھا میرا فلاک پر بھی ہے  
ہوا دھرم میں ٹھکرا رول افیت جھلیں  
تو حق خیر کی اعمال بد سے کیا عاقبت ہے  
غضب کا مارنا ہی ہے جسے کہتے شجاعت میں  
خدا اس عشق کو رکھے ہی تو جان عالم ہے  
گلا خود بولتا ہرگز نہیں بے دم کہ ظاہر ہے  
جسے کہتے ہیں ختم مرسلین و مظهر وحدت  
بہت ہنسنے پڑھے ہیں تو کموات ان  
وہی شے ہے گو ہر مرتبہ جس کم کہتے ہیں

بر سر مجلس ارشاد وہ کامل بیٹھیں  
 ہو کے خاموش ذرا دیر اگر دل بیٹھیں  
 ایک جال کے اگر چار بھی جال بیٹھیں  
 غافلوں میں جو کہیں ذرا دشمن بیٹھیں  
 یہ تو مشکل ہے کہ وہ دوست بہن بیٹھیں  
 اس تمنائیں کہ ہم بھی سر بیٹھیں  
 آئینہ کے جو کبھی آپ مقابل بیٹھیں  
 تو ذکر باؤں جو گھر میں متوکل بیٹھیں  
 اپنے اعمال سمجھا سکتے بیٹھیں  
 لاکھ پڑتے ہوئے تسبیح کو عال بیٹھیں  
 فیصلہ کرنے کو گر عاقل و عال بیٹھیں  
 شاد گل میں جو کبھی آکے غدا دل بیٹھیں

یادیں تیری زمانہ سے جو غافل بیٹھیں  
 سیر افلاک کریں غیب کی آواز میں  
 ہے نصیب اسکا کہ اٹھے گا کوئی فتنہ و شر  
 یہ تو ممکن نہیں غفلت کے نہ بٹھیں پردے  
 ملنے دیتا ہی نہیں تفرقہ انداز فلک  
 عمر گزرتی ہے ایسوں کی غلامی میں کھڑے  
 ہو گا ثابت کہ ہمارا ہی جہاں میں یکس  
 آپ خود اڑ کے پہنچ جائیگی روزی ہر در  
 ظلم افلاک کے دیکھیں جو زمانہ میں کبھی  
 ہو گی ایک بات بھی ہرگز مشیت کو خلاف  
 یہ ہے سفاکی قاتل کہ نہ مجرم ٹھہرے  
 چاہتا حسن ہے خود ہو کوئی عاشق مجھ پر

دین دینا سے ہوں اکہ میں محبت مستغنی  
 اس کے دروازہ پر اڑ کر جو یہ سال بیٹھیں

فلک پر عرش کی دستار ہوں نہیں  
 گئی دیوانگی ہر شیار ہوں نہیں  
 یہ دیکھا خواب میں اسرار ہوں نہیں  
 بکار آمد ہوں یا بیکار ہوں نہیں  
 مصاحب گل کا ہوں گونا ہوں نہیں  
 سرا یا مخزن اسرار ہوں میں  
 متماحق کا ہوں دشوار ہوں نہیں

زمین پر نقش پا بار ہوں میں  
 کیا ہے عشق نے دینا سے غافل  
 ہوئی دینا سے جب غفلت تو جاگا  
 غرض میں بھی کسی بد میں شامل  
 کیا ہے عشق نے ناقص کو کامل  
 ہم مجھ میں ہیں سب غیب شہادت  
 مرا عقدہ کھلیگا عقل سے کیا

مری بیماریاں دل کی بہت میں  
 رہا ہوں شہسوارِ دستا  
 خراب آنا کیا ہستی نے میری  
 کبھی غالب ہے مجھ پر قہر گم مھر  
 زمیں سے عرش تک ہے دور میر  
 کبھی حرص دہو سے بدتر از سنگ  
 کبھی ہوں زائر درگاہِ عزت  
 کبھی شیطاں ہوں میں مکروہن میں  
 کبھی برتر ملائک سے عمل میں  
 محبت مجھ سے ہے یہ دیرانہ آباد  
 لوگ مخلوق کو خالق کو جدا کہتے ہیں  
 بندہ عشق میں ہم عشق ہمارے خدا  
 کفر و اسلام کیا کرتے ہیں باہم کھینچ  
 ڈھول بجا کے کیا عشق کو مشہور کیا  
 کیا بیاں کیجئے خاکِ قدم یا رکے صوف  
 عاشق پہل سمجھتے تھے مگر اب سمجھے  
 جو نہ مانگے کبھی مخلوق سے خالق کے سوا  
 جسم دار و روح کے امراض میں جسے سمجھے  
 ہم جہاد دیکھتے ہیں ہی تو آنا ہے نظر  
 طلب یار سے جنت بھی جو دل کوڑکے  
 ناصحا بوج کسی بت کو کہ بجا و خدا

بظاہر کچھ نہیں بیماریاں ہوں میں  
 کہ اپنے غم کا بھی غمخوار ہوں میں  
 کہ اپنے آپ سے بیزار ہوں میں  
 کبھی گلزارِ گامے نام ہوں میں  
 کبھی بجلی دمِ رفتار ہوں میں  
 کبھی رشکِ وحدہ سے نام ہوں میں  
 کبھی حق کے گنگے کا ہار ہوں میں  
 کبھی رحمان ہوں غفار ہوں میں  
 کبھی شیطاں سے بدتر خوار ہوں میں  
 حقیقت کا کمال اظہار ہوں میں  
 ہم مگر اس بتِ رضا کو خدا کہتے ہیں  
 اب کیسے کافرو مومن ہمیں کیا کہتے ہیں  
 جو نہو گبر و مسلمان سے کیا کہتے ہیں  
 یہ نمائش ہے اسے حرص تو کہتے ہیں  
 درد و اے سب خاک شفا کہتے ہیں  
 خونِ عناق کو معشوقِ خدا کہتے ہیں  
 ہم اسی شخص کو مقبولِ دعا کہتے ہیں  
 عشق دیتا ہے شفا اس کو دہکتے ہیں  
 یہ نظردہ ہے جسے سر و خفا کہتے ہیں  
 تو وہ دوزخ ہے اسے دامِ دہکتے ہیں  
 یہ عبادت ہے جسے لوگ غلط کہتے ہیں

مری بیماریاں دل کی بہت ہیں  
 رہا ہوں ششک درد و استنا  
 خراب اتنا کیا ہستی نے میری  
 کبھی غالب ہے مجھ پر قہر کہ مھر  
 زمیں سے عرش تک ہے دو پیر  
 کبھی حرص و ہوس بدتر از رگ  
 کبھی ہوں زائر درگاہ عزت  
 کبھی شیطاں ہوں میں مکروہن میں  
 کبھی برتر ملائک سے عمل میں  
 محبت مجھ سے ہے یہ دیرانہ آباد  
 لوگ مخلوق کو خالق کو جدا کہتے ہیں  
 بندہ عشق میں ہم عشق ہمارا خدا  
 کفر و اسلام کیا کرتے ہیں باہم کھیر  
 ڈھول بجا کے کیا عشق کو مشہور کیا  
 کیا بیاں کیجئے خاک قدم یار کے صفت  
 عاشقی پہل سمجھتے تھے مگر اب سمجھے  
 جو نہ مانگے کبھی مخلوق سے خالی کے سوا  
 جسم و ارواح کے امراض میں جتنے کچھ  
 ہم جا بھر دیکھتے ہیں ہی تو آتا ہے نظر  
 طلب یار سے جنت بھی جود لکڑی کے  
 ناصحاب و نر کسی بت کو کہ بجا و خدا

بظاہر کچھ نہیں بیمار ہوں میں  
 کہ اپنے غم کا بھی غمخوار ہوں میں  
 کہ اپنے آپ سے بیزار ہوں میں  
 کبھی گلزار کا ہے نام ہوں میں  
 کبھی بجلی دم رفتار ہوں میں  
 کبھی رشک و حد سے نار ہوں میں  
 کبھی حتی کے گلے کا ہار ہوں میں  
 کبھی رحمان ہوں غفار ہوں میں  
 کبھی شیطاں سے بدتر خواہ ہوں میں  
 حقیقت کا کمال اظہار ہوں میں  
 ہم مگر اس بت رفا کو خدا کہتے ہیں  
 اب کیسے کافرو مومن ہیں کیا کہتے ہیں  
 جو ہو گبر و مسلمان سے کیا کہتے ہیں  
 یہ نمائش ہے اسے حرص و تکبر ہیں  
 درد و اے سبناک شفا کہتے ہیں  
 خون عناق کو معشوق خدا کہتے ہیں  
 ہم اسی شخص کو مقبول دعا کہتے ہیں  
 عشق دیتا ہے شفا اس کو دیکھتے ہیں  
 یہ نظروہ ہے جسے سر و خفا کہتے ہیں  
 تو وہ دوزخ ہے اسے دام دیکھتے ہیں  
 یہ عبادت ہے جسے لوگ خطا کہتے ہیں

تجھ کو سی یا د کیا تیرے سوا کبھو لے  
دل میں ہے یار کے جو کچھ وہ کیا کرنا ہے  
بت پرستوں سے ملا ہے جو خدا کا رستہ  
شان عشاق بھی اگے ہو رسوا جہاں  
تجھ پر قربان ہوے اسکو وفا کہتے ہیں  
قدراغمال ارادے کو قضا کہتے ہیں  
شیخ صاحب انہیں ہم قبلہ بنا کہتے ہیں  
دی اچھے میں جنھیں لوگ برا کہتے ہیں

دل عجب جس کا ہو اس کا ذکر کیف  
ایسے گمراہ کو ہم راہ بنا کہتے ہیں

تو ہی قہر ہے جہاں میں بتا تو کہاں نہیں  
موجود تو ہے اور کسی کا نشان نہیں  
تیرا ہی نور ہے کہ جو پسلا ہے ہر طرف  
بوڑھا نہیں ہے وہ کہ جسے چاہے تیری  
خود سے ہو یا خدا سے غرض سب کو عشق ہے  
غفلت کو چھوڑ دیکھ کہ عالم ہے عین حق  
موجود ہے تو ہی تو یہاں ہر مکان میں  
پھو کے یہ عشق و دونوں جہاں کی خبر نہو  
زاہد یہ بت پرست بھی تو میں خدا پرست  
وہ پاس ہو اگر تو جہنم بہشت ہے  
چھوڑا بڑا کہاں ہے بجز اعتبار دم  
مطلق کو بعد موت بھی نفرت ہے قید سے  
لازم نہیں ہے صوت کہ یہ حرف یہ زباں  
واعظیہ بے زبانی عشاق ہے زباں  
ہر چیز کہہ رہی ہے یہاں داستانِ عشق

تن میں نہیں کہ جان کے اندر نہاں  
تیرے شیریںک وغیرہ کا دم و گماں  
ورنہ یہ خود میں نہیں آسماں  
جس میں کہ تیرا عشق نہیں وہ جواں  
وہ کون ہے جو شقیۃ جسم و جاں  
جو کچھ ہے اس کے دلیلیں نہاں کیا عیاں  
تیرا وجود ہے یہ مکاں لا سکاں  
بارود یہ وہی ہے کہ جس میں ہوا  
یہ بھی خدا کا رنگ ہے حسن بتاں  
دیدار اس کا ہونہ جہاں و جہاں  
ہم میں وہاں جہاں کوئی خرد و کلان  
جہ نہیں لمحہ یہ مری سبباں  
فونو گراں دیکھ کہ اس کے وہاں  
کہتے ہیں اس طرح کے گویا زباں  
تو دلتا ہے جسکو وہ اسکی زباں

بہتر ہے راز عشق رہے گو گویا محبت  
ہم کیا کہیں دباں نہیں طرز بیان نہیں

یہاں جو عالم صورت میں شکل یار نہیں  
میں نور ارض سماہوں نگاہ یار نہیں  
کیا ہے میرے ہی دل نے پیایہ سہنگامہ  
میں ہی وہ تھا کہ لاکھ لے جبکو سجدہ کیا  
دوئی میں پڑھ کے ہوا ہونیں بندہ مجبور  
میں دم میں اے عالم کی سیر کرتا ہوں  
میں جس خاک نہیں ہوں کہ خاک ہو جاؤں  
نگاہ یار میں مجھ سا نہیں جہانیں عزیز  
جو سوسے خلق نظر ہے تو ہے یہی غفلت  
مجھ نہ خاک کا پتلا کہ ستر عالم ہوں  
غرض ہی ہے کہ ہو بارور کوئی مجھ سے  
خواص سارے عالم کے مجھ میں میں جو د  
فنا کا وہم دوئی نے عجیب باندھا ہے  
چیل ہے نہ کیا رخ قدیم کی جانب  
ہزار گونہ ہے شادی دہر سے بہتر  
جو پوچھے کوئی حقیقت مری تو اس کہوں

تو پھر سجدہ زمانہ کا خواستگار ہو گیا  
جہاں کی جاں ہوں غلام کا مدار ہو گیا  
قرار جبکو نہیں ہے وہ بیقرار ہو گیا  
جو بھولا آپ کو شیطان نابکار ہو گیا  
خودی کو چھوڑ دوں تو قدر و اختیار ہو گیا  
چڑھے جو دوش لاکھ پہ وہ سوار ہو گیا  
زمین میں گرلے ہی خود برسر فرار ہو گیا  
تطیر میں ال جہاں کے ذلیل و خوار ہو گیا  
اسی کی سمت نظر ہے تو ہوشیار ہو گیا  
زمین سے عرش پہ جاتا ہوں سوار ہو گیا  
غرض کا خار جو کنکلا تو خسل بار ہو گیا  
کرم سے نور ہوں غیظ و غضب نار ہو گیا  
خیال خلق جو اٹھ جائے پاؤں مدار ہو گیا  
ہزار بار حوادث سے دلھنگار ہو گیا  
وہ غم کہ ادسکی محبت میں اشکبار ہو گیا  
کہ اک حقیقت واحد کا اعتبار ہو گیا

محبت کی چشم محبت میں ہوں گل خوشترنگ  
نظر میں حاسد بدین کی نوک خار نہیں

اسی کا ہے جلوہ گل و آب میں اسی کی ہے مستی سے تاب میں

تڑپ ہے جو اس قلب بتیاب  
 نہ چو بچینگے اہل جہاں تابہ شر  
 انہیں دیکھتے ہم کسی شے کا رخ  
 یہ عالم اسی شوخ کی ہے جھلک  
 تبکرنے پیدا کیا امتیاز  
 اسی شوخ کے خیر و شر کا ہے ذکر  
 وہ ہستے ہیں دنیا کے ظلم و ستم  
 دماغ ایک آلہ ہے ارواح کا  
 حرم میں وہی بت ہے سجود کیوں  
 ہے دیر و حرم میں وہی ایک بت  
 خداے من و اقبل، من سلام  
 کہیں حق بجائے سلام علیک  
 وہی پہل بگھے ہیں کچھ عشا شتی  
 کہاں چشم کو تاب دیکھے جمال  
 محبت و ملیں اگر اوس کی العینیں  
 آنکھیں میں سب کی دید کی لیکن نظر کہاں  
 دیر و حرم کی راہ میں لٹے ہیں قافلے  
 عشاق چپ رہیں بھی تو کھتے ہیں کے د  
 یو تو ہر ایک شخص کا دنیا میں ہے صنم  
 ہے لوہ کا جدال میں آساں مقابلہ  
 ہر فعل سکا اپنی نظر میں ہے لاجواب

کہاں برقی میں اور سیلاب میں  
 کہ میں مست پندار کے خواب میں  
 نظر جب سے آیا ہے تو خواب میں  
 کہ ہے تاب خورشید مہتاب میں  
 نہیں فرق کبل میں گلاب میں  
 ہر اک بزم اعدا و احباب میں  
 جو رکھتے نہیں نفس کو داب میں  
 نہیں عقل و عسکرت اعداب میں  
 کہیں شیخ صاحب کچھ اس باب میں  
 وہی عشق ہے شیخ میں تاب میں  
 یہ لکھا تھا اس بت کو القاب میں  
 یہ داخل ہے یاروں کے آداب میں  
 پڑے ہی نہیں جو کہ آفات میں  
 نظر کر رخ مہر پر آب میں  
 دھرا کیا ہے الفاظ و القاب میں  
 مست شراب عشق کو اپنی خبر کہاں  
 اس راستہ میں عشق کے خوف و خطر کہاں  
 دلیں جو صدق زباں میں اشر کہاں  
 سودا و تیری زلف کا جس میں سر کہاں  
 کو چہ میں تیرے پاؤں ہر وہ جگہ کہاں  
 جب اعتبار فرق اٹھا خیر و شر کہاں

اس کی گلی میں اہل جہان کا گذر کا  
 جلوے میں اس کے نور کے شمسِ قدس  
 اس نخلِ آرزو سے جہاں میں  
 انہوں سے دیکھتے ہیں نتیجے حذر  
 لمبائے کچھ نشان کہ ہے کشفِ دل  
 گمراہ سیکڑوں میں مگر راہِ ہبہ  
 زائد و زائد میں عشق کے وہ بالِ مہر  
 انکلا ہیں بے عالم بالائیں  
 پوچھا کہ آپ کعبہ سے اے ادھر

دینا چھٹے تیار کی جانب ہو دل کا رخ  
 دہو کا نہ کھاسراب جہاں، نظر فریب  
 امید بے چہرہ لگا دل کو یا ر سے  
 آتے ہیں رازِ زمانے اعمالِ خیر و شر  
 پھرتے ہیں چومتے ہوئے ہر نقشِ پاؤں راہ  
 اندھوں کو کو چشم بتاتے میں رستہ  
 کہ سجدہ پہلے بت کو کہ پھونچے خدا کے پاس  
 جاتے نہیں میں مگر بھی دینا سوا ال جاہ  
 دیکھا جو میں نے شیخ کا بت خانہ میں سجود

ملتی ہے قسموں ہی سے یہ دولتِ دصال

پاں عجب خدا بھی تو اس میں گہر کہاں

جز ترے کوئی یہاں یوسف بازا  
 جس کو تو مست سمجھتا ہے خبردار  
 دلیں انساں کے اگر عشق کا آزار  
 وہ تر ا علم نہیں وہ ترے افکار  
 ورنہ اسرارِ جہاں قابلِ انظار  
 عمر بھر جرم کئے اور گنہگار  
 سر پہ آجائے مصیبت تو کوئی بار  
 کام جب بچھو ہے دینا سے سرو کا  
 رو برو یا رہے حائل کوئی دیوار  
 حیف ہے دام میں ہر مرغ گرفتار

کون دینا میں ہے جو تیرا خرید انہیں  
 نیستی صورتِ تہمتی میں نمایاں ہے یہاں  
 آپ ہر جاتی ہیں دینا اگر بخود پیدا  
 فلسفی جن سے کہ اسرارِ حقیقت کھل جائے  
 جوشِ تہمتی سے بہک کر کبھی کہہ اٹھتے ہیں  
 داہ ربی سے ترے قرباں کہ نشہ میں ترے  
 مدد عشق سے آتش بھی ہے گلِ ظلیل  
 کیا یہ ممکن ہے کہ اک دل میں دو کی گفت  
 عشق ہوتے ہی اٹھنے ظاہر و باطن کے حجاب  
 جو چھینسا زلف میں چھوٹا وہ پریشانی سے



نگی موت ہے بے عشق صنم دنیا میں  
کون دنیا میں ہے دنیا سے جو بیزار نہیں  
کون عالم میں ہے جو برسرِ پیکار نہیں  
جو گدا اس بد دولت کا ہے و خواہ نہیں  
بندہ یار میں ہم فاعل و مختار نہیں  
اس محبت کا حجب جنے مزا چکھا ہے

وہ خدا سے کبھی دنیا کا طلبگار نہیں

بلبل ہے گل ہے چشم ہے لیکن نظر نہیں  
اجہل نہیں نظر سے کبھی آفتاب رخ  
سمجھے ہن مرا دی دنیا کو ہم مراد  
جائینگے دل کی راہ سے عالم کے بھی پرے  
جتنے چھٹے علائق دنیا سبک ہوئے  
کھاتے ہیں لن ترانی جاناں سے کڑے  
دن رات ہے عذابِ مطلق نفی  
عالم اہی پری کا تو آئینہ خانہ ہے  
جبتک ہے عین فرق مراتبِ فرضین  
زاہد خدا کو اپنے حرم میں نہ قید کر  
سارا جہان ہم میں ہے اور ہم جہان میں  
ہم چپ ہیں اور دونوں پہ اثر ہے خیال کا  
ہر بات میں جو عقل کی دم دکان کا دل  
احسان کر کہ بندہ احسان ہو ہر شہر

کس کے یہ رنگ بویں کس کی خبر نہیں  
ہم ہیں وہاں جہاں کوئی شام نہیں  
اس تلخ خشک اصل میں تیر نہیں  
اگر بند فلک میں اگر کوئی دہیں  
جاتے ہیں تیرے عرشِ مگر بال دہیں  
موسیٰ یہ عشق طور کا روشن چہر نہیں  
پھر قائل سنا نہیں نارِ سقر نہیں  
یہ مکس ہے یار سے شش و قمر نہیں  
جب عین ہو گئے تو کسی کا خطر نہیں  
ہر جادہی ہے اسکا کوئی خاص گھر نہیں  
سرستِ خواب دیکھتا کیا بحر و نہر نہیں  
واغظ کے قیل و خال میں لیکن اثر نہیں  
لیکن کلام حق میں اگر اور گھر نہیں  
کرتے دلوں کو فتح یہ تیغ و تیر نہیں

کثرت ہو فوج کی کہ ہولالت ہولناک لیکن کچھ اختیار میں فتح و ظفر نہیں

کیونکہ سحر نہ ہم نما پڑھیں چار سو محبت

وہ سمت کون ہے کہ رخ اسکا جہ نہیں

انہیں سودا ستری زلف پریشان اگر میریں  
تراخ سوئے کعبہ ہے تو دل تجانہ کی جانب  
سنجھا تا ہوں گے دو قدم عرش معظم سے  
کلام اک تیرا گوش دل سے جو نہیں آتے  
منجھ کی نظر افسوس کتنا کھائی دہو کہ  
قیامت کی گھڑی جو پوچھتے ہیں فکرتا ہوں  
دی زندقہ دال میں جو چھوٹے ہیں تب سے  
ضرر میں نفع ہے اور نفع میں ہوسر نہیں  
وہ ہر جانی ہوں میں ہر مکان دلا مکان میں  
یہ ہم اوشیل دینا بھر کوم میں خاک کرتے ہیں  
جسے کہتے ہیں توبہ بہ ندامت ہے گناہوں پر  
گو اسی دی رسالت پر عرب کے سنگریزوں نے  
ادھر تنزیہ کی جہنا ادھر تشبیہ کی گنگا  
پدر فاعل ہے تو ان منغل ہے اور فاعل بھی  
مئے وحدت پئے جاوہ سے علم و قوت لذت  
جو تہیروں کو چھوڑا پھٹکے رنج و مصیبت سے

محبت صد شکر آتا تو ہوا پیری کی الفت سے

کہ میرا نام بھی ہے چاہنے والوں کے دفتر میں

تو پڑ جاتے ہیں نیا کی پریشانی کے  
انہیں ممکن خداوت میں دو نور  
مرے بازو کی طاقت ہے کہاں حیر  
وہ سچا نیک کیا آواز تیری شور و بحث  
نہ سمجھا کچھ جھلک اس نور کی ہوا  
دی تو روز محشر ہے کہ جب آئیگا  
سمجھتے ہی نہیں کچھ فرق بھی ہے کاویہ  
اضافی ایک نسبت ہے جہاں کے خیر  
زینت ہوں یہاں بھی اور اس ظلم کے با  
کہاں اتنی ہلاکت ہے ہماری تیغ و  
بجھا دی نار و دھخ آب ہر وہ دیدہ  
کلام حق نہ سنتا گرنہ قوتی روح چھ  
یہ بھیرن دونوں اگر لگائیں قلب پر  
جو عورت میں ہے شان خالقیت و کہا  
دی ہے چہر آب چہا اور حوض کو  
ملاوہ خود بخود جو کچھ کہ لکھا تھا مقہ

نشان قدم ہم جو پائے ہوئے ہیں  
 نہ توڑ ان کو محمود کا نہ سمجھ کر  
 کہیں لم تر ہے کہیں لست ترانی  
 گرے طور پر دیکھ کر خلیو موسیٰ  
 گرے ہیں جہاں میں جو نظر دن کی  
 پڑے جو شجر نیک مالی کے پائے  
 دکھا دے کبھی بے نقاب پنا جلوہ  
 ہوا کچھ نہ اس زندگانی سے حاصل  
 جو میں تیرے رکھ سونور کے عاشق  
 ہر اک شے کا رخ ہے امتی کی جانب  
 ہوئے ہیں یہ گل مر کے سو با پیدا  
 نہ جاقول پر فعل پر کچھ نظر کر  
 جھوڑ کھتا ہوں وہی سامنے ہیں  
 جلائیگی کیا نار دوزخ حبسوں کو  
 دل مردہ کیا خاک ہوتے ہیں روشن  
 کرینگے نہ ہم زال دنیا سے الفت  
 سننے گل کھلے میں محبت شاعری میں

مردم چشم تری راہ میں ہیں  
 فتنے اٹھنے میں حشر برپا ہے  
 منزل عشق طے نہیں ہوتی  
 خاکساروں کی ہیں بلائیں رد

اسی پر نظر کو جھائے ہوئے ہیں  
 یہ بت بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں  
 یہ ارشاد ان کے سنائے ہوئے ہیں  
 یہ جلوئے تو ہم کو دکھائے ہوئے ہیں  
 وہ اسکی نظر سے گرائے ہوئے ہیں  
 ثمر نیکیوں کے وہ لائے ہوئے ہیں  
 فی رب نظر سے کھائے ہوئے ہیں  
 یہ سیکار عمر میں گنوائے ہوئے ہیں  
 وہ دنیا سے منھ ب پھرائے ہوئے ہیں  
 اسی سے توبہ لگائے ہوئے ہیں  
 یہ صدیوں کے چرے لگا ہوئے ہیں  
 یہ طوطی کہانی پڑھائے ہوئے ہیں  
 وہ آنکھوں میں میرے سما ہوئے ہیں  
 یہ عشاق دل کو حبس لگا ہوئے ہیں  
 ہوا وہوس سے بھجائے ہوئے ہیں  
 قسم تیرے ہی سر کی کھا ہوئے ہیں  
 یہ پودے ہمارے لگا کر ہوئے ہیں  
 دو نون عالم میری رنگاہ میں ہیں  
 تیرے بیخود توخو ابکاہ میں ہیں  
 قافلے تابہ حشر راہ میں ہیں  
 آفتیں فتنے لاکھ جا میں ہیں

روح ہے یہ کہ حضرت یوسفؑ  
 پاک بازی میں ہے جو پاک سرور  
 کوہ میں ہے اسی کی غلط دشان  
 تیری صورت کو دیکھتے ہیں سب  
 خوف کیا ہم کو نفس شیطاں کا  
 فقر و فاقہ فقیر کا ہے شعار  
 جز ترے اور کون ہے موجود  
 عرش لرزے زمین بھجائے  
 اشہد ان لا الہ الا اللہ  
 بخت نفس میں وہ لطف کہاں  
 سہل ہے دل کسی پہ آجانا  
 عقل ہاروت قلب ہے ماروت

یوسف دہریں وہی تو محتب

جو گرفتار اس کی چاہ میں ہیں

وہ جو رہتے ہیں یاد جاناں میں  
 پھر کبھی وہ نظر نہ آئیں گے  
 جنکو روز الست یا نہیں  
 جسم سجدے میں اور دل غیر دور  
 سینوا کی میں جمع خاطر ہے  
 خالق رازقی کریمی و مہر  
 جبکو جی چاہے وہ ملے بھی ضرور

وہی کافر ہیں عین ایماں میں  
 بھول بھولے ہیں جو گلتا میں  
 ہیں وہی ست عہد و پیمان میں  
 مسجدوں میں ہیں یا د شیطان میں  
 اور پریشانیوں میں ساماں میں  
 ہیں خدا میں بھی اور انماں میں  
 یہ نہیں ہے کسی کے امکاں میں

کس کو دیتے ہیں خار و خشک سوا  
 لطف عارف کو رنج جاسل کو  
 ہے وہی جسم میں وہی دل نہیں  
 یہ جہاں ہے اسی کا خوانِ کرم  
 کھا گئی عقل فلسفی و ہو کا  
 عام جلوے میں اس کے شہر نہیں  
 مردم چشم سے خدا کا وہی  
 حق کو جاننے نہ آدمی ہو کر  
 فیض اس کا محیط عالم ہے

یہ پریشانیاں جہاں کی محبت

موجب سب میں زلف پیچاں میں

فضل اللہ و محمد تراویاں تو نہیں  
 عاشقوں کا ترک کچھ حال پر لپکا تو نہیں  
 تیرے عشاق کہیں بے سُر ساماں تو نہیں  
 جلوہ اس مہر جہاں سوز کا پنہاں تو نہیں  
 سر پر سائل کے کوئی آپکا احیاں تو نہیں  
 یہ جہاں خار کا جنگل ہے گلستاں تو نہیں  
 چنار دینا ہے یہی بل بستاں تو نہیں  
 میں بہت مسرت انسان نگران تو نہیں  
 زاد خشک سمجھ میں کہیں حیات تو نہیں  
 کیا ہمارا یہ بدن حشر کا میداں تو نہیں

بت خدا سے موجود شیخ یہ امرکاں تو نہیں  
 مطمئن قلب ہے اور جمع حواس و خاطر  
 پاس جبہ نہیں چاہیں مہیا ہو جائے  
 وجہ اللہ کو دیکھے نہ جو نہ اہد تو ہی کو رہے  
 نہ مانع کا ملتا ہے مخیر کو تو اسب  
 نہ نام پر رہے یہاں ابلہ پائی کی نمود  
 یہ نہ نام بھی ہے مداح امیران جہاں  
 شہنشاہ حاکم و شکم سے نہیں چھٹے دم نہیں  
 ہے معشوق سے چہیز ہے جنت کی موس  
 حالت نزع کا ہے زلزلت الارض میں حال

کشت عالم کو اسی آب سے ہے سیرانی  
 بام تازی رمل اور فہرست بہاری گدزی  
 نہ کو تھوڑے ترے عشق کا دم بھرتا ہے  
 ہر غم کے بھی جھوٹوں سے گل خنداں ہیں  
 جملہ دراستہ جہاں احمد تری کرتے ہیں  
 چشم تر ہے یہ مری نوح کا طوفان تو نہیں  
 ابرجست یہ تری شان کے شان تو نہیں  
 کوہ غم سر پہ اٹھانا کوئی آساں تو نہیں  
 خاطر اہل رضا زلف پریشاں تو نہیں  
 سنگ لہن بھی ترے فضل سے بجاں تو نہیں  
 اپنی مست ہے محبت کیجئے کیا اسکا نگل  
 ہے یہاں دیدہ گریاں لب خنداں نہیں

دل کو آرام ہو کیونکہ دل آرام نہیں  
 عشق کے مرتبہ میں فرق مراتب ہو کہاں  
 واہ ری زلف پریشاں تری جھیتل  
 مرگ کے بعد ہی آتی ہے حیات دیگر  
 بچ و غم ہی تو بڑے نعمت دینا جو بڑی  
 تجربہ پیر میں جو ہے وہ جواں میں کہاں  
 دیکھتے ہیں ترے عشاق تراچہرہ و زلف  
 مرتبہ فہم کے میں عالم علوی سفلی  
 جیتے ہی جی جو مرے عشق کے کعبہ میں جا  
 نامرادی جسے کہتے ہیں راہ سہا عین مراد  
 کیا طلب کچھ سے کہ ہے عاشق مجروح حاکم  
 دل میں آتے ہیں خدا ہی کی طرف سے خطر  
 اپنی ہستی کو جو چھوڑا تو عمل سے چھوڑے  
 ہجرین وصل ہے اور وصل ہیں ہجر یہاں  
 میں عرفان نہیں ساتی گل اندام نہیں  
 کام و وحدت ہے کثرت کا یہاں نام نہیں  
 کون شے عالم ہستی میں تہ دام نہیں  
 وہ تو آغاز ہے انجام کا انجام نہیں  
 بے ترے عشق کے دل کو مگر آرام نہیں  
 ٹھہر تھمتہ ہے شیریں شہر خام نہیں  
 سچ ہے دوزخ میں مگر یہ سحر و شام نہیں  
 یہ سموات عمارت کے کوئی بام نہیں  
 رہ خاتمان خدا کچھ گزر عام نہیں  
 سرور از وین پھل کا تو کہیں نام نہیں  
 تیری دیدار سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں  
 دل جو میثاق تو دوساں میں الہام نہیں  
 یہ وہ منزل ہے جہاں کرم نہیں لام نہیں  
 جکونا کام سمجھتے ہیں وہ ناکام نہیں

شیخ کچھ سے شریعت کی حقیقت کو تو بد چھ پست بادام کا ہے روغن بادام نہیں  
 کی بیج سے گدڑ خلق کو ایک ذات سمجھ عشی میں فرق مذاہب نہیں اقوام نہیں  
 کچھ عجب لطف محبت میں محبت پایا ہے  
 زندگی بیج ہے گر شغل مئے و جام نہیں

لیا جائے بندہ ہوں کربت ہوں کہ ظالمیں خود اپنی حقیقت کی میں کرتا ہوں عبادت  
 خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا کہ ہوں کیا میں کہتے تو ہیں بندہ مجھے لیکن ہوں خدا میں  
 تھا بلبل بھرتا تھا جو دم اپنی خودی کا قطرہ کی یہ خوبی ہے کہ خود بڑکے ہو دریا  
 دریا ہو واجب و دہ کیا جسرفنا میں تقدیر الہی کے مطابق ہے یہ تدبیر  
 دو بات فائیں ہے کہاں جو ہے بقا میں انھیں جو کھلیں دل کی نظائیں عوالم  
 تفصیل قدر میں ہے تو اجمال قضائیں تدبیر کو ہم چھوڑ کے بیٹھے ہیں خدا پر  
 ان آنکھوں سے کیڑوں کو بھی دیکھنا ہوا میں زائد کبھی اللہ محیط ہے بھی کہ غور  
 سمجھ میں اثر ہے نہ دعا میں نہ دوا میں ناقص سمجھتے نہیں کچھ میری حقیقت  
 اللہ جو ہم میں ہے تو ہم بھی میں خدا میں سب ظلم و ستم بھول گیا چرخ رستمگر  
 خود درد ہوں درماں جو سیما ہو دوا میں ہر گام پہ اٹھتے ہیں نہ خاک سے مرے  
 دیکھے نے انداز جو اس جو رہا میں شیطاں سے بھی پاتے ہیں وہی راہ ہدایت  
 سو قنہ مختیر ہیں تیری ایک ادایں چکر سے وہی موت کے اور زلیت کے چھوٹے  
 جو دیکھتے رہتے ہیں تجھے راہنمایں وحدت میں تھی اچھا ہوں مراتب میں بھی اد  
 رکھتے ہیں نظر حق پہ جو اس دار فائیں تہ خانہ کجا کعبہ کو جاتا ہے کہ ہر شیخ  
 باہم کے تقال سے بھلا میں ہوں برا میں بیرنگی روینرنگی عالم پہ نظر کر  
 پارے گا خدا کو تو ملا میں نہ خلا میں بے رنگ سے ہے لطف سوادست خفا میں  
 بے رنگ سے ہے لطف سوادست خفا میں ہر مذہب و ملت کا محبت ہوئے دل سے

کیا لطف ہے ہفتاد و دو ملت کی دنیا میں

کیا کہوں راز تم سے کیا ہو نہیں	شکل انساں میں خود خدا ہوں میں
گاہ موسیٰ ہوا سرگے عیسیٰ	ہر زمانہ کا رہنما ہوں میں
میرے ہی حال ہیں فساد بقا	بھر ہستی کا آتشنا ہوں میں
لاسکاں تھا کبھی مکاں میرا	خود کے پائے کو آگیا ہوں میں
میری ہی ہے جہاں میں جلوہ گری	گاہ پانی گئے ہوا ہوں میں
ایک حالت میں میں نہیں رہتا	گاہ راضی کبھی خفا ہوں میں
دم میں جاتا ہوں تابہ عرش تیرا	خاکیر گر نقش پا ہوں میں
خلق قالب ہے اور میں ہوں جاں	ہر دو عالم کا عدا ہوں میں
دل کے کونہ میں دونوں عالم ہیں	گرچہ ظاہر میں بینو ا ہوں میں
مجھ سے آباد کعبہ دل ہے	خام سوز ماسوا ہوں میں
دیر میں بت ہوں کعبہ میری سود	ہر جگہ ایک خود منا ہوں میں
خاکساری سے ہے عروج مجھے	رہ الفت میں نقش پا ہوں میں
میری مکا ریاں ہیں مکر اللہ	حیلہ جو اور پُر دغا ہوں میں
زاہد ابوج جا کے کعبہ کو	تو نہ سمجھے گا کچھ کہ کیا ہوں میں

ق

مجھ میں بھی ہیں خدا کے انصاف	کیجئے کیا شکستہ پا ہوں میں
اڑ کے جاتا میں عرش کے بھی پرے	حرص دنیا میں پرگیا ہوں میں

کیا عجب شاعری سے فخر مجھے

بیل باغ کسریا ہوں میں

چاہ دنیا سے نکلنا کوئی امکاں میں نہیں ہاں گر چاہنے والے تریزند ان میں



قدر و قیمت ہے جو شکل میں وہ آساں نہیں  
 جز خن و خار کچھ کوہ کے واماں میں نہیں  
 کرنا دصفت خدا میں ہے انسان میں نہیں  
 بیوقوفی میں ہیں لیکن سروساماں میں نہیں  
 ناشکی گل و بلبل جو گلستان میں نہیں  
 لطف کیا اس سگوا حسرت و اماں میں نہیں  
 خدمت خن جو نواب میل درخاں میں نہیں  
 کون کہتا ہے گلستاں میں آ ویراں میں نہیں  
 فکر و زری و تردد ترے ہماں میں نہیں  
 کشتی عمر تو اب جل کے طوفاں میں نہیں  
 وہ ترے رخ کی بجلی مڑتا ہاں میں نہیں  
 دلیک غم ہے تو بھر لطف گلستاں میں نہیں  
 دل ناداں جو ترے گیسو سے پیاں میں نہیں  
 زندگانی کا مزا قلب پریشاں میں نہیں

جلد بجا ہے جو معشوق تو ہوتی نہیں قدر  
 کام آتی نہیں کچھ سنگ دلوں کی الفت  
 دیکھ قرآن میں کہ اللہ کے اوصاف میں کیا  
 بادی رحمت دل عاجزی و ہمسردی  
 غار و خاشاک سے بدتر ہے وہ جنت زاہد  
 وصل معشوق پر مرتے ہیں ہزاروں عاشق  
 بار خلقت پر ہیں ہلکیں کے جنازہ کی طرح  
 دل جو خوش ہو تو ہر ایک جا سورا ورنشا  
 غواں نعمت ہے بچھا تیرا جہا نہیں ہر جا  
 عشق میں ڈوب کے گرداب بلا سے نکلا۔  
 سات پردوں سے جھٹکے رکھی کھچاتی ہے  
 ہے خوشی دل میں تیری ہر چیز میں ہے لطف دسرو  
 خود پریشانی دینا کا وہ ہوتا ہے شکار  
 لکھ کر جمع کر جمعیت خاطر ہو نصیب

زیت بے عشق کے ہوتی ہے چھب خوشحال

جانور سے بھی ہے کم عشق جن انساں میں نہیں

وہی موجود ہے کون و مکاں میں  
 جہاں میں ہیں کہیں باغ جہاں میں  
 عیاں میں جو وہی جو ہی نہاں میں  
 دگر نہ وہ کہاں تھا او جہاں میں  
 ہزاروں گل میں رنگیں گلستاں میں

نہیں جز ذات حق دو نوجوان میں  
 تجھی کو دیکھتے ہیں ہم جہاں میں  
 نہ غائب ہو گا مہر رخ نظر سے  
 دونوں کا کوہ سدا راہ ٹوٹا  
 خدا کس کس پہ ہو سوجاں بلبل

بہت کرتے ہیں دعویٰ عاشقی کا  
حقیقت میں تو کل انساں میں واحد  
مراتب میں فقط یہ گفتگو ہے  
خدا کو کہ نہ کعبہ میں مقید  
وہی تن ہے وہی دل ہے وہی جاں  
مستحو دل ہوے میں راستی سے  
شرافت آدمی کی معرفت ہے  
تری الفت کی دل میں ہے دولت  
کمال معرفت حاصل ہیں ہے۔  
ہنیں ہوتی ہے کچھ گرمی بازار

ٹہرتے ہیں مگر کم استیاں میں  
مگر پھر فرق ہے ہر جسم و جاں میں  
حقیقت کچھ نہیں آتی ابیاں میں  
وہ ہر جا ہے زمین و آسماں میں  
سمتہ ہے ہی راز ہنساں میں  
عجب جادو ہے قلب استاں میں  
وگر نہ اور کیا ہے انفس جاں میں  
نہ وہ دریا کی تہ میں نہ کاں میں  
مہ و خورشید میں اس خاکدان میں  
ہنو جب تک کوئی یوسف و کالید

خوشامد بھی محبت ہے کارِ شیطاں

ظاہر گزرنے والوں کی ہاں میں

جلوس اپنے انھیں کھانے ہیں  
شکم مادر و مکان دلحد  
فکر روزی میں کیا ترود ہے  
مرگ راحت ہے زندگی محنت  
حشر ہوگا کہاں لحد ہے یہاں  
راز ہستی کو جو سمجھتے ہیں  
بیٹھ خلوت میں چھوڑ کر دنیا  
کار گاہ جہاں میں کیا ہے دہرا  
ہم یہاں سے کہیں نہیں نکلتے

حشر اور نشہ سب بہاتے ہیر  
یہی انساں کے تین خانے ہیر  
تیری قسمت میں کچھ تو دانے ہیر  
بھید یہ مر کے ہمنے جانے ہیر  
پھل عمل کے ہیں تو پانے ہیر  
ان دو انوں میں وہ سیاہ ہیر  
کام اپنے اگر بنانے ہیر  
جھوٹ کے سب یہ تانے بانے ہیر  
آتے جاتے یونہی زمانے ہیر

ختم ہوگی نہ اُن کی جلوہ گری  
گر حقیقت پہ ہے نظر تو میں سچ  
حج کعبہ زکوٰۃ و صوم و صلوٰۃ  
گوش شنوا کہاں سے ہم پائیں  
غیر کی دیکھتے نہیں صورت  
پردہ شب گرا دیا اس نے  
شاعری ختم ہے گل و دل پر  
کیا محبت ہو کلامِ فو کی قدر

بزم میں سامعین پرانے ہیں  
عکس اپنا جہاں میں پاتے ہیں  
پہنکر جامہ بے لبس جدید  
باغِ عالم میں چہرہ گل پر  
دیر کو جائیں یا کہ کعبہ کو  
نفع و نقصاں ہمارے وہی ہیں  
غیرت اٹھ گئی عمل نہ رہے  
رام دہ ہیں کہ نفس کی لنکا  
کام تدبیر سے نہیں بنتے  
تو کئے جا جہان میں سینکی  
پہلے دسواس تو دلوں نے نہیں  
کیا رکانات دھڑ سے چھوئیں  
اپنی بیتی تو کچھ کہیں واعظ

رنگ بے انتہا جانے ہیں  
واتعے در نہ سب فسانے ہیں  
تیرے ملنے کے یہ پہانے ہیں  
قصہ درد کچھ بنانے ہیں  
تیری صورت کے ہم دو آنے ہیں  
صبح کچھ اور رنگ لاسنے ہیں  
ذوق ہو تو ہزار کھانے ہیں  
صور توں سے فرب کھاتے ہیں  
رنگ سورنگ کے دکھاتے ہیں  
دم میں سورنگ آتے جاتے ہیں  
دل میں جو ہے اسی پاتے ہیں  
نہ کھاتے نہ کچھ گناتے ہیں  
واعظ ہم کو عبث ڈراتے ہیں  
آتشِ عشق سے جلاتے ہیں  
خود بگڑاتے ہیں گر باتے ہیں  
غلِ خیر پھیل ہی لاتے ہیں  
نقش پر نقش کیا جاتے ہیں  
جو کیا تھا وہی تو باتے ہیں  
داستانیں کہتے سناتے ہیں

چھڑ کر ذکر عشق لیلیٰ و قیس      آگ دل میں مرے لگاتے ہیں  
آخر کار عشق ہے برعکس      ہم جو روٹھیں تو وہ مناتے ہیں  
غیر کے دم سے بھی نفرت ہے      سب سے خلوت ہو تب آتے ہیں  
عمل خیرین کعبہ میں رفیق      اونچے گنبد نہیں بچاتے ہیں

دست قلب کچھ عجب ہے محبت

دونوں عالم یہاں سماتے ہیں

دونوں عالم کی جسم و جاں ہوں میں      ظاہر و باطن جہاں ہوں نہیں  
میری ہستی سے ہے بنائے جہاں      میں کیوں اور خود مکا ہوں نہیں  
نور ارض و سما ہے میری شان      مہ و خورشید و آسمان ہوں نہیں  
میں نہیں تو ہیں قالب بیجاں      دونوں عالم کی ایک جاں ہوں نہیں  
کیا زباں سے کہوں حقیقت حال      آپ ہی اپنا خود بیاں ہوں نہیں  
ماہ ہوں مہر ہوں فلک ہوں ملک      عرش و کرسی و لامکاں ہوں نہیں  
میں لگاتا ہوں کاشت اہوں شجر      باغ گن اور باغیاں ہوں نہیں  
گاہ میں ہوں نسیم گہ مصرصر      گہ بہار اور گہ خزاں ہوں نہیں  
قلب ہوں روح و نفس اکارہ      دہم ہوں شبک ہوں و گلیاں ہوں نہیں  
ہوں عدالت میں عادل اور کیل      رہزن و دزد و پاسبان ہوں نہیں  
چار عنصر ہوں اور سات فلک      خاک باد آب اور دھاں ہوں نہیں  
میرے ہی ہیں خیال کے سب رنگ      آتش و دھنچ و جہاں ہوں نہیں  
دنو نہ ہتے ہیں مجھی کو سب ہر جا      جانتا کون ہے کہاں ہوں نہیں  
میں ہی عاشق ہوں اور میں معشوق      آہ و نالہ ہوں اور فغاں ہوں نہیں  
گاہ جکڑا ہے بند بند مرا      گاہ آزاد بے غناں ہوں نہیں

گاہ کثرت میں ہے ظہر مرا گاہ زیر عدم نہاں ہوں نہیں

کیا محبت راز عشق میں کھولوں

آپ اپنے سے بدگماں ہوں میں

میں لذت وصال پر پرویشیدہ ہوں زال جہاں کی دید ہے میں کینہ ہوں

میری ہی رنگ بوسہ ہر دیکھتا ہوں پس کالبد میں باغ جہاں کچھ دیدہ ہوں

رہتا ہے وہ خیال میں سیر جورات دن دنیا کی شکست میں بھی میں آرمیدہ ہوں

شہوات سے غضب ہے انسانیت بھی مسخ میموں ہوں حصلتوں میں گروم بریدہ ہوں

میری نظر سے دیکھتا ہے رب دو جہاں ارض و سما کی چشم کا بیرون دیدہ ہوں

بند خودی جو ٹوٹا تو سب کھل گئے صد شکر بندشوں سے جہاں کب پریدہ ہوں

بد بختیوں سے میری یہ عالم بیاہ ہے گیوے ہویت کا میں نگ پریدہ ہوں

بارگاہ سے نہیں اٹھنے کا سر مرا پیر فلک کی طرح میں پشت خمیدہ ہوں

طغی میں کچھ اٹھائے تھے بفکر و لطف نکلا جو اس مقام سے آفت رسیدہ ہوں

افسوس مجھ کو چاک گریبا نیوں کا کیا روز ازل سے عاشق دامن پریدہ ہوں

یوسف ہو غلام زلیخا کے فخر کیا میں بھی کسی حسین جہاں کا خریدہ ہوں

افسوں کوئی چلیکا نہ جز ذکر لا الہ میں اژدہائے نفس لعین کا گزیدہ ہوں

آہوسے دشت و سوسہ مجھ کو نہ جانا میں سبزہ زار وحدت ہو کا چریدہ ہوں

بڑا جانیں مجھ سے عالم ہستی میں کیا بجاں میدان ہوگی دوڑ کا اسب دیدہ ہوں

ڈرہ سے تابہ مہر میں پروانہ مجھ پر بے میں شمع بزم ذات احد کا گزیدہ ہوں

ہے جہت میری عشق و فلک بھی کچھ پرے میں چاہ جسم و دام جہاں کب پریدہ ہوں

آخر یہاں محبت میں تہ و ام ہو گیا

تجرید و دشت ہو کا میں آہو رسیدہ ہوں

دھونڈ لجا کر کھیں نہ کہیں  
ہوں زمیں پر خدا بس نہیں  
آسماں پر ہو یہ زمیں نہ کہیں  
نہ کہیں ہے مکاں مکین کہیں  
دائع ہو جائے میرے جیسے کہیں  
ہو نہ دنیا تو پھر ہو دین کہیں  
کہ زباں سے کہے نہیں کہیں  
خواہشیں نفس کی گئیں کہیں  
کہ جیس پر بھی آئے چہ نہیں  
اٹھ کھڑے ہوں کچھ الگ کہیں  
نہ کہیں ہے کہیں ہمیش کہیں  
ہو خدا میں بھی غیبت کہیں  
سرد ہوا آتش نہ کہیں  
دفن ہو چشم سر کہیں نہ کہیں  
دیکھو ہو ہر قدم کہیں نہ کہیں

کوچہ عشق میں یہ راز کھلا

ہے زمیں پر عجب کہیں کہیں

زند تیرے مگر حشر اب نہیں  
میری عصیاں کا بھی حشر اب نہیں  
ابر بالائے آفتاب نہیں  
آب باراں نہیں سحاب نہیں

ہو چھپا دل میں وہ حسین کہیں  
زاہد و کیا فلک پہ دھونڈتے ہو  
یار کا در ہے جدہ گاہ ملک  
بے نشانی ہے عالم ہو میں  
اتنی رگڑی جیس درمہ پر  
دین کا ہے وجود دینا سے  
وصل کا بھی سوال کر نہ کبھی  
گھٹ گیا جسم گرچہ پیری میں  
بر دباری اسی کو کہتے ہیں  
بہل اصلاح تو مگر نہ سمجھ  
ہے مجازی کلانی و خوردی  
اپنی ہستی کو جب نہیں سمجھا  
کرہ زمہ پر نفس ہے سرد  
پھول زر گس کے قبر پر کھلے  
ہے دنیا فریب و مکر کا جال

کون ہے جس کو پہچ و تاب نہیں  
تیری رحمت کا گرجا اب نہیں  
تیرے رخ پر کوئی نقاب نہیں  
ہستی حق کی سب یہ سکین ہیں

اکثر عشق سے جو دل نہ جے  
دو دنوں عالم کی سیر ہے دلیں  
ہے حقیقت کچھ اور ظاہر اور  
ذات پر ہے صفات کا پردہ  
ہے جو اندر وہی تو باہر ہے  
مت اپنی خودی میں ہے ہر شے  
شمس باطن کو دیکھ دل میں خرا  
ہے وہی حشر و نشر کی ساعت  
ذات دریا کے میں حجاب حجاب  
وہم نے پردہ حق پہ ڈالا ہے  
سامنے ہے اسی کا رخ دائم  
تیرے در کے گدا کا جو ہے وقار

خام ہے بخت وہ کباب نہیں  
اس سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں  
کیا یہ ہستی تری سراب نہیں  
خود بخود ہست خاک آب نہیں  
کیا ترے دل میں آفتاب نہیں  
کیا یہ عالم حسم شراب نہیں  
مہر میں بھی وہ آب تاب نہیں  
اس کے چہرہ پہ جب نقاب نہیں  
عین دریا ہے یہ حجاب نہیں  
ورنہ اسکا کوئی حجاب نہیں  
یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں  
شاہ میں بھی وہ عجب آب نہیں

کر دیا عشق نے جوان محبت  
کیا، بوڑھا پامیر شتاب نہیں

وہ سامنے جب آگیا پھر وہم و ظن کہاں  
زنگینیاں ہیں باغ جہاں کی وہ لہریں  
نکلا نہ راہ عشق میں مکاریوں سے کام  
مہر سکوت لگ گئی کھلتے ہی راز عشق  
طے کر رہے ہیں عالم ہستی کی منزلیں  
آہو بے دشت ہو نظر آتے ہیں چارو  
جہنگ تھی عقل جمع کو کرتی تھی افتراق

اٹھی جو غیریت تو مجال سخن کہاں  
جنت میں زلزلہ دہی یہ رنگ چمن کہاں  
عشاق روئے یار کہاں راہیں کہاں  
اب کیا کہیں کہ گوش کہاں اور کون کہاں  
کیا جانے سفر ہے کدھر اور وطن کہاں  
صحرا کہاں عرب کا خطا و ختن کہاں  
وحدت میں جب پہنچ گئے پھر مردوں کہاں

تہذیب خور و نوش ہے خلق حسن کو  
 شیخوں میں عاشقوں کا وہ دیوانہ  
 مرنیکے بعد روح ہے لیکن بدکن  
 تیرے شہید ناز کو گوردکن کہا  
 چوڑیں جو نفس بد کو تو رنج و محن  
 آیا تھا جب عدم سے تو تھا پیر من کہ  
 سمجھے نہ کوئی اس کو تو سرو علن کہا  
 میدان دشت ہو میں بتاؤ اہل ک  
 محط سخن شناس ہے محط سخن کو

تعلیم وہ ہے جس سے کہ حیوانیت ہو کم  
 آساں ہے یہ کہ جبہ دوستار پہن لیں  
 دنیا ہی میں ہیں دونوں جہاں کی ترقیان  
 مرنیکے بعد بھی ہنودینا سے کچھ لگاؤ  
 لاتے ہیں سر پر عیمل زشت سے بلا  
 عریاں تہی کا اپنی عیشت مجھ کو رنج ہے  
 عشاق راز عشق کو کہتے ہیں صاف صاف  
 کچھ شکار عالم دنیا ہے صید گاہ  
 دنیا میں بے شمار سخن گو تو ہیں مگر

دیکھے اساتذہ کے بھی ہمنے سخن محبت

یہ فلسفہ کہاں ہے یہ طرز سخن کہاں

ہم تو ان دونوں کو ایذاں خاکی ہیں  
 ہم اسے شیخ اُسے قبلہ بنا کہتے ہیں  
 اور جو محسوس ہو پھر اسکو یہ کیا کہتے ہیں  
 جو برے ہیں ہی اور بخوبی کہتے ہیں  
 ہم اسی فہم کو تسلیم و رضا کہتے ہیں  
 امر حق کو وہ دعا اور یہ دعا کہتے ہیں  
 خون عشاق کو زنگ خاکی کہتے ہیں  
 مردہ شوا اسکو کرم و جفا کہتے ہیں  
 تیرے ہر فعل ارادہ کو قضا کہتے ہیں  
 اسکو عرفان اُسے حرم ہوا کہتے ہیں

لوگ اللہ کو اور بت کو جدا کہتے ہیں  
 خج جس شخص کا اس غارت اپنا کی طرف  
 جو نہ ادراک کسی جس سے ہو وہ تو ہی خدا  
 صورت اپنی ہی نظر آتی ہے آئینہ میں  
 خلق کے جو روح جفا کو بھی سمجھتے ہیں حق  
 بحث لفظی میں گرفتار ہیں ملاطیب  
 قتل و خون جرم و جفا نشان ہے مشہور و نجی  
 ہے وہی مگر غشی اور غمی کا باعث  
 ایک تہی ہے ترے ہاتھ میں عالم خلق  
 عشق میں جا مل مارنے کے ہر فرق ادراک



کفر و اسلام جو دونوں کو اٹھائے لئے  
 ہو قیامت وہیں برپا جو اٹھے رخصت  
 بے گناہی کے تو شاہی کا نہیں کوئی وجہ  
 بعد محنت کے جو کتاب وہ مزدوری ہے  
 یہ بھی سن رکھ کہ بجلوں کو نہیں کتنے بچھا  
 سہ تیرے کبھی کہتے میرے کی بلین  
 ایسے زہیق کو ہم راہ نما کہتے ہیں  
 ہم اسی روز کو تو روز جزا کہتے ہیں  
 شاہ کہتے ہیں کسے کسکو گدا کہتے ہیں  
 بے مشقت جو ملے اسکو عطا کہتے ہیں  
 وہی اچھا ہے جسے لوگ برا کہتے ہیں  
 جو سمجھتے ہی نہیں بے سرو پا کہتے ہیں

عشق میں فرق مراتب کا نہیں کام محبت  
 بت بھی کہتے ہیں اسے جسکو خدا کہتے ہیں

اپنی فکروں سے چھوٹ جاتے ہیں  
 بزم میں آتے وہ شہر ماتے ہیں  
 دیکھتے ہیں جدھر اٹھا کے نظر  
 آخر عشق عکس اول ہے  
 تہمت عشق رکھ کے عاشق پر  
 چھپکے پردے میں عاشقوں کو بھی  
 بونہ دل میں کبھی خیال بدی  
 میٹ دیتے ہیں عالم دہی  
 کش دل ہو دونوں جانب سو  
 نگاہ میں تنم گوشہ گرہ سنخ  
 دل کی وسعت کی کیا خبر تجھ کو  
 کرم پید کی طرت سے ہر دم  
 ذکر یہ بھی اسی کا ہے زاہد  
 غم کسی کا جو کوئی کھاتے ہیں  
 دل میں خود آپ چلے آتے ہیں  
 تیرا چہرہ ادھر وہ پاتے ہیں  
 ہم جو روئیں تو وہ مناتے ہیں  
 خون عشاق وہ بہاتے ہیں  
 آتش ہجر میں جلا سنے ہیں  
 خار کے بیج خار لاتے ہیں  
 نقش ہو دل پہ جب جاتے ہیں  
 ہم نہ جائیں تو وہ بلاتے ہیں  
 گل وہی روز آتے جاتے ہیں  
 ساتوں عالم ہمیں سماتے ہیں  
 ہم لحد اپنی خود بناتے ہیں  
 ڈھول پر ہم جو گیت گاتے ہیں

## قطعہ

سن ذرا غور سے دہل کی صدا      نعرے اللہ ہو کے آتے ہیں  
ہے وہی ہو کی اک مدد میں      لاکھ باجے اگر بجاتے ہیں  
دیکھتے ہیں اسی کا حسن و جمال      ہم نظر کو جدھر پھرتے ہیں  
عرش اعظم سے تبارہ قلب عجب  
تار ہر آن آتے جاتے ہیں

ہنیں ذکر جاناں چھپانے کی باتیں      یہی بزم میں ہیں سنانے کی باتیں  
انا اللہ کہہ بزم میں آکے داعظ      یہی تو ہیں مردے جلا کی باتیں  
میں مطلق سے کیونکر مقلد ہو اہوں      دُعا تو سمجھ کچھ ٹھکانے کی باتیں

## قطعہ

بہت کیمیا کے لئے خاک چھانی      سن اب ہم سے سونا بنانے کی باتیں  
اگر چاہتا ہے کہ ہو جاؤں کندن      تو میکھ آپ کو آزمانے کی باتیں  
یہ عرس اور نیا زین یہ ہو حق کھلے      فقط ہیں یہ کھانے کمانے کی باتیں  
جو حق کی کہیں حق یہ کہتی ہے دینا      کہ یہ تو ہیں فتنے اٹھانے کی باتیں  
کہیں جھوٹا گم تو کہتا یہ حق ہے      یہی تو ہیں دوزخ میں جانے کی باتیں  
نجات اس زمانے میں بس ہے خوشی      کہ دنیا و دیں ہیں دیوانے کی باتیں  
عدم سے جو آئے میں ہم اس جہان میں      کریں کیوں نہ ہم آب و درآ کی باتیں  
بظاہر تو عالم ہیں اندر جہالت      نرالی ہیں کچھ اس زمانے کی باتیں  
انا الحق تو کہتے نہیں ہم زبان سے      کہ ہو حق ہیں سب یہ کھانے کی باتیں  
یہ کیا آنا جانا ہے ہر دم جہاں میں      سمجھ کچھ تو یہ آنے جانے کی باتیں  
یہ مہر پہ بکواس داعظ کی کبتک      کرے کچھ تو گالے بجانے کی باتیں

سنوکان دھڑک رہے ہیں کچھ ہم یقینی دلوں میں سمائے کی باتیں

قطرہ

یہ تسبیح و سجادہ و دلق و حشرۃ مشائخ کی ہیں زر کمانے کی باتیں

اگر ہے محبت حق کے ملنے کی خواہش

تو کر نفس کے آزمائے کی باتیں

ٹوٹی جو خودی ہو گیا بندہ سے خدا میں  
یہ کفر یہ اسلام ہے دونوں مری شانیں  
مجھ ہی سے ہے قائم یہ ہدایت یہ ضلالت  
خود ناظر و منظور ہوں ایلئسم میں اپنا  
غیبت میں کروں کسکی کہ ہے میرے سوا کون  
میں ہی ہوں پڑا خاک پہ اور بستہ جرم پہ  
کعبہ میں مودن ہوں توبت خانے میں ناتواں  
ہے عہد شکن نام میرا اور وفا دار  
مجھ سا نہیں دینا میں کوئی اور دعا بار  
خیر بھی تعمیر بھی دونوں میں کام  
رداسم میں میرے یہ بھلائی یہ ہر گزائی  
بے خیر کا مالک ہوں تو شر کا بھی ہوں وار  
لکھتا ہوں میں تقدیر کو کرتا ہوں نہیں تدبیر  
م سے میرے آباد ہے محبس یہ عدالت  
میں بھی اور کبھی بے جرم خطا دار  
ہے منہجی ہستی میرے اوصاف میں دونوں

اللہ رے کیا شان مری داہ رے کیا میں  
میں دیر میں بت اور ہوں کعبہ میں خطا میں  
گمراہ کبھی اور کبھی راہ منشا میں  
ہوں اپنا ہی خود عیب ماحسن نما میں  
خود اپنا ہی کرتا ہوں حقیقت میں نکلا میں  
در بار میں ہوں شاہ تورستے میں گدا میں  
اکبر میں ہی اللہ ہوں دیتا ہوں صلہ میں  
پورا نہیں کرتا کبھی کرتا ہوں وفا میں  
دیتا ہوں کبھی دوست کو اپنے بھی غنا میں  
لیتا ہوں کبھی اور کبھی کرتا ہوں عطا میں  
پھر پاک ہوں دونوں سے بھلا میں بُرا میں  
محشر میں ہی فتنہ میں ہی آفت میں بلا میں  
دونوں سے بُرا ہوں تقدیر بھی ہو قضا میں  
عادل بھی ہوں مضعف بھی ہو اور ظلم و جفا میں  
قاضی میں ہی مضمی میں ہی ہوں جرم و گنا میں  
موجود عدم میں ہوں قضا میں ہوں بقا میں

اللہ کے اوصاف ہیں سب مجھ میں دلیت  
بندہ ہوں محبت کہنے کو لکین ہوں جلیس

نہ ہوں کار آمد نہ بیکار میں      خدا و خودی کا گرفتاریں  
طلب کا رصحت ہنوگا کوئی      بتا دوں جو لذت ہے آزار میں  
نہ ملے ہوگا صبر و رعا کا مقام      کہ منزل ہے دونوں کی بار میں  
دعاؤں سے کیا خاک ہوگی نصیب      رتی ہے جو دل کی ایشا میں  
یہ مقصد ہے آرام پائے کوئی      بناتے ہیں گھر ہم جو اس داس میں  
خدا کی طرف نگرتیں رکھوں نظر      قدم میں سندر اسے ہوں پار میں  
مجھے اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں      کسی پر جو ہوتا نہیں بار میں  
جو گدزی ہیں اقوام ان کی خبر      جو دہونڈ ہی ملی کھنہ اثار میں  
وہ دیواں حوالے ہو کر کرم کے      کہ مطلب نہ تھا جنکے اشار میں  
خبر میں بہت کم ہے پہاڑی صدق      کہ ثابت ہے تکذیب اخبار میں  
ہو اساری دینا پہ وہ حکم ال      بڑا صا جو خیالات و افکار میں  
خدا سے قنائل کا ہے نام مرگ      مگر زیست ہے اس کے اذکار میں  
خلافت کا خلعت اس کی پہلا      جو پھو سچا کوئی تیر ہے دربار میں  
اُسے دی حکومت اسے مال زر      یہ ادنیٰ عطیہ ہیں سرکار میں  
حقیقت سے دنیا کی واقف ہیں جو      مقید نہیں وہ نہاد و دار میں  
کسی کی نہ سن بات اعمال کیچھ      بڑا فرق ہے گفت و گو دار میں

سخن کی تیری قدر کیا ہو محبت

نہیں جو ہری کوئی باز اریں

آنکھوں دیکھ جلوہ جاناں کہاں نہیں      کیا آفتاب روئے حقیقت عیاں نہیں

غفلت میں کیا پڑا ہے یہ وہم و گمان نہیر  
انسان جانور پر کہاں حکمراں نہیر  
ہرگز بغیر آگ کے ظاہر و باطن نہیر  
موجود حق ہے ظاہر و باطن جہاں نہیر  
مکن نہیں جہاں ہے خلائی جہاں نہیر  
سگ کو تری گلی کے بھی شوقِ نیاں نہیر  
کیا طورِ قلبِ عشق کا آتشِ نیاں نہیر  
قرآن میں دیکھ ذکرِ دل جاں کہاں نہیر  
ہم ہیں وہاں جہاں کہ مکانِ مکان نہیر  
آزاد وہ ہیں جن کی لحد کا نشان نہیر  
حاکم ہے جسم و نفس پہ پسینِ عیاں نہیر  
پیری وہی ہے جس میں کہ تہمتِ جوان نہیر  
خناس کیا کبھی میں ترے نفسِ جوان نہیر  
کیا چشم سے ہواں تیرے وہم و گمان نہیر  
لیکن زباں ہے منہ میں مجالِ زبان نہیر

عالم وجود حضرت حق ہے سمجھ ذرا  
ہے عقل و علم و فہم کو ہر شے پر برتری  
بے ذات حق صفات کا جلوہ محال ہے  
ہستی حق سے صورتِ عالم یہ ہست ہے  
اللہ اور خلق کو کرتے ہو کیا جدا  
ڈالے نظر نہ حور پہ بھی مستِ شوقِ دید  
قلبِ ملیم حضرت موسیٰ کا تھا مقام  
و الشمس اداِ تعمیر کی ہے تفسیرِ روح و قلب  
گنبدِ لحد پہ اہلِ کعبہ کے کیا ضرور  
پختہ لحد سے اور مقید ہوئی ہے روح  
گم اس طرح ہو جیسے کہ تن میں نیاں روح  
ہے فرق یہ جوانی و پیری میں کس ذرا  
قرآن میں صاف جنت و الباس لکھا  
جنت وہ قویٰ ہیں جو ہیں چشم سے نہاں  
میں چاہتا ہوں رازِ حقیقت کو کہو لدون

بکھنے سے فائدہ نہیں الفت میں کچھ عجب

چپ بیٹھ اس طرح سے کہ گویا زباں نہیں

اس کو پایا تو اپنے ہی دل میں  
ساتوں عالم سما گئے تل میں  
کون ہے اس لباسِ سائل میں  
دھونڈ لیسلی کو دل کی محل میں

عسمر گزری خیالِ باطل میں  
ایک نقطہ ہے وحدتِ ہستی  
تو نہ سمجھ بیگا دے جو دنیا ہو  
چھانتا کیوں ہے خاک و دشتِ جوی

آہوئے دشت ہو بنے کیونکر  
جسکو کہتے ہیں رنگ آب حیات  
کچھ نہ سمجھے حقیقت آدم-  
دفن ہے کون خستہ سینہ نگار  
دم میں آتی ہے غیب سے امداد  
جسکو سمجھے ہیں لوگ دیوانے  
جو تیرے نفس میں ہلاکت ہے  
باغ عالم میں کھلتے ہی گل کے  
ہے سبب یار کے خفا کا یہی  
اہل دنیا کو کیا خبر دیں کی  
کیا ترقی ہو اس کور و حانی  
کام نکلیں عمل و راند سے  
دید میں جو مزہ ہے اٹھتا پھر

قید میں نفس کے سلاسل میں  
وہ ہے تیری زبان میں ل میں  
تھے ملائک بھی زعم باطل میں  
کہ میں سوراخ قبر کی تل میں  
نام لیتے ہی اس کا مشکل میں  
مسند آرا ہیں تیری محفل میں  
وہ نہیں مار میں صلاہل میں  
عشق پیدا ہوا عنادل میں  
غیر کوئی نہیں مقابل میں  
ہے چوہے کا جہان سب میں  
آب میں جو پڑا ہے اور گل میں  
بن کے قانون رنگے تل میں  
وہ کہاں فرض میں نوافل میں

صاف کہتے ہیں منہ میں جو آیا  
کچھ چھپاتے نہیں محبت میں

غیر حق سے یہاں کلام نہیں  
تیرے کعبہ میں کیا دھڑلے شیخ  
مئے ہو ساقی ہو اور خلوت ہو  
لی مع اللہ ایک وقت میں ہے  
ایک وحدت کے اعتبار میں سب  
بھنس کے زلفوں میں ہر بلاں چھٹا

بات ہے خاص کوئی عام نہیں  
مئے و مشوق اور حجاب نہیں  
پھر تو دنیا و دین سے کام نہیں  
حالت رقص کچھ ہم نہیں  
کچھ الگ جزو کل و عام نہیں  
کیا مبارک یہ دل کا دام نہیں

سب کو زلفوں کا تیرے سودا ہے  
جان سب حق میں مذہب ملت  
جا کے مسجد میں کیا نماز پڑھیں  
سب یہ بیکاریاں ہیں دنیا کی  
بے خیال اس کے ہے ظہور حرام  
تیری جانب جو دل نہیں مائل  
اپنی ہستی کا ایک چکڑ ہے  
دل سے تا احديث لگا ہے تار  
دل کی حالت زباں سے کہتا ہوں  
شیشہ دل میں تیرے اور زاہد  
کون ہے وہ جو زیرِ زام نہیں  
کیا خدا ہے وہ اور رام نہیں  
بت کو سجدہ نہیں سکام نہیں  
نہ لے جس سے حق وہ کام نہیں  
یاد ساقی میں سے حرام نہیں  
اسکو ہر حال میں قیام نہیں  
منزلیں ہیں کہیں مقام نہیں  
ہر دم آتا ہے کیا پیام نہیں  
میری شمشیر میں سیام نہیں  
وہ سے عشق لالہ نام نہیں

جب وہی ہے کلیم اور کسب

کیا محبت اس کا یہ کلام نہیں

بتوں میں دیر کعبہ میں خدا میں  
نہ جب تک سوز غم سے دل میں درد  
تیری تدبیر ہی ہے عین تقدیر  
محرک روح ہے عالم کے اندر  
خس خاشاک ہے ہستی یہ تیری  
اوی کے ہاتھ میں عالم کی ہری باگ  
جواطن ہے تیرا ظاہر پہ حاکم  
کھلے ہیں جن پہ اسرارِ حقیقت  
بھنیں کچھ ذوق عشق و عاشقی ہے  
وہی معشوق ہے پھر ہر ادا میں  
اثر آئے کہاں سے پھر دعا میں  
مفضل ہے عیاں محلِ قضا میں  
کہ خود طاقت نہیں کچھ دستِ پا میں  
کہ ہلتے وہ نہیں از خود ہوا میں  
خند ہے رشتے میں سار کستِ پا میں  
تو کیا چون و چرا حکمِ قضا میں  
مزا پاتے ہیں وہ صبر و رضا میں  
انہیں ہے لطف کی لذتِ جفا میں

ظہورِ عالم امرکاں نہ ہوتا  
حقیقت دو ذریعہ عالم کی جوین  
مری ہستی سے ہے عالم کی ہستی  
نہوتا میں نہوتا کل عالم  
میں ہی فرعون تھا موسیٰ تھا ہارون  
نہ دیکھنے کے کبھی مطلق خدا کو  
مری اس کو چشمی کو تو دیکھو  
محببت کہتا ہوں کہنے سے اسی کے  
وہ نائی ہے تو ہوں نے کی صدا میں

انہیں کو دل میں ہم پائے ہو ہیں  
بڑھیں یہ دشتیں اہل جہاں کی  
مقام تو بہ میں پہونچے وہی ہیں  
کہلے ہے باغ ہستی میں جو غنچے  
گئے تھے اس جہاں سے کر کے لوگ  
درختوں کی کشش کے منظر ہیں  
خسک کر کام لے ان تو توں سے  
لکھیں کیا شعر میں باقی نہیں کچھ  
ہوے مایوس جب اہل جہاں سے  
بلاؤں سے نہیں بچتا ہے کوئی  
برس جا کچھ تو دم بھر ابر رحمت  
یہ برقعوں میں نہیں سلم خواہیں

کجن پر زہر سب کھاؤ ہوے ہیں  
کہ خود اپنے سے گھبرائے ہوے ہیں  
گناہوں سے جو شرابے ہوے ہیں  
وہ دم کے دم میں مر چکا ہوے ہیں  
بھگتے کو انہیں اے ہوے ہیں  
جو بادل باغ پر چھا ہوے ہیں  
یہ گھوڑے تیز گر اے ہوے ہیں  
جو اہر سب یہ دکھلائے ہوے ہیں  
دعا کو ہاتھ پھیلائے ہوے ہیں  
کہ سورج چاند گھنٹا سے ہوے ہیں  
کہ بادل باغ پر آئے ہوے ہیں  
کفن مردوں کو پہنائے ہوے ہیں



غضب سے مارتے ہیں لات سبک  
کبھی آدم تھے اب گائے ہو ہیں  
چلے جاتے ہیں سوز عشق سے سب  
یہ شعلے کس کے بھڑکائے ہو ہیں  
مرد ناخلف گم کردہ راہ ہیں  
یہ کس مرشد کے بھٹکائی ہو ہیں  
یہاں بھی ہیں لشکر انس شیطاں  
ہزاروں جنکے ہرکائے ہو ہیں  
محبت عالم میں جنگو دم ہونڈتے تھے

وہ اپنے گھر میں خود آئے ہوئے ہیں

نخیں میں رخ کی سمت تو دل لہیا میں  
محفوظ ہم ہیں گردش لیل نہار میں  
ہکار دبا رخلق میں سب جیلہ بشر  
روزی تیری دھری نہیں کچھ روزگار میں  
ارف ہے وہ یہ جا مل مطلق خدا سے ہے  
یہ فرق عاشقوں میں ہے اور باہ خوار میں  
حسرت میں جب پہنچ گئے اصداد مٹ گئے  
اب ہے سدا بہار خزاں دہبار میں  
جمت کی تیری حد نہیں غفار جب تو ہے  
آئینے کیا گناہ ہمارے شمار میں  
عدہ پر حور عین کے نہ چھوڑینگے ماہ و  
سلسلہ نفس کا پہنچتا ہے تا بہ ہو  
تھے وہ بھی وقت حشر ہم ملے اک وجود  
و بندشوں سے نفس کے چھوڑے نہیں  
ہتے ہیں جکوفت برقی وہ عشق ہے  
دل تو بہت میں عاشق و معشوق فصاح  
بتک نہ خواہشات جہاں فرار ہو  
برگ نشہ اور ولادت سے حشر ذخیر  
مہ ہوا ہوں خود میں خدائی کو چھوڑ کر  
مختار ہوں سو بار جو طوفان میں نظر

محفوظ ہم ہیں گردش لیل نہار میں  
روزی تیری دھری نہیں کچھ روزگار میں  
یہ فرق عاشقوں میں ہے اور باہ خوار میں  
اب ہے سدا بہار خزاں دہبار میں  
آئینے کیا گناہ ہمارے شمار میں  
جودفع نقد میں ہے کہاں وہ ادبار میں  
سب تیلیاں بند ہی ہیں اسی ایک تائیں  
ذرات تقسم جو ہیں گردہ عبا ر میں  
تا حشر وہ رہینگے بدن کے مزار میں  
دل میں نہاں وہی جو دی ہے شرار میں  
گل لاکھ میں ہے ایک تو بلبل ہزار میں  
آتا نہیں مستار دل بیقرار میں  
ہم احتسار میں ہیں کبھی انتشار میں  
جو لطف بندگی میں کہاں اقتدار میں  
ہوتا ہوں ابک دم میں ہند ر سے یار میں

اپنی طلب میں آپ میں گم ہو کے رہ گیا ہوں اب دیار میں نہ مقید مزار میں  
تم اور وہ وصال کا وعدہ محض

اچھا ہوا جو عسر کٹی انتظار میں

چہرہ یار پر نقاب کہاں کور کہتا ہے آفتاب کہاں  
دیکھتے ہیں ادسی کی سبب ت پر چھتے پھر ہیں وہ جناب کہاں  
دونوں عالم کی سیر جس میں ہے جز دل صاف وہ کتاب کہاں  
جس کو پیتے ہی آپ کو بھولوں ہے وہ ساتی کہاں شراب کہاں  
خود فراموشی میں تیرے رنج دینا و بیچ و تاب کہاں  
پنی جہالت تک ملے مئے الفت حشر میں رند سے حساب کہاں  
غفلت الٹی ادھر اُدھر چو سنے ایک لحظہ بھی دل کو خواب کہاں  
دہم کرتا ہے موج ویم کو جدا عین دریا ہے یہ جناب کہاں  
جو مئے عشق سے ہوا مدہوش دونوں عالم میں وہ خراب کہاں  
خاکساری سے عرش پر پہنچا زیر افلاک بو تراب کہاں  
ہے گئے بھر گے دھاں گئے ابر اڑ کے پہنچا زمین سے آب کہاں  
کیا مقید نہیں وہی مطلق ان سوالوں کا ہے جواب کہاں  
جز گہاؤں کے قیصر و کسری اس کی محفل میں باریاب کہاں  
فلسفی عالم وجود ہے حق فی الحقیقت ہے یہ سرباب کہاں  
لاکھ جلوے دکھائیں شمس و قمر وہ ترے رُخ کی آب و تاب کہاں  
ساقیادے بھی دے مئے گلغام پھر یہ باراں کہاں سحاب کہاں

ہو محض تیرا نیست ناممکن

یہ حقیقت کا انقلاب کہاں

تیرے سوا جو کوئی میری نگاہ میں  
 جو اگیا ہے رب فلق کی پناہ میں  
 پڑتے اگر نہ آدم و حوا گناہ میں  
 یونس کی حوت میں ہو یوسف چائیں  
 شیطان جن دانس کے پیغمبران میں  
 کچھ زہر سے اثر نہیں کم وادہ میں  
 ہم سودا تھے چین سے آرام گاہ میں  
 اب کیا دھڑ ہے نالہ و فریاد آہ میں  
 جو عجز سے گدائیں کہا ہے وہ تائیں  
 ہوتی نہیں کسی کی بیج بارگاہ میں  
 مارت کی طرح نہیں لٹکے یہ چائیں  
 ہے راحت و سرور دل خیر خواہ میں  
 رحم و کرم اگر ہو ہماری سپاہ میں  
 قاتل ہے اپنے ہو نگاہ بلاد و خواہ میں  
 کھینچا ہے کوہ خود و کشش ہے گاہ میں  
 جو کچھ کلام ہے وہ فقط ہے بناہ میں

عالم یہ ہو مردم چشم سیاہ میں  
 من شتر خلق کے ضرر سے ہی بچا  
 پاتے کبھی نہ عالم دنیا کی لذتیں  
 سحران عاشقوں کی نہیں ایک طرز پر  
 بے عشق ہے محال الی اللہ کا سفر  
 شہر سے اور عروج سرائی سے ہو نفور  
 نکلے جو ماں کے پیٹ سے محشر میں آگئے  
 جب سوز دل تھا قلب ہوتا تھا کچھ اثر  
 مقبول بارگاہ صمد ہوں کیوں غیب  
 جب تک کہ لوٹ جاہ سے سینہ نہ صاف ہو  
 کبر و غرور سے جو چھٹے ملگنی نجات  
 غیض و غضب بھاگ محبت شکار کر  
 شیطان کے لشکر و نسا نہیں بکھو کوئی خوف  
 توبہ کہا نکاح حشر کہا کہ یہ عدل و داد  
 دنیا میں کوئی عشق سے بڑھ کر نہیں بکڑو  
 آسان ہے دودلوں میں ہم دوستی مگر

سحران روح جسم میں کیونکر نہو محبت  
 یونس میں بطن حوت میں یوسف چائیں

یہ جہاں سے پھرائے بیٹھے ہیں  
 لاکھ فتنے اٹھائے بیٹھے ہیں  
 لوح دل پر جمائے بیٹھے ہیں

یار سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔  
 وہ کھڑے ہوں تو حشر ہو برپا  
 وہ چھٹے ہنم سے جو تصور یار

زال دنیا کی بیوہ نالی پر  
 بے بٹائی حالت دنیا  
 کیوں ہوں شمع محفل عالم  
 واہ ری محفل و فہم اہل جاں  
 شمع پر گر رہے ہیں پرولنے  
 تیری تصویر ہی کو سینہ سے  
 بزم میں کہہ نہایت خلوت کی  
 مئے خم کی طرح سے اے ساقی  
 بنگہ کو مٹا کے کعبہ میں  
 اس کے کوچہ میں مثل نقش قدم  
 در پہ در باں سے پوچھتے ہیں بھی  
 جس بضاعت کو لیکے آئے تھے

سیکڑوں زہر کھا بیٹھے ہیں  
 بار بار آوازے بیٹھے ہیں  
 اپنی رستی جلائے بیٹھے ہیں  
 ریت پر گھر بنائے بیٹھے ہیں  
 بزم میں وہ جواگے بیٹھے ہیں  
 ہجر میں ہم لگا کے بیٹھے ہیں  
 دیکھ اپنے پرانے بیٹھے ہیں  
 میرے دلیں سائے بیٹھے ہیں  
 شیخ مسجد بنائے بیٹھے ہیں  
 ابوالحسن جمائے بیٹھے ہیں  
 آج کیا رنگ لائے بیٹھے ہیں  
 وہ بھی اب تو گندائے بیٹھے ہیں

ان بتوں سے لگا کے دل کو محبت

رخ خدا سے پھرانے بیٹھے ہیں

ادھر تو کثرت امواج کا حاسب ہیں  
 یہی تو ہے رخ وحد کی بے مثال دلیل  
 مجال ہے کوئی دیکھے تو آقا جل جلالہ  
 ورق جو روز تو ہے فصل ماہ باب ہا  
 ہو کہ نفس پرستی سے مصحل استے  
 بڑھی جو تالیش خورشید چشم خیرہ موی  
 خیال خام ہے بے سوز غلج نیچہ ہو

اُدھر کو قلم وحد میں طیر آب نہیں  
 کہ وہ سر کوئی عالم میں آفتاب نہیں  
 جو آئینہ نہیں موجود اور آب نہیں  
 یہ دہر کیا ترے اعمال کی کتاب نہیں  
 کہ ابد کے جوانی میں بھی شباب نہیں  
 خلو حسن کی کثرت ہے یہ تعاب نہیں  
 جلے نہ آتش سوزان پر و کباب نہیں

مزاج جسم میں بھر کر کوئی انقلاب نہیں  
یہی ہر دارمکافات یوم خواب نہیں  
جو اہل دل نہیں انکی طرف خطابت نہیں  
جواب و وجہ میں بھر کیا خواہش نہیں  
ہنسی جو وجود دیا کا بھر جواب نہیں  
مگر جو رندی ہیں تیرے پہاؤں میں  
وجود حضرت آدم تو نقش آب نہیں  
جو ہوا رہے حقیقت ہے کچھ سرب نہیں  
صفات و ذات خدا میں تو انقلاب نہیں

جو نفس پر اگر ہو جائے روح کا غلبہ  
لحد سے آیا ہے اٹھ کر براہِ بلبل نہا  
چھٹے جو نفس سے وہ بات عقل کی سمجھے  
وہ جو دستی موج و جناب و دریا کی  
اُسی کی ذات سے قائم رہتا تھا جہاں  
یہ اہل زہد نہ چھوڑا بیوت کی کجی  
جیادوت ہماری نقطہ اضافی ہے  
وہ جو حق ہے یہ عالم نہیں دم و گلاں  
محال یہ ہے کہ مٹ جائے عالم ہستی

انہیں جو مہر و کرم کی نگاہ تو نہ سہی  
غضب تو یہ ہے عجب پر کوئی عتاب نہیں

تجھے ہر دم دو چار آنکھیں ہیں  
تیری کیا کردگار آنکھیں ہیں  
دیکھتی بار بار آنکھیں ہیں  
اس کی کیا بجز غار آنکھیں ہیں  
دم بدم نو بہار آنکھیں ہیں  
اپنی خود پر وہ دار آنکھیں ہیں  
ہمہ تن انتظار آنکھیں ہیں  
چشم ہیں کو رخسار آنکھیں ہیں  
یہ نظر کی مزار آنکھیں ہیں  
وہ مری اشکبار آنکھیں ہیں

میرے دل میں ہزار آنکھیں ہیں  
ہے تو ہی تو سب اور بصیر  
تجھ کو ہر رنگ اور صورت میں  
کر دیا اک نظر میں مست مجھے  
نوبہ نو رنگ دیکھتی ہیں ہزار  
غیر کی بھی پڑے نہ اسے نظر  
حشر کے دن ہے وعدہ دیدار  
نرگس اس گل کو دیکھتی ہے کہاں  
جب پڑے آنکھ غیر ہی پہ پڑے  
جیسے ہوتی ہر کشت دل مسر بہتر

ہے نظر ایک ذات حق کی طرح  
کو چشمی سے دھونڈتے ہیں آگے  
کو رکھ حسن کیا نظر آئے  
نیچی نظروں نے اور قتل کیا  
ہے یہی روز حشر ابے زاہد  
وہ نظر آئیگا بصورت شمس  
مختلف میٹھا رانگھیں ہیں  
ہر طرف بقیہ رانگھیں ہیں  
باعث عشق یار رانگھیں ہیں  
حسن کی پردہ دار رانگھیں ہیں  
دیکھتی حسن یار رانگھیں ہیں  
سر پر روز شمار رانگھیں ہیں

دیکھتے ہی محبت ہو ابے خود

کس قیامت کی یار رانگھیں ہیں

خدا کو نہ دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں  
خدا ہی کو مرد خدا دیکھتے ہیں  
سمجھتے ہیں یہ بھی ہے شان جلالی  
متمنہ کو کیا دیکھ سکتا ہے کوئی  
بھلائی بُرائی ہیں دونوں اضافی  
ہیں اسکے چہرہ کو اور قد کو دیکھیں  
خدا ایضاً دست ہنر جانتی ہیں  
یہ اللہ جب دست ہر بت یہاں ہے  
وصال حقیقی حق ہے انھیں کو  
سمجھتے نہیں رنگ و بو ہیں اسی کے  
یہ تفریق و تشبیہ کس جاہداں  
خدا ہی چلاتا ہے جب سید ہو رستے  
جو سمجھتے نہیں، آب کو اور خدا کو  
یہ باطل کو حق کے سوا دیکھتے ہیں  
ہنیں بت کو حق سے جدا دیکھتے ہیں  
اگر ہم کسی سے جدا دیکھتے ہیں  
یہ زاہد ہمارے ہوا دیکھتے ہیں  
دوئی میں بھلا اور برا دیکھتے ہیں  
قیامت میں کیا ساق با دیکھتے ہیں  
تو کئی جو طرز ادا دیکھتے ہیں  
تو دست خدا میں خدا دیکھتے ہیں  
جو حق کو نبی اور بنا دیکھتے ہیں  
جو باغ جہاں کا سما دیکھتے ہیں  
کہ دونوں ہم ایک جا دیکھتے ہیں  
تو کس کو مفصل رہنما دیکھتے ہیں  
وہی تو قدر اور قضا دیکھتے ہیں

جو قرآن میں یوں ذکر و ذکر دیکھا      توحق سے وفا و وفا دیکھتے ہیں  
 انہیں کا مددگار ہے ذرہ ذرہ      تجھی کو جو مشکل کشا دیکھتے ہیں  
 انہیں کو کھلاتا ہے خود ہاتھ وہ      کہ جنکو بے دست و پا دیکھتے ہیں  
 یہاں ذرہ ذرہ انا کہہ رہا ہے      ہر اک شے میں شان خدا دیکھتے ہیں  
 کھلیں جب سے انہیں دیکھا اسی کو  
 عجب خلق کو ہم خدا دیکھتے ہیں

مقیم ہوں کبھی آزاد ہوں میں      کبھی قری کبھی شمشاد ہوں میں  
 ہوا آباد مجھ سے حسانہ عشق      میں نالہ ہوں بھی فریاد ہوں میں  
 مذاہب میرے یہ سب استے ہیں      بنا کے ملت ہفتاد ہوں میں  
 پردی و دیو و جن سب ہیں سحر      خلیفہ حق کا آدم زاد ہوں میں  
 کبھی ہے موم سے بھی دل میرا نرم      کبھی خود خجہ فولاد ہوں میں  
 یہ ظلم و عدل دو شانیں ہیں میری      جفا ہوں میں بھی خود داد ہوں میں  
 کبھی ہے بیکی میرا ہی شیوہ      غریبوں کی کبھی امداد ہوں میں  
 گئے فراد ہوں اور گاہ شیریں      گئے مانی گئے بہزاد ہوں میں  
 خلف اور ناخلف اسرار میں میرے      سلف ہوں اور کبھی احفاد ہوں میں  
 کبھی مجرم کبھی مقتول بے کس      کبھی عادی کبھی حبلا دہوں میں  
 کبھی مضطر کبھی صابر کبھی سلم      کبھی شاداں کبھی ناشاد ہوں میں  
 کبھی کل ہوں بھی ہوں جو ہر کل      موافق ہوں بھی اصنام ہوں میں  
 کبھی ہوں نوع سا فل جنس عالی      گئے فصل اور گئے افراد ہوں میں  
 مری ہستی سے ہے ہستی عالم      سوادارض کی بنیاد ہوں میں  
 مرے دو نام ہیں شیطان و رحمان      ضلالت ہوں کبھی ارشاد ہوں میں

ہنیں معلوم کچھ اپنی حقیقت      بظاہر گرچہ خاک و باد ہوں میں  
محبت سے محبت بندہ ہوا ہوں  
حقیقت میں مگر آزاد ہوں میں

تیر مڑ گاں سے کچھ گریز نہیں      آہوئے دشت ہو بھی تیز نہیں  
ہو رہی ہے فلک سے بارش تنگ      کون دل ہے جو ریز ریز نہیں  
ایک محشر ہے عالم دنیا      کیا قیامت کی رستخیز نہیں  
شا دیوں کا ہے زریہ وارد      علم بھی ہو تو کیا جہیز نہیں  
ایک مدت میں ہو سکی تعلیم      کچھ یہ خطہ تو علم خیز نہیں  
صلح کل ہے مقام وحدت کا      جنگ اس جا نہیں ستیز نہیں  
اس کی زلفیں کھلیں نہیں شاید      جو صبا آج عطر میب نہیں  
ہم بھی ہوتے ہندوؤں میں شریک      گھبے کیا کہ گھر میں میر نہیں  
مر کے آتے ہیں پھر بھی دنیا میں      دام سے نفس کے گریز نہیں  
جنگ دنیا سے بچ نہیں سکتا      نفس بد سے اگر ستیز نہیں  
یہ سوڈن کی ہے صدا یہ مہیب      مست کا غرور بریز نہیں  
جا کے مسجد میں کیا کہیں زائد      مئے نہیں نعرہ بریز نہیں  
ہے نماز اک نمونہ محشر      مسجدوں میں نشست و خیز نہیں

روکنے سے محبت کی زبان

حکم حق سے کوئی گریز نہیں

اس شمع جہاں ہونے کا پروانہ میں ہی ہو      خود آگ میں جلجلائے وہ دیوانہ  
مہستی مئے عشق سے جو آپکے بھولا      بیداری عالم میں وہ مستانہ  
افلاک دہلیز سے نہ اٹھا بار امانت      خود سر پہ لیا عشق کو دیوانہ



ریش میں مری قلب کی حرکت سی جہاں  
 دنیا یہ مری عشق کی سستی سے ہے مسرور  
 ہمیں بھی نہیں جس کے بجز ہو کوئی ارادہ  
 پھرتے ہیں بنسے دھونڈنے سب جن دکھ  
 اس خم سے اس عالم ہستی کا نمونہ  
 ہں وہ ہوں کہ معراج کی شب عرش پہ پہنچا  
 مہر پہ میں ہی بیٹھ کے کرتا ہوں ہدایت  
 سر چڑھ کے نہ چھوٹا جو کبھی دام بلا سے

قطعہ

دہش مری بت اور مرافق ہے بنگر  
 سب جن و ملک پاؤں پہ رکھتے ہیں مگر  
 بے میرے توسط کے نہ پہنچا کوئی دیکھا  
 امیری حقیقت کو ملک خاک سمجھتے  
 وہ دھوکے خدا بندہ ناچین نہ بنائیں  
 دھوکے خدا اگیا کہتا ہوں میں بندہ  
 فرمائیں جانناں سے غزل میں لکھی ہے  
 الفت میں محب بندہ جانانہ میں ہی ہو

روم ہے دل میں ذکر ہوتا الیہ راجعون  
 یہ لفظ وہ معنی ہے وہ کہتا ہے دوستاؤ  
 میں اسی کی فکر ہے لب پر اسی کا ذکر  
 ہر وہی باطن ہی آگے دی پیچھے ہی  
 باقی رباب میں نہ توانا الیہ راجعون  
 ہر جا اسی کی گفتگو اتنا الیہ راجعون  
 ہر جا اسی کی جستجو اتنا الیہ راجعون  
 ہر جا وہی ہے دو بندہ اتنا الیہ راجعون

کہنے لگے جام و سبو انا الیہ راج  
آیا پلٹ کر آب جو انا الیہ راج  
بے گور بے غل و فضا انا الیہ راج  
دل نے کہا لا تقنطوا انا الیہ راج  
ہر تخم ہے بعد از نمو انا الیہ راج  
جاتے کہاں ہے رنگ بوانا الیہ راج  
کیساں ہیں بد بخت و نکو انا الیہ راج  
حور و جنات کی آرزو انا الیہ راج  
اس زل دینا پر تقو انا الیہ راج  
ہر دم ہی کہتی ہے لو انا الیہ راج  
ہر جا حجب ہے ایک بلا طاعوں ہیں جنگ جہد

ہے موت میں بھی کیا غلو انا الیہ راجون

ماہم کو نہ اس بت سا کوئی سارخی  
خدا جانے کہ کیا ہوگی مسرت آشنا  
وہ خود بینی میں کامل ہے مکمل خود غلام  
تیرے عاشق جو پاتے ہیں مزارِ میری جلا  
بہت نقصان اٹھائے مہنتِ شمت آریا  
زبانِ انی میں بندشِ معانی میں صفائی  
کمالِ ظاہر و باطن ہے رندی یا رسائی  
مقبول دنیا میں بھلائی میں بڑائی  
گندہری عمر شاہوں کی عبث بیج سرائی

ساتی کی ستانہ نظر پڑتے ہی دل جاتا رہ  
ہو کر بخار او بچا اٹھا بھرا برہو کردہ گرا  
تیرے شہید نازِ مجنہ پاک ہیں ہر لوت  
طوفانِ مایوسی میں جب چاروں طرف سے گھیر گیا  
بادِ بہاری و خزاں دیتی ہے ہر دمِ خیر  
ہر دمِ گلوں سے ہے عیاںِ فضلِ بہاری خزان  
موری کا اور نالہ کا سب جاتا ہی پانی بھر  
مر نیسے پہلے مرے اور ترک کی منہ توب  
بھٹکے بہت ہم راہ سے کھائیں ہزاروں کھوکھریا  
کیا گرمیاں ہیں آج کل جلتے ہیں لبِ سخن سما

ادو ناز میں جو روحِ جنائیں دلربائی میں  
مزا ہے اس بتِ عیار کی جب بیوفائی میں  
جہاں آئینہ خانہ ہے جمالِ روئے زیبا کا  
وصالِ حورِ جنت میں بھی وہ لذتِ نہیں مٹتی  
ہوئی راحت تیرے چھوڑ کر تدبیرِ جب بیٹھے  
شنائے یا رینجِ شعرِ نکلا بے بہا نکلا  
شرابِ عشق بی چھیکر کسی مسجد میں سے زاہد  
دلوں کی سیڑیاں ہیں رنج و شادی و لڑائی  
خدا کی حمد کرتا تو مالک تھا خدا کی کا

ہمارے کے مزے آخر عذاب مار دوزخ تھے جنت کے سارے عیش فقر و بنیوائی میں

عجب کعبہ کو جائے شیخ یا ہفت آسمانوں پر

ہنیں اُفت جب اس کی دھڑکیا ہر سائی

یہ دنیا و عقبی ہے کیا کچھ نہیں  
میں اس عالم ہو کے میدان میں  
وہاں ہے نہ عالم نہ معلوم و علم  
اسی کے میں احکام سلب ثبوت  
اسی کی مشیت کا سب ہے لہو  
بتائیں گا کیا عاشقوں کو طریق  
یہ ہیں نفس کے وہم و گم جیسا  
ترے دل کا ہے یہ دعا میں اثر  
یہ ہے بندگی اور بھاری گی  
ہر اک درد کا ہے جہان میں علاج  
بہت خوشنما گر چہ ہیں رنگ بو  
یہ کہتے ہیں عشاق سے بت ایم

جو کچھ ہو رہا ہے وہی خوب ہے

عجب کی جہان میں عا کچھ نہیں

کیا بیاں لیجئے زبان میں ہے گویائی نہیں  
بادشاہوں بھی وہ دولت بھی پائی نہیں  
حکمرانوں میں بھی وہ زیبائی نہیں  
پیٹ سے مانگے لحد تک ہم کو نیند کی نہیں

خلوت و جلوت میں وہ تہائی نہیں  
تیرے دروازے کے کتوں کو جو ہی نصیب  
جامہ تقویٰ میں وہ دلربائی اور پھین  
کس نے چو کا یا ہمیں خواب ہم میں مست

یہ علوم فلسفی یہ عقل و دانش ہیں مگر  
دید پر موقوف ہے تنگی و وسعت خلق کی  
عاشقوں کا صفحہ ہستی سے ٹٹا کر نام  
یوں تو خواب خور میں حیا بھی بسر کرے بہر  
آئینہ ہے سامنے اور محو حسن عکس ہے  
تیرے ہی اندر سے ہے ہر دم تجلی صفات  
تو نہ دیکھے گرتو یہ تیری نظر کا ہے قصور  
بے غرض خدمت سے ہو جائے یہ غریب غلام

عاشقی میں دین و دنیا سے بھی ہیں بڑھکر مرے  
در نہ کچھ ملے محبت مجنون سوائی نہیں

کونسی جا ہے جہاں وہ رخ نظر آئیں  
ایک ہستی کو سمجھتا ہے ہزاروں ہستیاں  
اس کا رخ و اشعار نصین اس کی دو دلیاں  
کوئی گہوارہ میں ہے مولود کوئی خاک  
جیسے دیکھی ہے ترے رُک و منور کی جھلک  
زال دنیا اور شیطا نوں سے تو یہ دوستی  
کس کے چینے کی خوشی اور کس کے میر و ناکامی  
عالم اسباب میں سکو کہاں آگے زر  
ہر پرندہ حضرت داؤد ہے وقت سحر  
جس کو اس کی آبِ حیات پر بہرے شہ  
کیا ترے عاشق کے نظریں میں جو روضہ

گر نہ بچا نا خدا کو تو یہ دانا کی ازیر  
سیر میں آنکھیں تو ہیں لکین اندیشہ کی پیر  
عشق میں جو کچھ ہو سوائی و در سوائی پیر  
کیا فرما چنے میں ہے جب باد و بیکانی ہوا  
لے پریر و جھکو خلوت میں بھی تنہائی پیر  
کچھ حقیقت میں جدانائی و کشمکش پیر  
کیا ہر ایک پر دیے صورت اس کے دکھائی پیر  
خود غرض اشخاص کے بھائی بھی تو بھائی نہیں

دیر و کعبہ میں بھی نامیلا اسے یا نہیں  
لاکھ سمجھا یا مگر یہ دوسوہ جاتا نہیں  
کیا خدا اس کی قمران میں متم کیا نہیں  
مہولیت و بخت شکم سے مان کیا نہیں  
چاند اور سورج کا چہرہ بھی مجھے بھاتا نہیں  
اولیا اللہ سے شہ نہیں نا یا نہیں  
جر خدا کے کوئی تیرا دوست ان یا نہیں  
جو کوئی دنیا میں دیتا اور دلواتا نہیں  
کون ہی حمد و ثناء ہے حق کو جو گاتا نہیں  
وہ خزان میں بھی شجر صحرے مرجھا نہیں  
دل کو اپنے ان کھلو نوں سے وہ بہتا نہیں

اہل دنیا کو ہے بزم عیش میں بھی انتشار  
چاہ زندان میں بھی دل عاشق کا گہر نہیں  
ہے گلوں کے آمد وشر سے محبت قائم یہ باغ  
کون کہتا ہے کہ مر کر پھر یہاں آتا نہیں

نئے طبع سے عرفان کے موتی برستے ہیں  
ی غزلوں کو سن کر کیوں عارف و جدید  
نا دیدار سے فائز ہے تہانہ میں ہر کانفر  
تو دیکھئے اللہ جو کے ذکر دائم کا  
و حرم سے بچ اور ذکر و فکر کر ہر دم۔  
تیکل ہے راہ عشق میں ثابت قدم ہونا  
بروئے بت کیو خد کو کوئی دیکھیگا  
اکا تیس سے کیا غرض جلید ہے تیری  
مے فیض آتا ہے اگر جذب محبت سے  
د بغض و نفاق و کبر و کذب و خشم خود دار  
روں پیچ و خم میں نہ بہ ملت کی راہیں  
ت ہے نفس میں بھی تو اے صیبا پر وہ ہے

محبت ان آفتوں سے تو نگہ ہر راہ الفت میں

کسوں پر چھائی میں سیم و زر ہو شمار کتے ہیں

برسوں مساجد میں عبت زائد گر گئی ہیں  
خط و طر کھے نخوت و کحل و عداوت سے  
رہے ہیں شکر خون راہ عشق کی گھاٹی  
راہ میں کرتے نہیں کچھ چرخ مال و زر  
خدا ملتا نہیں ہے جو بتوں پاؤں پڑتے ہیں  
داغ اہل دنیا و ہم غیرت سے سڑتے ہیں  
لڑائی نفس ملک کے ساتھ جو ہر آن لڑتے ہیں  
داغ اہل دولت خود پرستی سے بگڑتے ہیں

بلند اشجار باد تند سے دم میں کھڑتے ہر  
قیامت تکیت میں تو کے کہاں جھگڑی ہو  
کہیں آباد ہوتے ہیں کہیں تم میں جاڑتے ہر  
انہیں الماس کی تاج شہنشاہی میں جڑتے ہر  
مگر یہ ملت و مذہب ہم ناحی جھگڑتے ہر  
گر راہ خدا میں ہر قدم یہ نفس لڑتے ہر  
جہاں کے تہم و مہرب دم بھر میں جھڑتے ہر  
خراچے میں اعضا حبیب غ و دل لگتے ہر

عجب ہر آن اہل و نشیر ہے دیکھا اسکو اپنے ہونے

شکر سے مانگے ہم آتے ہیں جبے دس میں گڑتے ہیں

کبھی کھاتے ہیں غوطہ اور کبھی ادیر ابھر تیرے  
تیری ہستی پہ چبا اپنی خودی قربان کرتے ہر  
انہیں دم میں ہم سنا آسمانوں گزرتے ہر  
قدم اک نفس پر اور دوسرا جنت میں دھرتے ہر  
کبھی چڑھتے ہیں ہم اد پر کبھی نیچے اترتے ہر  
بھڑک اٹھتا ہے شعلہ شمع کا جب گل کرتے ہر  
کبھی ہنسی میں نصیب اور کبھی گیسو سنورے ہر  
جو ٹوٹا رشتہ تسبیح خود دانے بکھرتے ہر  
گلوں کے زنگ بل تا بش غم سے کھرتے ہر  
وہ اسکو دیکھتے ہیں ادا صورت سے مگرتے ہر  
مگر عشق سب کا ہے تو ہی دم تیرا بھرتے ہر

غور اتنا نہ کر جاہ و چشم کی پاداری پر  
دوئی کو چھوڑ دے اور کرجات درجہ حاصل  
سرور و غم بحث ہے ان گفتگوں کی حالت  
ترے در کے گداؤں کے بیاں کیا کیجے تیرے  
خدا تو ایک ہے سب کا سماں ہو کہ کافر ہو  
طلب میں جاہ کی سپر اوٹھاتے ہیں پہاڑ کو  
خدا محفوظ رکھے نفس کے ان داؤ پرچہ نشے  
قیامت ہے مشائخ مولوی گر بے بصیرتوں

حقیقت پوچھتے ہو گر تو ہم جیتے نہ مرنے میں  
ہمیں ہوتے ہیں ملک ان زمینوں آسمانوں کے  
یہ ذکر و فکر حق کے ہر ملائک نے کہاں کیا  
زمین سے عرش تک ہے دو قدم کا راستہ لکھا  
سما و ارض دونوں کی کشش سے کشکش ہیں  
میں ضرور کٹنے سے انا اسی کی صدا پہیلی  
یہ عالم آئینہ ہے دست معشوق حقیقی میں  
بنائے عالم امکان ہے قائم مہر و الفت پر  
ہو جب تک کہ اسکا عشق دل زندہ نہیں مرنے  
دل پر جتنے ڈالا ہے دوئی نے دم کا پرہ  
بہم لڑتے تو ہیں یہ مذہب ملت و قباہت سے

بڑے مردانِ حق کا کام ہے یہ عشقِ جانِ باری کہاں ہل ہوں اس لہِ الفت میں ٹہرتے ہیں  
 محبت کر بے بلائے عشق بھی تو ایک نعمت ہے  
 وہ ہوتے ہیں شہیدِ حق محبت میں جگر میں

عشق کے راز کمانِ سبکے کھے جاتے ہیں دل کے بل ہی میں خزانے یہ رہے جاتے ہیں  
 کشتیِ عشق میں آبلٹھکے ہو جائے پار۔ سیکڑوں نفس کے طوفاں میں بہے جاتے ہیں  
 منزلِ عشق کے نزدیک ہیں یا راہِ طریق ہم پس قافلہٗ اندوسس رہے جاتے ہیں  
 جہاں دیتے ہیں تیری راہ میں جو عاشق ہیں بوالہوس سے یہ کہاں جو رہے جاتے ہیں  
 دل کو آتا نہیں جنت میں نہ دنیا میں قرار گاہ آتے ہیں یہاں اور گئے جاتے ہیں  
 گردشِ چرخِ دیزیں سے کہاں پختے ہیں خود بخود دلیلِ حوادث سے ڈھیلے جاتے ہیں

طورِ سینا جسے کہتے ہیں یہی دل ہے محبت

جو کلامِ آتا ہے حق سے وہ کھے جاتے ہیں

متاعِ ہر دو جہاں ہم کو آج کام کریں سوائے بادہ کشی اور نہ کوئی کام کریں  
 نظر کے سامنے آجائے وہ میرِ کامل جو یادِ زلفِ دین یا رکو دام کریں  
 جو جائیں تنگدہ دہریں کبھی کے شیخ خدا سمجھ کے ہر اک بت کو تم سلام کریں  
 جو بندشوں سے ہم نفسِ حق کے چھٹ جائیں زینتِ عرش پہ جائیں جہاں قیام کریں  
 اسی خلوت و جلوت میں ہم کلامی آئے وہ ہم نہیں فقط طور پر کلام کریں  
 وہ دیندار نہیں کافرِ حقیقی ہیں جو اسکو چھوڑ کے مشہور اپنا نام کریں  
 سمجھہ میں آئے اگر کلا اللہ الا اللہ سلامِ کعبہ کو ادب کو رام رام کریں  
 جو چاہتے ہیں کہ دونوں جہاں ہوں ہمارے رزق کی رزاق کو ہی لازم فکر وہ درسِ عشق کو اس زینت میں نام کریں  
 یقین ہے کہ کبھی صراہ رہو جائے ہمیں جنوں نہیں روزی کا اہتمام کریں  
 جو ذکرِ یار کو ہم صبح اور شام کریں

مسافرانِ عدم سے محب نہ دل کو لگا  
سر پہ دھریں ممکن نہیں قیام کریں

دیر و حرم میں جا کے سر کو چمک رہے ہیں  
عقلِ فلاسفہ ہے مجبورِ حبسِ کلی حل سے  
واعظ کے دل سے سامعِ مضمون کھینچتے ہیں  
کہتا کوئی خدا ہے خود کو کوئی انا الحق  
بے علمِ معرفت کے اہل جہاں ہیں مردے  
غفلت سے کچھ ہیں چوکنے کڑے سو غلطوئیں  
جب تک نہ سوزِ غم ہو جاتی نہیں ہے فانی  
زیرِ نعل ہے بچہ اور شہر میں دھندلورا  
پختہ خیالِ دل سے آتے ہیں یہ زباں پر  
صدادھر سے کچھ چوکنے تھے اہل غفلت

غصہ محب پر ہر دم بل ڈاک کی سی خصلت  
آقا مانوین پر ناحق بھہکا رہے ہیں

اس پر یرو کا ترے دلیں گزر ہے کہ نہیں  
دل کو ہے کشمکش دہر سے ہر وقت عذاب  
شادی و غم تجھے دنیا میں کہاں سے آئے  
کیا بتاتا ہے مکاں دارِ فنا میں پکتے  
ہر قدم پر نظر آتے ہیں یہاں حشر و نشر  
جانِ عالم ہے تو ہی تجھ کو خبر ہے کہ نہیں  
بے مئے و ماہ کے دنیا یہ سفر ہے کہ نہیں  
تحلِ اعمال کا تیرے یہ ثمر ہے کہ نہیں  
تجھ کو اس عالم دنیا سے سفر ہے کہ نہیں  
تیری رفتار میں یہ فتنہ و مشہ ہے کہ نہیں

جو ادھر عالمِ ارواح میں ہے لطف و شجوی  
وہ محبِ نفس کے عالم میں ادھر ہے کہ نہیں



اٹھا کے دیکھا دہائی کا پردہ کہ یار مجھ میں یار میں ہوں  
 میں خود ہوں معشوق خود ہوں شہید اک یار مجھ میں میں یا میں ہوں  
 حجاب کثرت جودل سے اٹھا تو صاف مجھ کو نظر ہی بہ آیا  
 کہ میں ہی مجنوں ہوں میں ہی لیسلی کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 خیال میرا پشکل دلبر ہوا جو شب خواب میں نمایاں  
 تو دیکھا حیرت فزا تماشا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 نہیں کو چھانفلک پہ گھوما حرم میں دھونڈا کہیں نہ پایا  
 کھلایہ مدت کے بعد عقدہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 جو اس کو دیکھا تو خود کو پایا جو اس نے دیکھا تو مجھ کو پایا  
 یہ سیری صورت سے ہے ہویدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 نہ رکھ تو روزہ نہ بڑھ نمازیں نہ کاٹ دیر و حرم کے چکر  
 اٹھا دے دل سے دہائی کا پردہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 داس کی ہستی وہ سیری ہستی جو میری صورت وہ اسکی صورت  
 جدا نہیں ہے حجاب دریا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 میں عیاں ہوں تو وہ نہاں ہے جو میں نہاں ہوں تو وہ عیاں ہے  
 کبھی ہے ظاہر کبھی ہے اخفا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 بت پھر اسکو دہنڈھتا میں زمیں سے تاعرش گھومتا میں  
 جو پایا اسکو تو دل میں پایا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں  
 عاشقی محویت کی شان کہیں کبر و معنویت کی آن کہیں  
 یہ دکھائے نہ انقلاب فلک سر کہیں ہو یہ آستان کہیں  
 سب ترے دہم کا ہے یہ چکر نہ زمیں ہے نہ آسمان کہیں

یارب اس دل پہ آفتیں کتنی  
بد زبانی سے نیشِ عقرب کا  
پیٹ میں بھر رہا ہے مالِ حرام  
کیا بڑھا پے میں خوشنِ دال  
بارِ تعمیر کیوں اٹھائیں ہسم  
کہہ نہ دسوا سیوسے عشق کا راز  
اہل دنیا ہیں سب پریشاں حال  
تین کہیں دل کہیں ہے جان کہیں

سو نہ غفلت سے اے محبِ آنا

چھوٹ جائے نہ کارِ دان کہیں

ظلمِ رحمت کی انتہا ہی نہیں  
دھونڈ مٹا ہوا سے تو دل میں مٹوٹ  
ان نبوں کو ہے اپنے حُسن پہ ناز  
وہ نہ سمجھیں گے رازِ غواصی  
ویر و کعبہ میں تو پتہ ہی نہیں  
گویا اسکا کوئی حُسن ہی نہیں  
بجھ رہے جو کہ آشنا ہی نہیں  
اس مرض کی کوئی دوا ہی نہیں  
جز فنا کے کوئی شفا ہی نہیں  
نفس کے سر پہ تیرا پا ہی نہیں  
ظلم و جاناں مگر جفا ہی نہیں  
اس کی نسبت سے کچھ خطا ہی نہیں  
خبر دیوں میں کیا وفا ہی نہیں

عشق سے ہے عجب ہمیں مطلب

بیوفائی کا کچھ گلا ہی نہیں

شر سے شیطان کو حذر ہی نہیں      شر نہیں جس میں وہ بشر ہی نہیں  
 بے عمل کے یہاں گزر ہی نہیں      علم پہلے عمل سے لازم ہے  
 کوئی اس راہ میں خطر ہی نہیں      دل سے سیدیا ہے راستہ حق تک  
 اس تجارت میں کچھ ضرر ہی نہیں      سو گنہ خیر میں ہے نفع یہاں  
 بے خبر تجھ کو یہ خبر ہی نہیں      زندہ بے یاد حق کے ہے مردہ  
 بات میں اس کی کچھ اثر ہی نہیں      جو نہ عامل ہو ناصح و دواعظ  
 اور اس کی طرف کو در ہی نہیں      ایک درد دل کا ہے خدا کی طرف  
 نخل امید میں ثمر ہی نہیں      کاٹ اس آرزو کی بیج و بن  
 شب ہجران کی کیا سحر ہی نہیں      یا الہی ملیگا وہ کب تک  
 اس کا چہرہ ہے یہ قمر ہی نہیں      کھانا دھوکا شب جہالت میں

ہے عداوت محبت عذاب جاں

اور اس کے سوا سقر ہی نہیں

ڈالا برادروں ہی یوسف کو چاہ میں      گل خاست بھی کم ہے حد کی فکاہ میں  
 ڈالا ہے گرگ نفس نے یوسف کو چاہ میں      پھر کر خدا سے دل ہے گرفتار حرص دآز  
 ہر ہر قدم پر گلشن جنت ہے راہ میں      جا راستے سے غمتی کے تا منزل بقا  
 جو بات ہے گدا میں نہیں ہے وہ ثناء میں      آزادی مستی فاقہ سکون دل  
 سو طرح کے فتوح ہیں حال تباہ میں      افتادگی نفس سے ہے روح کو عروج  
 پنہاں صینائے شمس ہے بخت سیاہ میں      گھبرانہ اثر دہم بلا ہائے دھر سے  
 دشواریاں غضب کی گریں بناہ میں      سمجھے ہیں دوستی کو بھی وہ ایک دل لگی  
 کیوں عمر کھو رہا ہے تنائے جاہ میں      بڑی ہے دل کے پاؤں میں یہ شہرت جہاں  
 کر غور سے نظر کہ یا ہی ہے ماہ میں      عالم نظر خرب ہے شہرت ہے دلفریب

دونوں میں ایک ذات میں ہرگز جدا نہیں واجب بھی ایک فرض ہے عبد والہ یہ

اس سنگدل کے عشق میں آپس نہ بھر عجب

آتش کا کیا اثر ہے تری سرد آہ میں

بُبل میں دل ہے دلیس ہے عشق کو کجاں گشتن میں گل ہے گل میں ہے رنگ بوجا

منہ بند نفس کا پہلے تو ذکر حق سے پھر گوش دل سے ہر دم سن گفتگو کجا

شاید ملک کو حاصل بریوں کے کہے ہو آساں ہے عاشقوں کو تحصیل خوئے جا

اس راہ کش کش میں اس طرح سے گزرا دینا کی ہمت آنکھیں اور دید سوسے جا

جی چاہتا ہے جتنا پانی لے شرابِ حدت خالی کبھی نہوگا جام دسبوسے جا

دینا دیدیں کو چوڑے تب عشق دلیس لے یوں تو ہر ایک دل میں ہے آرزوئے جا

زاد عجب نہ سمجھا فردوس کی حقیقت

کہتا ہے جسکو جنت وہ تو ہے کوئے جانا

## سار دین و

کر ذکر جمیل اسکا کہ افسانہ جہاں ہو وہ دل میں تجلی ہو کہ پروا جہاں ہو

اپنا ہی کعبہ ہے وہی دیر و حرم ہے گلفام ہو ساقی سے پیما نہ جہاں ہو

ہے جن کو عشاق سے کس درجہ تعلق جلتی ہے دہائش مع کہ پروا نہ جہاں ہو

شیشوں کی نمائش سے دکائیں چلتی آتے ہیں بخوار ہیں میخانہ جہاں ہو

ہوتے ہیں میں مرغ ہوسناک گرفتار ہو دام نہاں اور عیاں دانہ جہاں ہو

ہے اتنے جبار و نہ بھی کیا حسن کشاں بے پردہ جو ہو جاک تو دیوانہ جہاں ہو

اس عشق کو پردہ ہی کھنکھنے سے دینا گر تر حقیقت کہوں بیگانہ جہاں ہو

عزت میں جو پاتے ہیں ترکِ ذکر کی لذت  
ارچھر کے دیں آتے ہیں میخوارِ بلاؤں  
ہے شیخ بھی دستار کی عزت کو بچاتا  
آبادی و ردت ہے اسی نفس کی دم سے  
ذکر نہو مذکور تو کیا ذکر سے حاصل  
باتے وہ نہیں مجلسِ شام نہ جہاں ہو  
مئےِ حلی ہو کیفیتِ مستانہ جہاں ہو  
آنا نہیں وہ مجلسِ رندانہ جہاں ہو  
ورنہ جو یہ مرجائے تو دیرانہ جہاں ہو  
مذکور جو ظاہر ہو تو پیدائہ جہاں ہو

ہوین محبِ اہلِ بحرِ ہی میں کامل  
منا ہے وہیں گنجِ کدیرانہ جہاں ہو

اسی کے ذکر سے رکھ ترزاں کو  
مسافر خانہ دینا میں رہ کر  
جو سچ پوچھو تو ہے علم ایک تختہ  
ملا آخر وہ اپنے دل کے اندر  
وجود حق کو ہم سمجھا کئے خلق  
ظہورِ حضرت حق ہے یہ عالم  
پر اللہ ہو سے ایک دم میں  
سفرِ اور شبہ و دنوں شرک  
جو حق عالم میں ہے اور حق میں عالم  
کہیں ٹھکر چمن میں آتشِ گل  
بہا راتی ہے لاساتی ملے و جام  
کمالِ روح ہے یہ عالم جسم

وگرنہ ہے یہ بہتر سعی دہاں کو  
نہیں معلوم جائینگے کہاں کو  
وگرنہ ہے بہت وسعتِ بیاں کو  
بہت چھانا زمین و آسماں کو  
بڑھایا اس قدر وہسم و گماں کو  
سمجھہ آئینہ اس کون و مکاں کو  
کرینگے طے مکان و لامکاں کو  
کیا کرتے جدا ہیں جسم و جاں کو  
تو پاتے ہیں نشان میں بے نشان کو  
نہ پھونسنے بلبلوں کے آشیاں کو  
نہیں ہوتی ہے دیر آتے خزاں کو  
نہیں وہ چھوڑتی ہے اس جہاں کو

قطع

جواں ہے عہدِ طفلی سے تو واقف  
مگر معلوم کیا پیری جواں کو

نہیں ادنیٰ کو اسالی کی خیر کچھ جو دوزخ میں ہیں کیا جانیں جتنا

عجب ہو جاگی سیر جن بھی

بناؤ دست پہلے باغباں کو

تم کو دیکھیں ترخہ کی یاد ہو بے زبان کی کس طرح فریاد ہو  
 یاد ہو دل میں تو اس کی یاد ہو بھول جاؤں سب کو تو دلشاد ہو  
 نوبہ نو ہر دم میں شائیں آپ کی واہ واہ کیا صاحب ایجاد ہو  
 ہے امیروں کی تواضع سے غرض بیکوں کی بھی کبھی امداد ہو  
 ہے یہی شکل کہ کیا سمجھیں تمہیں تم تو بندہ بھی ہو اور آزاد ہو  
 کس نے دیکھا ہے تمہیں تنہا میں حشر میں دیکھینگے کیا ارشاد ہو  
 آب کے قطرے پینچیں صورتیں صنعت تصویر میں استاد ہو  
 صورت باطن دکھا دیتے ہو خود آپ اپنے مافی وہ سنداد ہو  
 ہم تو کچھ تھے مک ہو یا پری اب ہو معلوم آدم زاد ہو  
 تم ہی تو ہو عالم ہستی کی جاں آب و آتش اور خاک و باد ہو  
 ہو بھی جنوں کبھی لیلیٰ ہو تم اور شیریں ہو کبھی فرداد ہو  
 یہ تمہارے زلف کا پھیلا ہے دام صیدیہ عالم ہے تم صیاد ہو  
 تم ہی سے ہر شخص کی ہے لنگی تم امید خاطر ناشاد ہو  
 میں تمہارے ہی تو یہ افعال ب ہو کہیں عادل کہیں بیداد ہو  
 تم کو کیا ہو کا فرد مومن سے ضد تم تباہی ملت ہفتاد ہو

یہ صفات مع دذم کتاب لکھوں

تم قیامت کے عجب آزاد ہو

صفت ہونہات ہو جان جہاں ہو تم گنیں ہو تم مکان ہو لامکان ہو

تمھیں کون دسکاں کے جسم و جان ہو  
 غلط ہے ہم یہاں میں قدم دہاں ہو  
 یہ عالم خود نبوت ذات حق ہے  
 بغیر احمد کے کیا پوچھیں احد تک  
 تمھیں جو جسم و نفس و قلب اور روح  
 تمھیں گل ہو تمھیں بلبل تمھیں داغ  
 تمھیں ہو دہر و وقت و ماہ و ساعت  
 حرم میں دیر میں اسود میں بت میں  
 ہمارے جسم و روح و جان دل میں  
 عجب پردہ ہے اور بے پردگی ہے  
 بدلتا روپ کا ہے نت نئی شان  
 کبھی مکیں کبھی بیمار و مفلس  
 تمھیں کو دیکھتے رہتے ہیں ہم تو  
 محبت کہتا ہے جو کچھ عین حق ہے  
 جو کافر ہو وہ اس سے بدگماں ہو

سامنے جب وہ میرے دہر ہو  
 ہے تنہا ہی کہ جنت میں  
 اتنی ہستی پر یہ خوشی گل کی  
 سامنے روئے آفتابی کی  
 جو نہ سمجھے تجھے وہ ہے حیوان  
 آئینہ دل کا کیا مگر ہو  
 وہ پریرد ہو اور ساعز ہو  
 کہیں جامہ سے وہ نہ باہر ہو  
 ماہ آئے تو گھٹ کے اختر ہو  
 آدمی ہو کوئی کہ اندر ہو

ہے ہی آرزو کہ دنیا میں  
خلق اور حق جُدا نہیں لیکن  
یہ مؤذن پکارتا ہے کسے  
یہ ہے کاریگری کہ عالم میں  
جو کوئی ہو مقام وحدت میں  
وہ نظر آئے ہر طرف ہر وقت  
یہ صفائی ہے رولے اوز میں  
دہی دلبر تو جانِ عالم ہے  
پھر نہ چکھے حلاوت دنیا  
میں اسی شوخ چشم کے کر تو  
خیر اس سے ہی عشق کر لینگے

ہوں قدم تیرے اور مرا سر ہو  
کب صفت ذات کے برابر ہو  
غیر ہو تو خدا بھی اکبر ہو  
ایک سے ایک نقش بہتر ہو  
کیوں عدو اس کا پھر نہ اتر ہو  
روزِ دل جو دیدہ تر ہو  
نکس آئینہ سے کدر ہو  
کیوں نہ پھر ذکر اوس کا گھر ہو  
ذکر سے اس کے گرزباں تر ہو  
خیر ہو کوئی یا کوئی شر ہو  
آپ سے کوئی بھی تو بہتر ہو

جکو دیکھو وہ چاہتا ہے محبت

سارے عالم کے آپ دلبر ہو

ساغر مئے پلا دیا ہم کو  
یہ خدائی بتوں کو زیبا ہے  
یا رکئی ایک ہی شجلی نے  
ہائے اس شمع روکے جلوئے  
پیتے ہی دل کی کھل گئیں آنھیں  
فضل نے اس کے قلب ایک ستارے  
چمن سے تھے شکمِ مادر کے  
غیر کی سمت ڈالتے ہی نظر

ایک دم میں جلا دیا ہم کو  
کہ خدا سے ملا دیا ہم کو  
مار کو پھر جلا دیا ہم کو  
سرِ محفل جلا دیا ہم کو  
جام مئے وہ پلا دیا ہم کو  
نفسِ بد سے چھوڑا دیا ہم کو  
خوابوں نے جگا دیا ہم کو  
بزمِ مے سے اٹھا دیا ہم کو



ہائے کجخت اُلفت دُنیا کس بلا میں پھنسا دیا ہسم کو  
 بھولے اتنا کہ آپ کو بھولے اس جہاں نے بھلا دیا ہسم کو  
 نفس نے لذتوں کے پردے میں زہر قاتل کھلا دیا ہسم کو

### قطعہ

اک چراغِ سحر تو ہم بھی تھے کس نے دم میں بجھا دیا ہم کو  
 زالِ دنیا ترا ہو منہ سے کالا جاگتے تھے سلا دیا ہم کو  
 نہ کھلی آنکھ عسمر بھر افسوس موت نے پھر جگا دیا ہسم کو  
 قبر میں آکے یہ ہوا معلوم زالِ دنیا نے کیا دیا ہسم کو  
 چھین کر ملک و مال و عزت و جا خاک میں پھر ملا دیا ہسم کو  
 ہو کے مایوس اس سے ہمنے کہا لے لیا تو نے کیا دیا ہسم کو

بولی وہ خیر تو ہے تیرے پاس

اے محبتِ جل بڑا دیا ہم کو

ہر طرف تم ہو اور ہر جا ہو تم ہی باطنِ تم ہی ہو یاد ہو  
 یہ اضافی ہیں نسبتیں ورنہ ارض و افلاک پست و بالا ہو  
 جز تمھارے ہنیں رکاں میں اور غیر ہو گر کوئی تو پر وہ ہو  
 واہ رے شوقِ روپ بھرنیکا خود مبصر ہو خود تماشا ہو  
 پہلے دل میں تو درو پیدا ہو پہلے دل میں تو درو پیدا ہو  
 سارا عالم ہے آئینہ خانہ اپنی صورت پر آپ شیدا ہو  
 صاف کہتا ہوں ایچ پیچ نہیں تم ہی عقیقی ہو دینِ دنیا ہو  
 خیر سے تو نہ چوک موقع پر کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

نہ لے جسکو شربت دیدار  
بس یہی آرزو ہے دنیا میں  
وہ انا الحق کہے تو زیبا ہے  
بات کہنے سے فتنہ اٹھتے ہیں  
جب نہیں اس کے ماسوا کا وجود  
تو جو آجائے سامنے اک بار  
سایہ کی طرح ساتھ ہم بھی ہیں  
تم تھکتے عاشقی سے ہوشہور  
ورنہ گنگام اور خفتا ہو

رد آتا جنہو رو لینے کی صورت ہی بناؤ  
ایک دم سے وہ نہیں آتے میں خلوت میں کبھی  
میتیں چاہئے دل میں اسے لائیکے لئے  
اس زمانے کے شائع کی روش سے بھاگو  
کچھ حقیقت میں بھی ہو علم الہی دل میں  
حال وہ ہے کہ پڑے دل کا دلہن بھی اثر  
گر نہیں مل تو سیکار ہے پھر نہالی  
فقر کو دجہ عیش نہ بناؤ ہرگز  
ہے فقیری یہی دنیا سے مجسدمرہنا  
عرس میں دہوم دہر کے سے نہیں فائدہ پہنچ  
کیا فقر دل کو غرض جاہ سے اور عزت سے  
عرس میلا دنیا زوں میں اٹھائے ہو جرز

عشق ہو جائیگا خود اسکا تصور توج  
بھاگے گراس کا تصور تو اسے کھینکے لا  
یہ گھر وندا نہیں بچوں کا کہ دم بھر میں  
پیلے خود آپ بنو دوسرے دل کو بعد  
پہنکر جبہ و دستار نہ دستار بن  
ناچو خود اور جو موجود ہوں لکھیں  
آپ کو نقل وریا کر بناوٹ سے بچ  
جو گما کو کسی پیشے سے وہ خود کھا دکھ  
اہل دنیا کی طرح لوگوں کو شائش  
کھانے پکوانے کے نیازوں کے غریبوں کو  
کچھ امیروں ہی کو مخصوص دعوت میر  
ایسی رقموں سے غریبوں کے کوئی کام

خدمتِ خلق خدا کو ہے عادت یہ پسند  
کھل گئے ہفت عوالم تو ہوا کیسا حاصل  
گر کرامت دکھائے تو ہے دنیا یہ بھی  
غرضِ نظر رہی ہے کہ سمندر ہو جائے

آں کتب خانہ توند رانہ کی رفون سے بناؤ  
دل کو اس کشف و کرامات کی خوش سے بچاؤ  
زورِ باطن جو لگتا ہے تو دنیا کا لگاؤ  
زہد و تقویٰ سے ریاضت سے سمندر میں ساؤ

چاہتے ہو جو محبت وصلِ خدا سے واحد  
تو کسی بت سے صنم خانہ میں اس لگو لگاؤ

گرنہ دلیں خیالِ وحدت ہو  
تم جو آؤ تو حشر ہو بر پا  
دم میں دھل جائے لوٹ غیرت  
کیا اٹھاؤ گے بار اوروں کا  
آپ میں ہیں صفاتِ حق سارے  
نظرِ غیرت جو اٹھ جائے  
حق کہے بازبانِ دل سو اُمام  
ہے جو انجامِ کار گمنامی  
ہو جہاں میں اگرچہ رسوائی  
تو بہ مقبول پھر تو ہولاریب  
ہو اگر یاز سا غر و میسنا  
ہے بلاخیز یہ جہانِ سراب  
نفس بد خو کی سختیاں کینک  
کعبہ جائیں کہ بت کدہ جائیں  
خلق سے کام اپنے کیا نکلے

سارے عالم میں پھر تو دشت ہو  
تم ہی فتنے تم ہی قیامت ہو  
تیری ابر کرم جو رحمت ہو  
باراد ٹھانسی کی کچھ تو عادت ہو  
آپ حق کی دلیل و حجت ہو  
عین کثرت میں پھر تو وحدت ہو  
تاکہ کچھ یادِ حق کی عادت ہو  
فائدہ کیا جو تجھ کو شہرت ہو  
اس کی نظروں میں تیری عزت ہو  
گر گناہوں پہ کچھ ندامت ہو  
پھر تو دنیا ہی باعِ جنت ہو  
یہی بہتر ہے اس سے غفلت ہو  
تو بھی کرو اگر کچھ جو ہمت ہو  
شیخ کچھ تو ہمیں ہدایت ہو  
پہلے ان میں تو کوئی طاقت ہو

حق کی جانب جو ہو تو عالم سے نہ محبت ہو اور نہ نفرت ہو  
 اسے خدا ہے دعا محبت کی یہی  
 دلیں میرے بتوں کی الفت ہو

تم ہی واجب ہو اور امکاں ہو      تم ہی ظاہر ہو اور پنہاں ہو  
 خود مرے جہاں ہو سماں ہو      میزبان بھی ہو اور مہماں ہو  
 آپ کے روپ بھی ہزاروں ہیں      حور و دیو و پری ہوا نساں ہو  
 تم ہی مطلق ہو اور مقید بھی      روح ہو جسم ہو تھیں جاں ہو  
 خود جو دشت تو آپ ہی خود قسین      خود جو داماں تو خود گریباں ہو  
 خود ہی مجنوں ہو اور خود لیلیٰ      دشت ہو کوہ ہو سیا باں ہو  
 تم ہی دریا ہو اور موج و جاب      کشتی و ناخدا و طوفان ہو  
 مشکل اس کی ہے اس جہاں خشت      یا الہی یہ مشکل آساں ہو  
 جب رہے ہم نہ باغ عالم میں      خاک ہے گل ہو یا گلستاں ہو  
 ہکویت ہے سب مذاہب سے      کوئی کام نہ ہو یا مسلمان ہو  
 جنگ اصدا دیے بخل جاؤں      کفر دل میں نہ ہو نہ ایماں ہو  
 تم چھپو اور ہم تمھیں دھونڈیں      خوب پابند عہد و پیمائیں ہو  
 کب ہے شہرت بھی خوشے خالی      ہے یہ بہتر کہ گھر میں پنہاں ہو  
 قائمہ کیا جو لاکھ ہوں سامع      اور نہ پھر ایک بھی سخنداں ہو  
 چارون زیت کی بہار ہے یہ      مئے و عشق و ابر و باراں ہو  
 جسم میں روح اس طرح ہی نہاں      چاہ میں جیسے ماہ کفلاں ہو  
 بات پوچھیں نہ زندگی میں کہی      قبر پر پھر بس ہو چراغاں ہو  
 اہل دنیا محبت میں مردہ پرست

مردہ شوؤں سے گھر میں پنہاں ہو

دیکھنا ہر اک رنگ میں اس شک فخر کو  
اعمال جنہیں کہتے ہیں ہی تخمِ مہیا سے  
بجھا کہ یہ عالم ہے بہم ایک ہی کلِ ختم  
مقبول نہ ہو اگر اسما سے جلال  
سہرا یہ شک ہے یہ تبرا علم کتابی  
آتا نہیں اندہوں کو نظر عشق کا رستہ  
کیا پوچھتا ہو عشق کو کرسی کو یہ زاہد  
انسانوں سے امید ہے کچھ قدِ سخن کی  
دھشت کو تو کچھ کہ نہیں اس دور کی تعلیم  
کے بحث کا آجائے زبانو نہ چھی بات  
کچھ کچھ پہچان کر ہو زندہ جاوید  
جدل کو ترے ذکر سے فرصت نہیں بھر  
آساں نہ سمجھتا یہ کبھی عشق کی منزل  
بت خانہ میں صورتِ حرم نہیں بی  
ہر چیز سفر میں ہے حفر میں نہیں کوئی  
تشویش و پریشانی دنیا پر نظر کر

دہوکا ہوا یہ آگے یہاں اپنی نظر کو  
ثابت ہیں ہی دیکھ لے اندر سے شر کو  
محسوس کیا میں نے دلوں کے جواشر کو  
پیدا ہی نہ کرنا وہ کبھی شر کو شہر کو  
کیا کشف و یقین پر کہیں وقت ہی خبر کو  
کیا دہونڈتے پھرتے ہیں دہراؤ دہر کو  
دیکھا نہیں کیا آئینہ میں گردِ نئی سر کو  
کیا ذوقِ حلاوت ہے کسی بل کی خر کو  
تسلیم نہ ماور کو نہ آدابِ پدر کو  
جنتاق سے جھڑنے ہو دیکھا ہو شر کو  
پوچھے گا کھد میں نہ کوئی علم و ہنر کو  
اُس دلیں نہیں خل کسی خوف و خطر کو  
گر دیکھتا آنکھوں سے کبھی راہِ لہر کو  
جاتے ہیں کدھراؤ اُنھیں جاننا ہے کدہر کو  
ترجیح ہے ہر طرح مقام و نہ سفر کو  
گر چاہتا ہے دیکھنا آنکھوں سے سفر کو

اُتے ہی محبت کے محبت ملتی ہے جنت

ہم آگے ہی جاتے ہیں رونے کے شر کو

دیکھتے ہیں ہر اک جہانِ جھمکو  
دیر میں تو چھپے کہ کعبہ میں  
بت کہے کوئی یا خدا تجھ کو  
دہونڈ لیتے ہیں آشنا تجھ کو

اے پری عاشقی میں زیبا ہے یہ بلاؤں سے بھاگنا کیا ہے  
یہ وفا مجھ کو اور جفا تجھ کو کون مار سکا بے قضا تجھ کو  
تیری ہستی ہے تیری بیماری تیرے دل میں تھی آرزو کی وصال  
لانی لجنٹ سے یہ ہوا تجھ کے اپنی آئے نظر خطا تجھ کے  
دہی معشوق ہے بزرگ و گھر ہے پرانا گر سینا تجھ کو  
اپنی ہستی سے درگزر کہ ہر دم خود ہے بالذات یہ وجود ترا  
تو ہی حادث محبت تو ہی قدیم

ابتدا ہے نہ انتہا تجھ کو

مئے پی کہ دو عالم سے تجھے بھینری ہو بیداری دنیا کے ترو دو میو بری ہو  
ہے مانع دیدار تری دل کی کدورت گر آئینہ ہوصاف نمایاں پری ہو  
خود آئے نہ گھر پر نہ گھبی ہکوبلایا یارب نہ کسی آدمی یہ بے اثری ہو  
ناکامی دنیا پہ بھی دنیا طلبی ہے سر جائے تو یہ دور کہیں درد سہری ہو  
دولت نہ ملے اور نہ حکومت ہو میر اکش کشا بہر میں درد جگری ہو  
پردے میں تعین کے دور پوشی خیر آئے جو نظر وہ تو یہ عالم نظری ہو  
ہر ذرہ عالم ہی کہتا ہے انا الحق یارب نہ کسی ساز کی یہ پردوری ہو  
ہو نالہ و گریہ سے مرے روتی دنیا گر یہ نہون پھر ارض پخشکی نہ تری ہو  
ہوتا نہیں بے عشق کے طے سنا سالک سب درد و مٹائف نبول سہری ہو  
جو دل شکنی ننگ و لونج نہیں امید بر سائیں اولوں سہر کاش شہ گری ہو  
کیا عشق کی منزل میں محبت فلسفہ کام آؤ

مجبور جہاں درک سے عقل بشری ہو

ہمارے برہمن کو دیر ہو کجہ مسلمان کو  
ہم اپنے دیکھ لے لے دیکھتے ہیں رو جاناں کو  
تخلی رخ دلدار ہے ہر گل میں اکیل  
حقیقت کی نظر سے دیکھ ہم اس گلستاں کو  
صفادات واحد نے ہینکر جامہ کثرت  
بنایا گلشن جنت ہے کیا جو کے باباں کو  
ہزارو اینوں میں اسی ایک نے کاجلو  
ہوا روشن جو دیکھا آنکھ سے میر جہان کو  
چھڑاتی موت پر اس جس دنیا سے یہ جہاں کو  
مگر روتے ہیں جنت چھڑاتی ناراں کو  
مقام روح میں عہہ کیا تھا عقد الفت کا  
مگر دنیا میں لے کر توڑا امانت دیاں کو  
طاہک میں کہاں جا بیعت کل اسما کی  
بنایا جانفشین اپنا خدا نے کامل انسان کو  
یہ غیریت ہی اپنی عکس لاتی ہو خطوطی  
صلو توہم کی یہ شہین بڑھیں ہر سین  
وزا تو پیچ کچھ تخم شجر سے کم نہیں مردہ  
طین شقی میں جھڑتے ہیں بن دیاں کو  
زمین میں گر لے کر تاروی عیاں سر اپنا کو

نہ دھوڑا دلیں اپنے آسا نو تک رسائی کی

بہت مشکل بنایا ہے محبت اس امر آساں کو

شیشہ میں بھنے پایا پھوس ایسی کو  
دیر و حرم میں بھنے دیکھا فونگھی کو  
خواہش جو بھنے چھوڑی دواہ کی لپی  
انول ایک بگو ہر سجھے میں بے زری کو  
بتخانہ توڑتے ہیں پتھر کو جوتے ہیں  
کعبہ میں بھنے دیکھا اس طرفہ بگری کو  
عاشق ہی ہی سجھے جو عشق کی حقیقت  
دلبر دی ہے جا جو راز دلبری کو  
رستہ ملا ہے پر اس کے قدم بڑھو تب  
پاؤں سے بھنے کچا جب اپنی خودی کو  
ہو کر خلیفہ حق کا ہر چیز سے ہو خائف  
پانے ہو ہے عالم خود تیری برتری کو  
دیوار آہنی تھا یہ درمیاں میں پردہ  
تیری مدد سے توڑا سد سکندری کو  
لے نول کہتری کو اور چھوڑ متری کو  
رخت جو چاہتا ہے افلاک سے ہی عالی

فرعونیت تو دیکھو بے ملک و فوج و دولت گھیریں چلار ہا ہے احکام نادرا  
عاشق ہے مجبور جانال قاصد کی ہے رسائی کیا عاشقی سے نسبت زاپہ پیلیہ  
دل میں حجب ہے روشن وہ آفتابِ حیات  
پہنچا ہے نور جس سے خورشیدِ خادری کو

دل میں تیرے جو تجلی سرطور نہ ہو چشمِ ظاہر کبھی دیدار سے سرور نہ ہو  
دل میں غیرتِ حق کی شبِ یچور نہ ہو آنکھ کیا دیکھ سکے مہر کا گر نور نہ ہو  
وہیکہ اٹھتے ہیں ہمیں قبر شک سے مرد صورتیں ابیں کہاں سجویاں نہ ہو  
غیرتِ دل میں زبا نیرے فقط نام نہ ہو ذکر کیا جس سے کہ ذاکر کبھی مذکور نہ ہو  
منہ سے کہتا تو انا الحق ہو مگر داکر کو سوج قیس بنتا ہے تو بن ناقل منصور نہ ہو  
کیا وہ اس عقل سے اسرارِ حقیقت سمجھو نشہ بادہٴ وحدت سے جو مخمور نہ ہو  
عیش جو چاہے کر دے دل میں ہے یا دخل بادہٴ دولتِ دنیا میں مگر چور نہ ہو  
صحبتِ دوست کے محتاج یہ تیر جہاں باغِ جنت بھی ہو دوزخ جو وہاں نہ ہو  
خیر کا جزو تو ہاتھ آئیگا گل نہ ملے کچھ سفارش ہی ہی خود کو جو مفہور نہ ہو  
شک نہیں اس میں کہ مظلوم کی جانب خدا ڈر حکومت سے کہ اللہ کا مقہور نہ ہو

بے جدائی کے حجبِ لطف و محبت ہی ہیں  
غیر ممکن ہے کہ عاشق کوئی مہجور نہ ہو۔

## سادیف

ہم بہت کے ساتھ ہیں تو نہیں کیا خدا کے ساتھ جب غیر ہی نہیں تو نہیں ماسوا کے ساتھ  
دل میں قیامت ہے اور زبا نیرے نامِ حق دل سے نہیں زبا نیں لیکن خدا کے



آئی نہیں شفا و ہلاکت دوا کے ساتھ  
چل راہ عشق یار کسی رہنما کے ساتھ  
ہر شخص چل رہا ہے قدر کے نقصا کے ساتھ  
ہے دولت رضا و قناعت گدا کے ساتھ  
ہر آشنا کے ساتھ ہے نا آشنا کے ساتھ  
ہوتے ہیں ہم نشین وہ دائم خلہ کے ساتھ  
دم میں یہ پھیر دیتے ہیں رخ کو جو کج سا  
دیکھنے کے کیا خدا کو یہ حصن ہوا کے ساتھ  
ہوتے ہیں خیر و شر کے فرشتے صبا کے ساتھ  
ہے کچھ لگاؤ رحم و کرم کو جفا کے ساتھ  
پورا ہے ارتباط فنا کو بقا کے ساتھ  
غفارت کو ربط ہو کیوں خطا کے ساتھ  
ہر شے کی ابتدا ہی تو ہے انتہا کے ساتھ  
باد خزاں بہار ہے نشوونما کے ساتھ

آئے ہی عشق اہل گئی یہ غیرت جھٹ  
ابا شائے خاص مینا آشنا کے ساتھ

حکم قضا و عجز حکیم و دود کو دیکھ  
ہے منزل قنات بقا و دواں ہولناک  
جو چاہتا ہے حق وہی آتا ہے ذہن میں  
اس راہ پر خطر میں نہیں پاس رتو کیا  
وہ خضر راہ ہے جو مصیبت کے وقت پر  
اللہ ہو کا ذکر جو کرتے ہیں رات دن  
کیا دوستی اہل جہاں کا ہے اعتبار  
پر وہی تو نفس ہے مابین خلق و حق  
لرنی ہے شمع گل کہی غنچہ کو گل کہی  
وہ فوج کر کے آتے ہیں رو نیکو قبر پر  
رتے ہی عاشقوں کو حیات ابد ملی  
یہ سگناہ نے تو بنایا تجھے غفود  
تے ازل جسے ہیں ابد ہی وہی تو ہے  
یم ہے اس تغیر عالم پر یہ جہان

غم بھراں جاں بیار سے پوچھ  
جودل کی اکیسویں میں مزا ہے  
جہاں میں کس طرح ادھتے ہیں فتنے  
اشرو تہا کیوں دل پر نہیں ہے  
مصیبت کس طرح آتی ہے سر پر  
دوائے درد دل دلا سو پوچھ  
وہ لذت طالب دیدار سے پوچھ  
وہ اس کی شوخی رفتار سے پوچھ  
یہ اہل قال کی گفتار سے پوچھ  
یہ اپنی زشتی کردار سے پوچھ

بغیر علم شہر کیا خیر کا علم  
 حوادث کا یہی تو آئینہ ہے  
 زباں دی ہے خدا نے کر کوئی بات  
 زمیں بوسی کی پوچھ اطلاق سے قدر  
 نہ آزادی کی پوچھ ان قیدیوں سے  
 زلیخا ہی کو ہے کچھ قدر پیٹ  
 بہت دشوار ہے آگاہی خود  
 ثمر سے کیا ملا جز بارشِ سنگ  
 جہان برباد ہوتا کس طرح ہے  
 ہوا کس طرح اک نقطہ سے عالم  
 لکھوں کیا طہرا بیتی کی معنی

شرارت کا ثمر اشعار سے پوچھ  
 زمانہ کا مزاج اخبار سے پوچھ  
 نہ آئے فہم میں دو چار سے پوچھ  
 سزا کے سرکشی تلوار سے پوچھ  
 دلوں کی حریت احرار سے پوچھ  
 بہاے مال و زر بازار سے پوچھ  
 یہ تختہ صاحب اسرار سے پوچھ  
 خزان کی قدر کچھ اشجا سے پوچھ  
 یہ شاہوں کی بھم بیکار سے پوچھ  
 یہ نکتہ صاحب افکار سے پوچھ  
 طہارت کا مزا ابرار سے پوچھ

محبت اس بحر میں لکھنا ہے مشکل  
 مرے کہنے کو خود اشعار سے پوچھ

ہے نہ میرا کہیں نہ ترا منہ  
 ہے سیما ہی کی نور پر سبقت  
 دار دنیا میں دارِ عقبے میں  
 ہیں وہی لوگ عاشقانِ احد  
 سارا عالم ہے آئینہ اسکا  
 آنکھیں پھوٹیں جو غیر کو دیکھوں  
 سب اسی ایک کے جہاں میں ہیں  
 ٹیس جائیگی جب جگر کی کہیں

ہے جہاں میں فقط اسی کا منہ  
 کیونکہ ہے احدیت کا لامنہ  
 عاشقوں کا گھر ہے کا لامنہ  
 دو جہاں میں ہے جنکا کا لامنہ  
 دیکھتا ہے آپ اپنا منہ  
 دیکھتا ہوں فقط تھا زامنہ  
 کا لاپیدا سفید گورا منہ  
 پہلے کرے تو دردِ پیدامنہ

کیا کہے غنچہ جاں دل اپنا  
یوں تو سب گل ہیں بیشال مگر  
دیکھا جب آئینہ میں مثل اپنا  
کیا بارگاہ روزِ جیل حبیب  
شخص ہے ایک آیتوں میں مگر  
کہدیا دل کا ان سے سب احوال  
گر نہوتا یہ عالم آئینہ  
ہے وہ تیری ہی زشتی خوبی

وہ بھی دن آئینا کبھی تو محبت

کہ دکھائے وہ ہم کو اپنا منہ

ہے ساغ و مئے ساقی و میخوار ہوا اللہ  
گل غنچہ لب بستہ و تسمی و صنوبر  
فوج و سرشکر درہ و بخت و مغفر  
یہ جنگ و جدل اس کے ہیں آثارِ جلالی  
ہے تارِ نفس سلسلہ زلف اسی کا  
اثبات و نفی سلب و ثبوت اسکی ثنائیت  
یہ کفر یہ اسلام ہیں سیل و ننگ اسی کے  
کر جا کے شفا خانوں میں بیمار کی حد  
ہر ذرہ عالم بھی کہتا ہے انا الحق  
بولاشیخ ہمارا سر طور انا الحق  
یہ غافل و سجد ہیں سب نام اسی کے

رقص و طرب و مطرب و دلدار ہوا اللہ  
سر و چین و بیل و گلزار ہوا اللہ  
تیغ و سپر و تیشہ و پیکار ہوا اللہ  
چنگیز ہوا اللہ ستمگار ہوا اللہ  
انفاس ہوا اللہ شب تار ہوا اللہ  
انکار ہوا اللہ ہے اقرار ہوا اللہ  
کفار ہوا اللہ یہ دیندار ہوا اللہ  
بیمار ہوا اللہ ہے غمخوار ہوا اللہ  
منصور ہوا اللہ سر دار ہوا اللہ  
ہر برگ ہوا اللہ ہے ہر خار ہوا اللہ  
زار و برہن بت عیتار ہوا اللہ

ہے جلوہ ہر شان جمالی و جلالی خوش خلق ہو اللہ پدا غوار ہو اللہ  
 سنتا ہے صد اکو مری خود کان گیرے کہتا ہوں زباں جو میں ہر بار ہوتا  
 ثابت ہو اسوی کو کہ عالم ہمہ حق ہے جب طور پہ بولا شجر نار ہو اللہ  
 اس باغ جہاں میں شجہت رنگ اسکی  
 گلزار ہو اللہ گل و خار ہو اللہ

## سادیفی

غیرت میں تھے تو گلشن میں پہنچا رو شمرے  
 کچھ نہ ہاتھ آیا امیری میں بجز رنج و ملال  
 خود مری کا دیکھئے انجام آخر بعد مرگ  
 ترک دنیا سے ملے جنت کے سب عیش و نشاط  
 جب دلوں میں خلق کی الفت سے ہنسنے لگے  
 اپنے ہی اعمال ملتے ہیں ہمیں ہر گام و پیر  
 احدیت وحدت الوہیت جدا راج قلب  
 وہم سے پھرتے تھے حق کو دھونڈتے افلاک  
 اندر اور باہر یہ دونوں بندشیں ہیں ہم کی  
 یہ کعبہ تھا کہ رکھا جسے اہل دل سے دور  
 کر دیا ہم کو کوئل نے زمانے سے غنی  
 عالم انساں میں ہر سکوٹے جن و ملک  
 پیش کرے تو عجب جو کچھ ادھر سے ہے ملا

آئے جب وحدت میں صحرائیں گل احمد  
 جب فقیری میں قدم رکھا تو یہ گوہر  
 ہٹو کر میں کھاتے ہو مشاموں کے اکثر سر  
 خواہش دینا سے لیکن کیا ملا پتھر  
 بعد مرگے جنان میں خانہ گوہر  
 گل کچی لپٹے گلے سے اوکھی خنجر  
 جب جڑے اترے تو ابر کریم شدر  
 خود کو جب دیکھا خدا و خلق سب اندر  
 خواب میں دیکھا تو وہ اندر ملے باہر  
 جب یہ بروہ اوٹھیا بھر ہر قدم گوہر  
 جب تعلق کٹ گئے سب تو بال و پیر  
 عالم ادراس میں سب پیر و پیغمبر  
 پیش کرے تو عجب جو کچھ ادھر سے ہے ملا

جوہری سمجھیں مے پتھر کہ یا گوہر مے

دلیں جب وہ یار رہتا ہے	صبر و عیش و قرار رہتا ہے
تن خاکی میں روح اعلیٰ میں	ایک باریک تار رہتا ہے
تیرے در سے جو پہر گیا ہے وہی	سب کی نظر و نہیں غار رہتا ہے
طالبِ آخرت کو ہر لحظہ	موت کا انتظار رہتا ہے
بے بسی اپنی دیکھ جوش کے وقت	دل پہ کب اختیار رہتا ہے
نشہ کوشش کو اتر جائے	تو بھی برسوں خمار رہتا ہے
سامنے اہل دل کی آنکھوں کے	روزِ روز شمار رہتا ہے
علم غیر خدا ہے سب باطل	تا ابد دل پہ بار رہتا ہے
غرقِ دریا سے عین ہو پھر بھی	فرق کا اعتبار رہتا ہے
نفس بد خو سے چھوٹنے میں نہیں	آئیں میں یہ مار رہتا ہے
جس کا محتاجی الٰہ میں بھی نہیں	وہی ہر دم دوچار رہتا ہے
سب گلے سے لے لگاتے ہیں	تازہ جب تک کہ مار رہتا ہے
ننگی لب پہ اہل دل کی نجا	دلیں خدان انا رہتا ہے
ہے وہی روح ہر جنم میں مگر	ایک جسم ایک بار رہتا ہے
خیر پر جس کی ہے بنا قائم	وہ محلِ پائمار رہتا ہے
جائے کعبہ کو شیخِ مکہ پ کر	بتکدہ میں وہ یار رہتا ہے
ہے وہی صاحبِ اغت و عیش	غم سے جو دلفگار رہتا ہے
دلین جب تک ہے غیرت کا گدز	آدی بقرار رہتا ہے

تا بہ اسکاں محبت کسی سے نہ لے

دل پہ احساں کا بار رہتا ہے

مئے طہور ہے یہ حور مہ لقا ساقی  
نماز و روزہ سے کیا کام مئے پرستونحو  
ذرا سمجھ تو سقم کو زائد نا فہم  
کیا ہے دم نے کیا اتحاد کو برہم  
یہ بزم ساغر و مئے بھی تو غنیمت ہو  
مئے طہور کو پیتے ہی دل منور ہو  
شراب عشق پلاوے کہ دلو جو آرام  
نہیں شراب تو لچھٹ ہی دگر جاچے  
ملا درد کا قطرہ بھی دور ساغریں  
ملی اسی کو ہی دنیا و دین کے غم سے بچتا

کہ میکشون کا جو اسے زائد و خلا ساقی  
شراب ناب ساغر و مہ لقا ساقی  
کہ بادہ خوار و بکھا ہے آچے مخلص ساقی  
وگر نہ مست جدا ہے نہ ہے جدا ساقی  
بدل رہی ہے زمانہ کی کیا طو ساقی  
کہ آفتاب ہے ساغر تو مہ لقا ساقی  
کہ ہر مرض کی ہی ایک ہے دوا ساقی  
یہ ہوشیاری دنیا تو ہے بلا ساقی  
تیرا کلا نہیں قسمت کھا ہے کلا ساقی  
ہوا جو نشہ الفت سے آشنا ساقی

حجب کو مستی و غفلت سے کام ہے ہر دم

شراب عشق ہے دونوں جہانین ساقی

تیری الفت کبیت کا فرمان ہے دل میں ہے  
ایک بیرنگی ہزاروں رنگ سے ہر جلوہ گر  
ماتشاؤن اور الا ان یشاء اللہ بڑھ  
کیا ملا عشق مقید سے بحر زنج و قعب  
نفس ہے دنیا پہ عاشق روح شیدا حق پہ ہے  
کشتہ تیغ لنگاہ یا کی حالت نہ پوچھ  
کوئی عاشق گل کے رنگ و بو کا کوئی اصل کا  
ہے یا وہ کاری میں اوچرین عمل میں و لگاؤ  
جو ہوا اس کی طرف سبکداس کے پھر گئے

کشتی طوفان زدہ گرد آب ساحل میں ہے  
جو حقیقت حق میں ظاہر ہو دی بل میں ہے  
جو خدا کے دل میں بندہ ہو دیہ تیرے دل میں ہے  
دیکھ لے مجنون دی لیلیٰ ہر اک محل میں ہے  
کشمکش دونوں طرف ہے دل بڑی شکل میں ہے  
قوت برق سماوی نیم بان بسمل میں ہے  
افت ذات احد ام کے اب دگل میں ہے  
جو کہ نسبت ماہ کامل او جیس کے تل میں ہے  
وزن سنگینی جو اسو دین ہی رسل میں ہے

جیتے ہی جی آدمی چوہے کے چھوٹل میں  
 دین دنیا کی خبر داری سر غافل میں  
 احتمالوں کا بیالطوفاں دل عاقل میں  
 خاک گھونگون کے سوا کیا دہن باطل میں  
 روئے اوجرم دست حاکم عادل میں  
 کچھ ذرا سا عکس رخ کا اس مہ کامل میں

کچھ تو ہوتا ہے محبت کا صحت دلیہ اثر  
 کچھ ہماری بھی محبت نگدل قائل میں ہے

سمندر سے زمین گرداب ہم سے اکشتا بدلی  
 کہاں ساون کے بادل اور کاکٹ کہاں بدلی  
 لبامن طرز سب بدلے مگر فطرت کہاں بدلی  
 بدلنے سے یکس کے حالت روئے مکان بدلی  
 قتائے قوم جو گر غیر سے ملکی زباں بدلی  
 ہوئے بلع جسے ایک دم میں باغیاں بدلی  
 ہوا یہ انقلاب دہر طبع دوستان بدلی  
 مزاج یا رجب بدلا نگاہ آسمان بدلی  
 یہ حالت تیری غیبت نے کیسے بدگیاں بدلی  
 دو روزہ عمر سے جسے کس عسر جاودا بدلی  
 قیامت ہو عذاب نار بنے سیر خاں بدلی  
 یہی تو حشر ہے باد بہار سے خزاں بدلی  
 جہان اشجار ہوتے ہیں برستی ہے وہاں بدلی

شکم دل قبر کی گنگی سے بڑھ کر ہے یہاں  
 فتنہ اس دارِ حادث سے ہے عین عقل ہوش  
 کہا بغیر عشق میرا پار ہو گا عقل سے  
 غرق ہوجو موت میں ہو کہ ہاتھ آئیں گھر  
 حب کے دن کیجئے قائل یہ کیا دعوائے قتل  
 کس کی آنکھیں ہرج دیکھتے تالیش جن زل

دارت جوش گریہ سے عجب شکل چان بدلی  
 تیری تہ کے آگے بھیج دینا کے مزاج میں  
 علوم ظاہری سے کیا مزاجو پیرا شر پہ ہونیا  
 برسہا سال سے صورت بگڑ جاتی ہو انسان کی  
 زبانوں کی اہم فرق بین الناس ہوتا ہے  
 وہی کر دیکھا مرہما کو دھڑوں کی ہر ایک دن  
 غرض کی دوستی زر کی محبت نام کی الفت  
 کہاں کی گردش افلاک کیسا دہر کیا انجم  
 ہوا اٹھا پیٹ سے مادر کے پیدا اصل فطرت پر  
 ناسف ہے اسی کے عشق پر اور حق سے غفلت پر  
 نہیں گریا وحی دلیں تیرے دنیا ہی دوزخ ہو  
 زمین میں گر لے مردہ بیخ ہو جاتے ہیں پھر زندہ  
 دہر سے ہوش کش کچھ نوادہر سے فیض آتا ہے

در محبوب یہ ہر دم محبت یہ نفس شیطانی ہے  
نہ ہو گرفتار اس دربان کی ہوتی ہے کہاں کی

وجود حق ہے یہ عالم نہیں وہی خیالی ہے  
نہ کر برباد ہر چند روزہ پڑکے وہو کے میں  
طاہک کیوں نہوتے ساجد آدم جو یہ سمجھے  
عدم حادثہ یہ دوزخ میں سی اکنات واحد کے  
جو بولیں جھوٹ دینا حق ناراض ہوتا ہے  
محبت جس سے کرتے ہیں ہی خود آپ آتا ہے  
ملی وہ عشق کی دولت کہ قاروں شک کرتا ہے  
کمی کیا اس نامہ میں بھی کچھ حافظ و سعدی  
کبھی ہوتا ہے خراج میں ہی جو خواب میں بکھیا  
تجھے ہم پوچھتے ہیں گک پوچھیں زر کو بیلوں کو  
یہ امراض مصائب دور کرتے ہیں غفلت کو  
جو صاحب حال میں انجی لیاں التی زبانیں ہیں  
نہ کر خیرات سے غفلت کہ دولت کام کچھ آئے  
یہ اعضا کا کتاب ہے کہ نارمن ہے سمجھ پر  
محک آدمی دینا ہے اور صرف ہیں ہر جا  
ہنیر لاف و گراف آن بیچ ہا میں کسی فن کے

کوئی صورت ہماری ہے کوئی صورت جلالی ہے  
یہ ملک و مال و عز و جاہ جتنا ہے خیالی ہے  
کہ انکا مرتبہ نہیں معظّم سے بھی عالی ہے  
جو قائم ناکہ کسی ہے تو گردش میں ہلالی ہے  
کہیں حق باک نہ سے تو ہر جا پائمالی ہے  
یہ سیدھی راہ الفت اس ناظم میں نکالی ہے  
نہیں فوس گر نزدیک چلتی ہے نہ حالی ہے  
سخن نہ ہو سچی حق بینوں کی لیکن قحط سانی ہے  
جیسے کہتے ہیں سچے خواب عالم مثالی ہے  
نہرے ہی دم قدم سے یہ دہریہ دیوالی ہے  
خدا کو جو کوئی بھولا تو لازم گوشمالی ہے  
نہیں جتنا اثر دل پر وہندہ و وعظ خالی ہے  
نہیں جس سے مضر ہرگز دہشت آبیالی ہے  
خدا نے تیری مورت اسے پری سا بچہ میں نکالی ہے  
نہیں چلتا ہے وہ مکہ جو کھونا اور جلی ہے  
وہی دیتا ہے ظرف آواز جو اند سے خالی ہے

محبت مضمون کا آمد کو کر دیتا ہوں نظم اکثر

مرا ہر شعر گلستہ ہے یا ہوں کی ڈالی ہے

وہ آتے ہیں خضر پکار نیوالے اٹھیں خواب چشم واکر نیوالے



سر عجز اس بت کے آگے جھکائیں  
تری جوشِ رحمت سے بہو ہوئے ہیں  
یہ اللہ در پر وہ ہے دستِ خلقت  
ہیں اسکی صورت کو دیکھینگے ہر جا  
خوشی سے ہیں گھزار آتش میں خنداں  
نہ دیکھینگے رخِ راحی روزِ محشر  
حضورِ میں پہنچے مئے عشق پیکر  
یہ بیماریِ عشق ہی لا دوا ہے  
تجھی کو تجھی سے جو انگیرق مانگیں  
بجھتے ہیں جو رستم ہیں اسی کے  
کبھی تو ادھر بھی نگاہِ اکرم ہو  
ضعیفوں پر کرتے ہیں جو ظلم ناحق  
ہوئے آسماں و زمین سے بھی برتر  
نہ دیکھینگے صورت کبھی خوشدلی کی

محب ہے محبت کی ہر دم منادی

نہیں بیٹھتے چپ نہ اکرنے والے

ظلم کرتے نہیں اللہ سے ڈرنے والے  
کیا مسلمان ہیں خلقت کو بناتے ہیں خدا  
نامِ وحدت کا زباں پر ہر عملِ شرک کے  
حور و علمائِ حق ہیں ان نفسِ ستونجی مراد  
زندگی عشق ہے اور موت ہے یہ غیرت  
سب کے سر تاج میں سر پا اونچے فیروز  
عہدِ میثاق کا اقرار نہ کرنے والے  
کہہ کے ہر بار ہو اللہ کرنے والے  
تیرے عشاق ہیں حنت میں نے والے  
عشق میں زندہ جاوید ہوئے والے

نمازیں حرم میں ادا کرنے والے  
غدا ب جنہم خطا کرنے والے  
یہ باطل میں حاجت روا کرنے والے  
یہ مراۃٔ دل کے جلا کر نیوالے  
بلاؤں میں یا رخِ خدا کرنے والے  
بتوں کو خدا سے جدا کرنے والے  
نماز اور روزے قضا کرنے والے  
تھکے اس مرض کی دوا کر نیوالے  
ہنسی اور کچھسہم دعا کرنے والے  
ہنسی ہم کسی کا گلہ کرنے والے  
بلاؤں میں اے مبتلا کرنے والے  
وہ اپنے پیہ میں خود جفا کرنے والے  
ترا عبدِ مشکل وفا کرنے والے  
کسی کو کسی سے خفا کرنے والے

ڈوب کر وہیں تاحشر بھر نیا لے  
 دیکھ آئینہ میں دنرات سنورنے والے  
 منزل عشق میں اُترے یہاں تریں والے  
 باغ جنت میں نہیں پاؤں وہ دھڑالے  
 ورنہ تسبیح کے دانے یہ کچھ لے والے  
 آئینہ دیکھتے رہتے ہیں بھر لے والے  
 آگے آتے ہی نہیں شیر بھر نیا لے  
 کچے تاگوں سے گھر لے چاہے بھر نیا لے  
 کیا برابر میں یہاں کرنے نہ کر نیا لے

تجھ سے نہ موڑ کے جو ہو گئے دنیا کی طرف  
 پس گناہوں کی سیاہ داغ تریں چہرے پر  
 وہیں ٹھہریگا جہاں جسکا ہے عالم مقام  
 کوچہ عشق میں پھر رہنا جنھیں ہے جسکا  
 رشتہ عشق سے قائم ہے جہاں اخلاص  
 حسن خود اپنی ہی صورت پر عاشق چلا  
 اپنا ہی شیر غضب جسے ہمارا اسکے  
 الفت زہرے تو بچا چھنے والے تیرے  
 تو کئے جا کر غل لائیگا ایک روز شمر

کون مڑا ہے محبت موت کے آتی ہے

حی و قیوم میں اس شوخ پہ مرنیوالے

ہم نہیں پیدا ہوئے ہیں آنے جانے کے لئے  
 کیا تلاش رزق میں پھرتا ہے بیٹھا کبھی کہیں  
 تھکتے ہیں تھ لیکن پاؤں چھینکا ہیں ہم  
 عشق کے کوچہ میں دھڑنا پاؤں پہلے سوچ کر  
 عشق نے سمجھا دیا جزا نام حق باطل میں سب  
 آپ ہی کرتے ہیں سب کچھ میرے سر پر حرم ہے  
 زاہد و مسجد میں کیا ہے جگہ وہ میں بتا ہے  
 لاکھ پردوں میں بھی چھپتا ہی نہیں حسن انبل  
 ہو گئی لیلیٰ و مجنوں کی برانی داستان  
 عاشقوں کو تیرے کف صحت کو دہوین رزق خود

ہم یہاں آئے ہیں لیکن حق کو پانے کیا  
 خود یہ پیدا ہو رہا ہے تیرے کہانے کیا  
 دام دنیا میں نہیں بھستے ہیں دانے کیلئے  
 آفتیل آتے ہیں سر پر آزانے کے لئے  
 علم ہم نے تھے پڑھے آخر بھلانے کے لئے  
 کچھ سبب تو چاہئے ان کو بہانے کے لئے  
 سر دیا اللہ نے اس آستانے کے لئے  
 خود سجود آتا ہے باہر نہ دکھانے کے لئے  
 لائے قصے نئے کچھ تو سنانے کے لئے  
 وہ ہیں کھانے کے لئے دنیا کمانے کے لئے

آدم و حوا و جنت نار و شیطان و گناد  
 یہ شیر لعل ڈالتی ہے عاشقی میں تفسد  
 طالبان عشق کی بقہ ادھی کچھ کم نہیں  
 بوجھتا ہے کیا دم آخر کہ کیا کر کے چلے  
 عشق کی وسعت کے آگے بھیج میں نہ جہاں  
 شاعری سے کیا غرض ہم فکر کرتے ہیں محبت  
 عرش سے مضمون نو دنیا میں لے کے لئے

دلہیں آئے رہ نہانی سے  
 تہا نہ موسیٰ کو ذوق صورت یار  
 خضر سے پوچھے کہ آخر کار  
 نار دوزخ کا ہے جہاں میں جو  
 کتنے گوہر ملے ہیں قابل قدر  
 ہم ہر اک دور میں رہے قائم  
 جتنے چکھنا دوستی کا ثمر  
 عشق پیری میں لطف دیتا ہے  
 برق گرتی ہے عین رحمت میں  
 کون مجنوں تھا کون ہی لیلیٰ  
 کچھ عجب ضدیت ہے عالم میں  
 کتنے پردے پرے حقیقت پر  
 وصل باقی سے ہو گئے محروم  
 زال دینا سے دیکھئے الفت

بار پیا ہے زندگانی سے  
 خوب ملا ہے لہر ترانی سے  
 کیا ملا عمر جاد دانی سے  
 میری ہی سوزش نہانی سے  
 کھودے چھینے بد گمانی سے  
 کیا ہوا دور استعانی سے  
 کیا ملا اسکو زندگانی سے  
 ابتدا ہو اگر جوانی سے  
 آگ آتی ہے ابر پانی سے  
 کل گئے بھید اس کہانی سے  
 چور آتے ہیں پاسبانی سے  
 جاہلوں کی غلط بیانی سے  
 دل لگایا جو ہنسنے فانی سے  
 سانس اکھری نہخت جانی سے

واہ رے عشق ذرہ بیقدر مہر ہے تیری مہربانی سے  
گل و بیل کے عشق کو ہونود فائدہ یہ ہے باغبانی سے  
دل میں کچھ تو ہو درو عشق محبت  
فائدہ کیا ہے سوز خوانی سے

جدھر دیکھو اسی کا رخ عیاں ہے  
وہ نور ارض نور آسمان ہے  
حرم میں دیر میں بت میں خدائیں  
مسمیٰ ایک ہے اسماء ہیں بے حد  
نہیں پردہ کوئی حق سے گریہ  
خدا بھی خلق پر ہے حکمراں  
مسخر روح کے اعضائے تن ہیں  
یہ دنیا ہی ہے تیری آخرت بھی  
خدا کا نام ہے کیا راحت جاں  
ترے اندر ہے موج بحر ہستی  
بتا دیتی ہیں آپس سوزش دل  
حضور میں تو عارف کا ہر دل صفا  
نہ کر رندی سے کچھ پرہیز زانہ  
بھرا ہے فلسفہ بھی دہم و شک سے  
جو ہر دم دل میں تھے ترا نام  
محبت نے محبت یہ راز کھولا

کہ حق ظاہر ہے اور عالم نہاں ہے

بتوں کا سنگِ درہ ہے اور جینے  
 طوافِ پیرِ کامل کو سمجھ جج  
 پھر کعبہ سے سوئے تہکدہ شیخ  
 بہت دھونڈا زمینِ آسمان میں  
 انا الحق دار پر بھی چڑھ کے بولا  
 محمد کو مہوی معراج وحدت  
 وہی ہے خاتم اور مہربوت  
 زمانے کے عجب بدلے ہیں بتور  
 نہ دُرِ مخلوق سے اللہ سے دُر  
 دواؤں کے اثر بھی حکمِ رب ہیں  
 نمایاں ہے گلوں میں حسنِ جکا  
 خدابت ہے صنم خانہ ہے کعبہ  
 مقید کر نہ کعبہ میں خدا کو  
 خدا جانے کہ ہو کیا حشرِ برپا  
 قل اعدو کو پڑھ کر حق میں چھپا  
 خدا کا گھوڑا ہیں کعبہ ہیں سب  
 کہ عرشِ حقِ قلوبِ المؤمنین ہے  
 کہ وجہ اللہ کعبہ میں نہیں ہے  
 جو دیکھا دل کے اندر وہ کہیں ہے  
 دل منصور پر صد آفریں ہے  
 رسالت میں وہ ختم المرسلین ہے  
 رسالت کی انگوٹھی کا نگین ہے  
 قضا کیسے چڑھاتے آستین ہے  
 نہیں یہ ہاتھ خالی آستین ہے  
 کبھی امرت کبھی نہ ہرا نگین ہے  
 خدا جانے وہ خود کتنا حسین ہے  
 عبادت کے پرستی عشق دیں ہے  
 کہ وہ توبہ کا رب العالمین ہے  
 کہ بل ابرو پہ پیشانی پر چین ہے  
 کہاں ایسا کوئی حصنِ حصین ہے

محبت کیا قبر کی ظلمت کا کھٹکا

مرے دل میں خیال نہ جیں ہے

جسے کہتے ہیں بت وہ تو خدا ہے  
 بتوں کی دید ویدار خدا ہے  
 اگر بت عین ذاتِ کبریا ہے  
 لباسِ ظاہری سے کہا نہ دھوکا  
 کہاں عالم میں اس کے ماسوا ہے  
 مرے دعوے پہ شاہد اینما ہے  
 تو سجدہ پیش بت کب ناموا ہے  
 وہی خود شاہ ہے اور خود گدا ہے

ترے دل میں خیال ماسوا ہے  
کہاں زاہد خدا بت سے جدا ہے  
حقیقت سے وہ خود نا آشنا ہے  
ہنیں کچھ ریت پر اسکی بنا ہے  
تو ہوں باقی کہاں جھکو فنا ہے  
ہوا مطلق تر پھر جھکو بقا ہے  
تقیہ میں ظہور حق سوا ہے  
ہلاقی پھول بتوں کو صبا ہے  
وگر نہ کول جانے کیا خدا ہے  
نظر آتی کسی کو بھی ہوا ہے

جو بت بوسے وہ کافر کیوں ہے زاہد  
الگ کرتا ہے اپنے ذہن میں کیوں  
پتے کی بات کیا سمجھیں گانا داں  
مری ہستی ہے ذات حق پہ قائم  
وجود حق ہے میری جو یہ ہستی  
تقیہ میں اضافی ہے نہ ناجی  
فقط اطلاق میں ہے زور و قوت  
محرک ہے وہی عالم کا جیسے  
اسی عالم سے ذات حق ہے محسوس  
لقائے حق کسی صورت میں ہوگا

### قطعہ

شب معراج جو دیکھا وہ کیا ہے  
کہ رکھتا شکل کیا تیرا خدا ہے  
تو کیا وہ کوئی پتلا وہم کا ہے

تبھی سے پوچھتے ہیں مولوی ہم  
بنی کی آنکھ نے دیکھا تھا کس کو  
نہیں گر شکل و صورت کچھ خدا کی

منزلہ اور مشبہ سب ہیں شرک  
عجبت بچ شرک سے یہ بد بلا ہے

شیخ کعبہ کو جا کے آ جلدی  
ساقیا سے کا جام لا جلدی  
نہ بدل جائے یہ ہوا جلدی  
بیخ پھرنی ہے یوفا جلدی  
صبح ہوتی ہے ہائے کیا جلدی

بتکہ لپچلے خدا جلدی  
ایک ساعت ہے عمر فصل بہا  
سر کوئی کار خیر امیری میں  
زال دنیا کا اعتبار بھر  
ہر شش رات کو جوتا ہے

باطن شخص تو نہیں ظاہر  
 دل کی بیماریاں یہ مہلک ہیں  
 ہو کسی کا نہ آشنا جلدی  
 کیجئے انکی بھی دوا جلدی  
 دے بصیرت تجھے خدا جلدی  
 دیکھ قرآن میں ایسا جلدی  
 عفو کرتا ہے وہ خطہ جلدی  
 آپ ہوتے ہیں کیا خطا جلدی  
 چھوڑ یہ ذکر ماسوا جلدی  
 دھونڈھ سالک کا نقش پا جلدی  
 دے نہ مجرم کو تو سزا جلدی  
 حاجت اور دیکھی کر دے جلدی

### قطعہ

ہے یہ مقصد کہ وقت ٹل جائے  
 کیا چھڑا لینگے وہ خدا جلدی  
 وہ نہ آئے نہ آئینگے شب ہجر  
 ہو سحر ہی کہیں خدا جلدی  
 گر نہیں ہے کسی سے عشق محبت

ہو محبت میں مبتلا جلدی

بت کو دیکھا اے خدا دیکھا تجھے  
 کیوں منزہ نے خدا دیکھا تجھے  
 تیری صورت تیکدہ میں دیکھ لی  
 کسے کعبہ میں خدا دیکھا تجھے  
 سوچ سکتی جتنا اپنی عقل ہے  
 اس سے بھی بے سوا دیکھا تجھے  
 ہر مرض میں ہے تو ہی تو چارہ ساز  
 ساری دردوں کی دوا دیکھا تجھے

### قطعہ

دیر و کعبہ کی خصوصیت ہے کیا  
 فرش سے تا استوا دیکھا تجھے

تجھ سے جانے جاگ کر کوئی کہاں  
اس سے نفرت اور محبت اس سے ہے  
کافرو مومن کا تو ہی تو ہے رب  
نام تیرا ہی ہوا شافی تو ہے  
ہے کہیں حاجت رواد دستگیر  
ہے کبھی تو بیل نالاں کی شکل  
تیری مکاری کو کیا سمجھے کوئی  
ہے تو ہی دلیں تو ہی ہے چشم میں  
دل ہوا رنگ دوئی سے صاف جب  
جب حجاب نفس ساری اٹھ گئے  
پست دبا لالہ بستیں میں سب تری  
دیکھتے ہیں ہم تجھے ہر رنگ میں

کیوں محبت ہر دم نہ مئے سے مست ہو  
شیشہ دلیں بھرا دیکھا تجھے

جو ہجو بیت خدا میں رہے  
جو سودائے زلف رسا میں رہے  
رہے عین دریائیں ہم مثل ماہی  
بتوں سے پہنچتے خدا تک مگر  
سبک عشق سے استقدر ہو گئے  
مزدہ دل لگانیکا اس وقت ہے  
جنہیں ہونڈتے ہم پھرے عمر بھر

بتوں سے چھٹے کر بلا میں رہے  
تو پھر ہم نہ کوئی بلا میں رہے  
نہ سمجھے مگر ہم خدا میں رہے  
نماز و سجود و دعا میں رہے  
چلے آب پر ہم ہوا میں رہے  
کب آشنا آشنا میں رہے  
وہ دل کے حجاب خفا میں رہے



کبھی دیر آنے کبھی کبھی چوہ نچے  
 قدم کو نہ چھوڑا پس از مرگ بھی  
 جہاں میں وہ ہوتا ہے مشہور خلق  
 بلاؤں سے دنیا کی ہم خوب چھوٹے  
 سمجھتے ہیں کیا یہ ہماری حقیقت  
 ہوا بعد مردن یہ معلوم ہوسکو  
 ہمارے تقاضوں کو کیا بوجھتا ہے  
 ہزاروں ہسپتالوں میں آوار گشت  
 نہ ہو نیچے دروغ تو تک بھی محبت

کہیں کیا کہ حرص دہو ایسے ہے

جس چیز کا دل میں ہو تصور وہی آجائے  
 لاہر تو میں دیتا میں مگر دل ہے سوئی راز  
 ہر سے دل و زیت جو ہو صرف محبت  
 دنیا سے ہو محبتی سے ہو یا حق سے محبت  
 ورد از سے میں اس تیرے جو یہ ظاہر طین  
 چلتے ہیں خیالات پر سب کام جہاں کے  
 رشتہ کی چھٹ جائے تعلق سے جہاں کے  
 آرام تو اپنی نگے نئے آکے مسافر  
 ہو گا وہی مرتے ہی وہاں ہر درخشاں  
 کہ قتل ہی منظور ہے کیا دیر ہے اس میں  
 کہ جس میں تری نقش قدم کی طرح نیٹھے

یہ جذب ہے سالک کا مثال اسکو کہا جائے  
 بے اسکے تصور کے کہاں اس کو رہا جائے  
 کیا فائدہ دنیا کا عینہ فکر جو کہا جائے  
 بے دل کے لگا ئے ہوئے کس طرح رہا جائے  
 کہ بند کہ دل میں نہ کوئی حوص ہو ا جائے  
 چتہ ہو خیال اسکا تو جو چاہے وہ پیا جائے  
 کہنگ یہ زمانہ کا غم درج رہا جائے  
 پائے جو زرد مال کوئی گھر تو بنا جائے  
 اس بزم میں دل تری الفت میں جلا جائے  
 آکر سہ محفل وہ مرا خون بہا جائے  
 اب ضعف سے اٹھیں بھی تو کیا خاک اٹھا جائے

جنت میں جائیگے کبھی یار کے در سے  
بے عشق کے کرتے میں عبادت وہ ہیں ناکام  
یہ عشق بھی ہے ایک کرم فضلِ اعلیٰ  
موتے ہیں کہاں اہل محبت نہیں سمجھا  
گلزارِ خلیل آتشِ نرود ہو دم میں  
ہو جائیگا ایک دن تو محبت مہر درخشا  
جل آتش الفت میں جہا تک کہ جلا جائے

جہان میں کون اس بت کے سوا ہے  
تمناشِ مرشدِ کامل ہے بیکار  
ترا کرنا نہ کرنا سب ہے وہی  
اسی کا رخ ہے خورشیدِ قیامت  
یہ دنیا ہے فقط اک عالمِ وہم  
بھلائی اور برائی نسبتیں ہیں  
جلایا مار ڈالا پھر جلا یا  
نہیں جب غیریت کا شاہِ بے بھی

### قطعہ

نفس کی آمد و شد سے ہے ظاہر  
اسی دم سے ہے قائم جملہ عالم  
اسی دم سے بند ہے رشتہ ریت  
جدھر دیکھو ادھر ہے ہمیل دم کا  
کہ آتا ہر نفس پیکِ صبا ہے  
زباں میں بات اور کس صدا ہے  
جو وہ ٹوٹا طلبِ جاں فنا ہے  
جو رو کیں دم کو پہر حاصلِ بقا ہے  
کہ ہر درد و مرلہ کی یہ دوا ہے

خدا کا ذکر ہر سانس کے ساتھ کہ پاس انفاس ہی تو کیا ہے  
جو حق حق کہتے کہتے عین حق ہو تو پھر دنیا و نبی کا مزا ہے  
جو تو قطرہ ہے دریا میں سما جا جاب عصایہ تیری زلیت کیا ہے

کسی مرشد سے بیعت کر محبت جلد

کہ آساں راہ ہے جب رہنا ہے

جو روشن ہیں انکھیں رخ یار سے تو نم خواب میں بھی ہیں بیدار سے  
وہ دل میں مرے رات دن پیشم جدا کی کہ نہیں مجھ کو دلدار سے  
نقی اور اثبات کس کا کریں نہیں بحث انکار و اقرار سے  
نہ دیکھیں جو اس گل کو دم بھر بھی نکل جائیں جنت کے گلزار سے  
میسما ہوئے بھی تو کیا فائدہ نہ پوچھا کبھی حال بیمار سے  
ہو واجب سے ہے عاشقی کا مرض چٹھے دین و دنیا کے آزار سے  
الٹ پھیر کو شادی و غم کے دیکھ ہوا روز روشن شب تار سے  
نہو جنیت گر تو صحبت سے کیا نہ گل کا ملا دل کبھی خار سے  
وہ ایک کا کیا دیکھتے شوخ چشم چراتا ہے وہ آنکھ بیمار سے  
ترک عشق میں دل جلاتن جلا ڈریں کیا جہنم کی اب نار سے  
نہیں عاشقی حسن پر منحصر کہ لائے کوئی جا کے بازار سے  
سنی قبل منہور کسی نے خود انا الحق کی آداد اشجار سے  
انا الحق کہے آدمی کیا عجب کہ وہ کم نہیں شاخ پر نار سے

انا الحق کی آتی ہے ہر دم صدا

کیسے محبت در سے دیوار سے

بوسہ حشر جب وہ آنے لگے عاشقوں کے حواس جانے لگے

جب خودی منگنی ٹھکانے لگے  
ندیاں خون کی بہانے لگے  
ہم تصور کو جب جمانے لگے  
ہم جو روٹھے تو وہ منانے لگے  
ہم لمحہ اپنی خود بتانے لگے  
لبوں میں لعب میں گنوانے لگے  
مست اپنی ہم آزمائے لگے  
حال دل جب انھیں شانے لگے  
زخم دل جب انھیں دکھانے لگے  
اپنے دل ہی میں ان کرانے لگے  
اس میں دونوں جہانوں نے لگے

ایک چکر تھامنے جینے کا  
قتل و خواں پر طبیعت آئی جب  
دلیس پانے لگے سرور وصال  
دیکھنا جذب دل کا آخر کار  
سوچ کر بے ثباتی دینا  
قابلیت جو ساختہ لائے تھے  
لیس انسان ماسعی اسنکر  
بول لٹھے یہ پرانے قہقے ہیں  
ہنس کے بولے کہ کس کا تیر لگا  
دل کی جانب لگے جو کرنے نظر  
پردہ غیرت جو دل سے اٹھا

### قطعہ

تو فرشتے بھی زہر کھانے لگے  
تو لاکھ بھی خاک اڑانے لگے  
پھر فلک سے ہمیں گرانے لگے  
اپنی بجوادی کو ہم بنانے لگے

وصل حق جب ہمیں نصیب ہوا  
والسجد و آدم جو حق نے کہا  
ہم ہوئے دام حرص میں جو اسیر  
کہہ کے پھر لا الہ الا اللہ

جب ہوا عشق حق محبت ہم کو  
عرش تک پھر تو آلے جانے لگے

خدا کو دیکھ لے اپنی نظر سے  
نہ سخاکام کچھ بھی بال و پر سے  
پھرے کعبہ کی آخر رہگذر سے

صنعتیہ کو جالے شیخ سر سے  
ہوی در تک نہ اس ت کو ربانی  
سنا جب یہ کہ وہ خالی مکاں ہے

وہاں کعبہ میں جی تو ہے وہی سنگ  
 کہاں دیر و حرم سے جا سکیں گے  
 جو مجھے معنیٰ اللہ معکم  
 لے کر جان دیکر جانِ جاناں  
 نقابِ نور میں ہے روئے جانا  
 ہوا ہے عشق سے آباد عالم  
 نہیں والعتین سے انجیر مقصود  
 خدا جہاں پیر عالم پھل ہے انساں  
 جو ادل تھا وہی احسن میں آیا  
 خدا انساں میں ہے انساں خدا میں  
 وہ کافر ہے چھپائے بات جو ج  
 پتے کی بات گر کوئی نہ سمجھے

حجب کہنا ہو جو کچھ صاف کہہ دو  
 نہاں رو کو کسی کے تم نہ ڈر سے

بتوں نے جو بندہ بنایا مجھے  
 کیا اس نے جب آئینہ رو برد  
 ہوا شمع کو عشق کا جب جنوں  
 ہوا اوس کی صورت پر جب میں فنا  
 کھلی چشم دل جب سے اس نے  
 بھرا میں لے جب اسکی الفت کا دم  
 جدائی سے تیری رہا مجھ میں کیا  
 خدائی کا رستہ دکھایا مجھے  
 جو صورت کو دیکھا تو پایا مجھے  
 جلی خود بھی اور پھر جلایا مجھے  
 الٹ کا قصہ سنایا مجھے  
 نظر کی جدھر رخ دکھایا مجھے  
 ہزاروں طرح آزمایا مجھے  
 غم و رنج نے خوب کھایا مجھے

کتابیں دھری کی دھری گئیں  
جو کی سچیت مرشد معنوی  
سبق عشق کا جب پڑ لایا مجھے  
تو ذکر انا الحق سکھایا مجھے  
میں اس بت کی الفت کے قریب  
جو دریافت کی راہ حق شیخ سے  
تو مندر کا رستہ بتایا مجھے

### قطعہ

ترے وصل کی شوق نے بے وفا  
میں کس کس کی تجھ سے نشتگروں  
ہزاروں برس تک بھرایا مجھے  
فلک نے زمیں نے ستایا مجھے  
رد عشق پر میں بھی ثابت رہا  
قنا اپنی ہستی سے جب میں ہوا  
تو بندہ بیٹے مولا بنایا مجھے

یہی ہے عجب کی دعا راست دن

بنامت کا بندہ خدا یا مجھے

کیا خدا کا ہی حرم گھر ہے  
بتکدہ جائیں کیوں کعبہ سے  
شیخ بت بھی تو اسکے اندر ہے  
ہے وہاں بت یہاں تو پتھر ہے  
آیت شہسوار مجھ کو ازہر ہے  
شیخ کعبہ کو جائے گنجی خور ہے  
آنے جائیکا ایک ہی در ہے  
وہ تو ترے ہی دل کے اندر ہے  
کس کو پائے گھر سرش پر جا کر  
شکر ماوراء قعر لحد  
گرد لسنے پھر اس کے چوما

### قطعہ

نہ کوئی خاص ہے مکاں اس کا  
نہ کوئی خاص ہے جہت اسکی  
وہ نہ نیچے ہے اور نہ اوپر ہے  
بے مکاں بے نشان بے در ہے  
یہ تو اللہ کفر کفر ہے  
کر مفید نہ تو محل میں اسے

ہر مکال اس کا ہر کمیں ہے و  
 اور اس کے مواجہاں میں کوں  
 گر نہیں دوسرا تو پھر زائد  
 خود زمین خود زمانہ خود ہو نلک  
 خود خدا اور خود خدا ہی ہے  
 کیا مراتب کے پھیر میں آکر  
 مبتلائے ملائے فرق میں سب  
 جمع کر تو عجب جہان تک ہو  
 فرق سے افتراق دلبر ہے

حرم میں دیر و کعبہ میں کہاں ہے  
 اسی کا گھر مکان و لامکال ہے  
 مفید دیر و کعبہ میں کہاں ہے  
 ہوئی معلوم جنت کی حقیقت  
 صفات ذات ہیں خود پر وہ ذات  
 مسمی وہ ہے اور اسماء ہیں بجد  
 وہی توحید اجمالی ہے سختہ  
 اسی کا رنگ اُسی کی بو ہے گل میں  
 قدیم بلبل گل شاد ہر جا  
 چمن دیواں نہ گل ہے اور نہ بلبل  
 لگتا سپنہا اور توڑنا پھر  
 جو دم بھرتا ہے تیری عاشقی کا  
 جو دھونڈا یا رکود میں نہاں ہے  
 جہاں دیکھو وہ ہر جائی و ہاں ہے  
 اُسی کا رخ جدھر دیکھو عیاں ہے  
 ترا کو چہ ہی گلزارِ جاناں ہے  
 کہ اندر لگ ہے ادھر دہواں ہے  
 اسی کا نام لیتی ہر زبان ہے  
 کہ عالم جس کا تفصیلی بیاں ہے  
 عیاں ہے اور عیاں میں بھی نہاں ہے  
 بجلی جمالی بوستاں ہے  
 جلالی شان کیا بادِ خزاں ہے  
 ہی دزات شان باغیاں ہے  
 تو پیری میں بھی وہ لڑا ہوا ہے

ہوا غالب جو عقل و روح پر نفس  
 بچہ بچہ عید گاہ و ہر میں کول  
 اسے مارا بسے باندھا کیرا قتل  
 ذرا کمزاد کراشتہ کو دیکھئے  
 کبھی دارالغضار میں ہے ہفتہ چھی  
 جو آنو بچی پھر تو نیم جان ہے  
 کہ اسے لطف میں تیر دکھاں ہے  
 ظالم سے تیری نالان جہاں ہے  
 کہ خود ہی چور ہے خود پامان ہے  
 کبھی مجرم ہے وہ خود مہربان ہے  
 جھپٹ اس کی عیاں عیاریاں میں  
 پھر سپرہ کہ معشوق جہاں ہے

شان اللہ کیا ہیں میں ہے  
 جو مزاعشتی سر جہیں میں ہے  
 مرکز جملہ کائنات ہے دل  
 بستکہ جا کے کیوں زبٹ چہیں  
 داد کر دلا لا الہ الا اللہ  
 آنکھیں ملتے ہی دل ہوا غائب  
 ساتوں عالم کو خوب جب چھانا  
 دیکھو سالک خدا کے کمرے در  
 نفس بد کا اثر معاذ اللہ  
 عرش پر تو ہے دہم کا بستلا  
 نیت سے مراد ہے ہستی  
 دیکھو آنکھوں سے اپنی وجہ اللہ  
 ایک شرارہ ہے آفتاب حشر  
 آہو چٹاں ہنریں ہے جو بات  
 تابش مہر سر جہیں میں ہے  
 وہ کہاں لطف حوریں میں ہے  
 نام تیرا ہی اس نگین میں ہے  
 شان معبود اس میں کیں میں ہے  
 راز سربستہ ہاں نہیں میں ہے  
 سحر کیا چشم سر میں ہے  
 تب یقین آیا وہ ہیں میں ہے  
 ہر قدم باہزن کیں میں ہے  
 ماریہ تیری استیں میں ہے  
 حق تو ہے کہ حق ہیں میں ہے  
 تیرا اثبات ہر نہن میں ہے  
 فلسفی کیا چٹاں چیں میں ہے  
 وہ اثر آہ آتشیں میں ہے  
 وہ کہاں چشم حوریں میں ہے



سارے عالم کی آفت اور بلا غنیمتِ شہوت اور کیس میں ہے

وہ محبت کب ہے نعمتوں میں مزا

جو محبت کی انگلیں میں ہے

وہ بسا جب سے پرے من میں ہے کیا خوشی دل میں جان دن میں ہے  
 دیکھنا دل میں دونوں عالم کا ساکوں کا سفر وطن میں ہے  
 لذتِ فکر پوچھتا ہے کیسا ذائقہ تا ابد دہن میں ہے  
 کچھ عجب جالدار ہے دنیا جکو دیکھو غم و عن میں ہے  
 اودھرائی بہار اودھڑ کو خزان آمد شد عجب چین میں ہے  
 مرتے ہی روحِ نین سے ہے باہر سانپ کی کچی اک کفن میں ہے  
 پھول خود رو کھلے مگر افسوس دیکھنے والا کرن بن میرا ہے  
 ہڈیاں کوہِ ندیاں ہیں رگیں ہے جو عالم میں تیرے تن میں ہے  
 آبِ پروانہ آکے گرتے ہیں شمع روشن جو انجن میں ہے  
 غائب آجائے اصلِ فطرت پر زور کیا عادت کہن میں ہے  
 مال و زر اور ظلم و فتن میں نہیں عزت و ابر و چلن میں ہے  
 سب ہوا پرے کسبِ خلقِ حسن ساری تہذیب پیرہن میں ہے  
 عملِ نیک کر کہ کام آئے جان جنگ تری بدن میں ہے  
 جو مری طبع میں ہے مشکِ نہال وہ کہاں آہوئے ختن میں ہے  
 سوزِ شمعِ عشق پوچھتا کیا ہے کچھ عجب اس جلن میں ہے  
 دیکھ کر بت خدا ہی یاد آیا کیا ادا اسکی باکین میں ہے

عاشقی ہے محبتِ جنون مگر

عقل کل اس ریوانے پر ہے

متمم

## صحیح نامہ

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
تخمس	تخل	۳	۱۲	خرمن	خرس	۵۲	۱۵
نام فہم	ناہم	۱۳	۷	کورے	کوری	۵۳	۲۱
مجھ کو	تجھ کو	۱۹	۱۲	پ	پ	۵۶	۲۱
مورث دریغ	مورث بربخ	۲۳	۸	روسی	.	۵۸	۱۹
بیسیر	بغیر	۲۶	۲۰	خفا	جفا	۶۵	۱۲
سوخار	سوقار	۲۸	۶	نیار نذر	نیاز نذر	۶۸	۹
ہیں	ہیں	۲۸	۲۰	بت آ	بنانا	۶۸	۱۵
تو	تو	۲۹	۱۲	ہے کتہ	کتیہ ہے	۶۲	۲
ابھی	کبھی	۲۹	۱۵	دولت وصال	دولت وصال	۷۲	۱
زردہ	ذردہ	۳۱	۹	زال دینا	زال دینا	۷۲	۲۱
خوبی نار	خوبی دناز	۳۳	۸	دیوانہ	دیوانہ	"	"
آپ ہی	حافظ	۳۹	۱	پیش	فقدل	۷۷	۲
جرمیل رسائی	جرمیل سیرائی	۴۳	۶	زح	زج	۷۹	۱۲
والجود و آدم	والجود و آدم	۴۱	۱۹	چپوڑ کے	چپوڑتے	"	۱۵
دردہ	در	۵۰	۹	سب	سب پ	۸۰	۸
ظاہر	ظاہر	۵۱	۱۸	ابر و سرخ	ابر و سرخ	۸۱	۱
زمین و جسم	زمین جسم	۵۱	۲۰	عرق	آب	"	۱۶

۹	۱۶۲	تقدو	تقدو	۱۹	۶۲	سفر	منہ
۲۱	۱۶۵	بین بین یہ حر	نیرا بجز	۸	۹۶	دائے	پردائے
۲	۱۶۶	شہ	شہ	۱۹	۹۶	جی	چو
۱۱	۱۶۷	تیرے	تیر	۸	۱۰۸	فولاد	فار
۹	۱۶۸	ڈھلے	ڈھلے	۲۰	۱۱۰	پریش	پریش
۱۹	۱۶۹	ہون	ہو	۲۰	۱۱۲	دن	دھن
۱۹	۱۷۰	.	قلب	۹	۱۱۳	سنانے کے	سنانے کے
۱۰	۱۷۱	صلوات و صوم	صلوات و صوم	۱۲	۱۱۴	پہلے	پہلے
۹	۱۷۲	بن	ن	۵	۱۱۶	نیم	نیم
۵	۱۷۳	آئینوں	آئینوں	۱۹	۱۱۷	دھنا	دھنا
۱۰	۱۷۴	مرحسہ	مرحسہ	۹	۱۲۷	سرمزار	سرمزار
				۱۹	۱۳۰	کمال	کمال
				۵	۱۳۱	پہین	پہین
				۲۰	۱۳۸	کہان	کہان
				۱۳	۱۳۹	کن	کن
				۱۳	۱۵۰	والٹا سس	والٹا سس
				۱	۱۵۱	بنے	بنے
				۵	۱۵۲	طہور	طہور
				۱۰	۱۶۱	بیز	بیز